Bayan No. 1 - 20

مجموعہ

بیانات

مکمل چھ حصے

جلد دوم

تالیف
حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی

مرتب
مفتی روشن شاہ قاسمی

تدبیریں تقدیر کو نہیں بدل سکتی

{٧ ررجب المرجب ١٣٧٧ھ مطابق ٨ رجنوری ١٩٥٧ء، بعد نماز فجر}

بمقام ڈنڈی گل

اقتباس

اسی طرح انسانوں کے اپنے علوم جوان کو ناقص مشاہدے کے ساتھ دیے جارہے ہیں اس کو تو جہالت قرار دے دیا جاوے، اسے اس پر سے یقین ہٹایا جاوے اور اللہ کے علم پر یقین لایا جاوے، لا الہ الا اللہ دوسرے علم کی نفی کرتا ہے اور اللہ پر علم کا اثبات کرتا ہے، جہالت خالی نہ جاننے کو نہیں کہتے بلکہ واقعہ کے خلاف جاننے کو بھی جہالت کہا جاتا ہے، جس طرح کوئی بکری کو شیر جانے اور شیر کو بکری جانے، تمام انسانوں کے جاننے کو خدا نے جہل قرار دیا ہے اور جس علم کا مصدر خدا کی ذات ہے وہ علم، علم ہے، جو علم اس کی ذات سے نکل کر اس کی کتابوں میں علم آیا ہے وہ علم ہے۔

نحمدہ' ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن پاک کی آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً، وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (١) اور كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (٢) تلاوت فرمائی۔

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

اس دنیا میں جتنے بھی انسان ہوں کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے محنت کرتے ہیں اور خدا نے بھی انسانوں کو اس لئے بنایا کہ وہ کامیابیاں حاصل کریں، انسان ان کو کامیاب سمجھتے ہیں جو باعتبار انسان ہونے کے ان کے اندر تقاضے رکھتے ہیں، وہ پورے ہو جائیں اور اللہ رب العزت بھی ان کو کامیابی کہتے ہیں، اللہ رب العزت تمام انسانوں کو کامیابی کی طرف بلاتے ہیں اور چوبیس گھنٹوں میں پانچ مرتبہ اللہ رب العزت کامیابی کی طرف پکارتے ہیں اور انسانوں کی چلت پھرت بھی کامیابی کے لئے اور اس کی فکر بھی یہی ہے۔

اذان میں موذن حی علی الصلوٰۃ پکارتا ہے، اے لوگو! کامیابی کے لئے آؤ، لیکن کامیابی کو تجویز کرنے میں انسان اور خدا کی نسبت میں فرق ہے، انسان تو صرف وقت حاضر کے اور اپنے اندر کے تقاضے پورا ہونے کو کامیابی سمجھتا ہے اور طریقے بھی ایسے ہی اختیار کرتا ہے جس سے وقتی کامیابی حاصل ہو جائے، حق تعالیٰ شانہ' کے سامنے انسان کے لئے متعلقہ

سارے زمانے اور سارے مکانات سامنے ہیں، اس لئے وہ وقت حاضر کی کامیابی کو کامیابی نہیں کہتے، بلکہ ہر ہر جگہ اور ہر ہر زمانے میں ہمارے تقاضے پورے ہوجاویں وہ اس کو کامیابی کہتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک کامیابی کا مصداق کلی ہے، اس لئے بھی وہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ طریقہ تجویز فرماتے ہیں کہ کلی طور پر کامیابیاں حاصل ہوجائیں۔

اب جتنی بھی ہماری حاجتیں ہیں اور جس کے پورا ہونے کو ہم کامیابی قرار دیتے ہیں کہ ایک ہماری مراد ہے اور ایک حق تعالیٰ شانہٗ کی مراد ہے، مثلاً پیٹ بھرنا ہے، عزت کا مل جانا ہے، ہم تو آج کے پیٹ کے بھرنے اور عزت کے مل جانے کو کامیابی سمجھتے ہیں اور اللہ رب العزت کے لفظ کی مراد یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے پیٹ بھرے اور عزت مل جاوے، غرض ہماری مراد تو حال ہے اور اللہ رب العزت کی مراد استقبال ہے، چونکہ انسان کا اپنا معیار کامیابی یعنی آج کے دن کامیابی لینا، اس کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے، اس حال کے تقاضے کے پورا ہونے کے لئے جو حقیر سا مسئلہ ہے زمین اور زمین سے نکلنے والے سامان میں ڈالا جو کوئی حقیر سی کامیابی اور نا کامیابی چاہتا ہے تو وہ زمین پر سر پھوڑے اور اس کو حال کی کامیابی حاصل ہوجاوے۔

لیکن اگر انسان خداوند قدوس کی خبر کردہ کامیابیوں کو حاصل کرنا چاہے تو وہ فنا ہوجانے والی چیزوں سے جن کو انسان اپنی موت کے وقت یہاں ہی چھوڑ کر چلا جاتا ہے اس سے کامیابی حاصل نہیں ہوتی، اگر انسان ابدی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی انسانیت پر دلیل مرنے کے بعد ساتھ جاوے گی، اگر کوئی انسان یوں چاہے کہ میرے ہمیشہ کے مسئلے حل ہوجائیں اور میں ہمیشہ کے لئے کامیاب ہوجاؤں قبر کا وقت، حشر کا وقت اچھا گزرے اور میں جنت کے اندر داخل ہو جاؤں اور دوزخ سے بچ جاؤں اس کو اپنی انسانیت کو بنانے کے لئے محنت کرنی پڑے گی، دنیا پر محنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی انسانیت کو آنکھوں دیکھی پر خرچ کرتا ہے اور اپنی کامیابی کی بنیاد اپنی نسبت پر اٹھاتا ہے، محنت اس کی کرنی پڑے گی کہ ہم اپنی انسانیت کو خدا کی نسبت پر خرچ کریں، اس کو لا الہ الا اللہ سے تعبیر کیا ہے، وہ محنت جس کو ہمارے لئے تجویز کیا گیا ہے اس کو لا الہ الا اللہ کہا ہے، جس طرح تجارت، زراعت، ملازمت، حکومت محنت کے کلمے ہیں اسی طرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ محنت کا کلمہ ہے، اور پھر محنت ان سب پر غالب ہونے کے لئے ہے كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا۔ (۳) دنیا میں جتنے قسم کے بھی انسان ہیں حاکموں سے لے کر محکوموں تک اور مالداروں سے لے کر غریبوں تک کی کامیابی کے لئے عنوان تجویز کیا ہے، وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، آنے والے زمانے اس کو سامنے لے آویں گے کہ جنھوں نے اس پر محنت کی ہے وہ کامیاب ہوں گے، حکومت مل جانا، مال مل جانا، جائیداد مل جانا یہ کامیابی نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کے ہوتے ہوئے بھی ناکامی آجاتی ہے۔

ہم اپنی قسم کو بدلنے کے لئے محنت کریں ایک محنت تو یہ ہے اور ایک محنت یہ ہے کہ جس قسم میں ہم ہیں اس میں ہم محنت کرنے والے بن جاویں، اللہ نے ہر قسم کو کامیاب بنانے کے لئے محنت کا کلمہ دے دیا، ہر قسم والا اگر اس پر محنت کرے تو اپنے قسم میں ہی رہتے ہوئے کامیاب ہوسکتا ہے، پھر کلمہ طیبہ دو لائینوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، ایک ایمان

کی محنت دوسرے عمل کی محنت، یقین ٹھیک ہوں اور عمل ٹھیک ہوں ان دونوں محنتوں کو کلمہ طیبہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے، یقین کا کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور محمد رسول اللہ کا کلمہ ہے کہ عملوں میں آ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقوں کو اختیار کرو تو عمل صالح وجود میں آویں، انسان دیکھتا ہے لیکن پورا نہیں دیکھتا۔

لا الہ الا اللہ اپنے دیکھنے سے ہٹانے کا نام ہے، ہمارے نقصان کا علاج کر دیا، اسی طرح سے ہمیں اپنی ذات سے اور غیر خدا سے ہوتا ہوا نظر آتا ہے، کلمہ کا مطلب ہے کہ جو ہم ان چیزوں سے ہوتا ہوا دیکھتے ہیں ان سے نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے، اس عالم میں وجود انسان کے سامنے مخلوقات کا نالیوں میں پھیل کر آیا ہے، اس تبدیلی سے نکالنے کے لئے کلمہ دے دیا گیا ہے، اب انسانی وجود کا سلسلہ ان سے نہیں چلے گا بلکہ یہ تو مخلوق ہے، سب سے اس کو بنایا ہے، اس پر اسی کا قبضہ ہے، جب چاہے سورج کو مشرق کے بجائے مغرب سے نکال دے، پتھر سے اونٹنی کو نکال دے، خالق جو چاہے گا وہ ہوگا، خالق ہی کا یہ وجود ہے، اس کے مقابلہ پر اگر ساری مخلوق آجاوے تو وہ اللہ کے نظاموں کے خلاف کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

لا الہ الا اللہ انسان کی بیماری کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے ہوتا ہوا دیکھتا ہے اور دوسری مخلوق سے ہوتا ہوا نہیں دیکھتا ہے، حالانکہ اس سے تو ہوتا نہیں ہے، پھر جو اس کے سامنے ہے اور جس سے ہوتا ہے وہ اس کے سامنے نہیں، اسی وجہ سے اپنے مقابلہ پر جس سے ہوتا نہیں ہے اس کا یقین کر لینا حالانکہ کرتا دھرتا صرف ایک اللہ کی ذات ہے، باقی ساری ذاتیں اللہ کے تصرف میں ہے، ان سے جو اللہ چاہیں گے وہ ہوتا ہے، باقی دوسری بات یہ ہے کہ انسان اس نظام سے وجود سمجھتا ہے جو اس کے سامنے آتا ہے، حکومتوں کا نظام، زراعتوں کو نظام، تجارتوں کا نظام، کلمہ کہتا ہے کہ ان محنتوں کا وجود سے تعلق نہیں ہے، بلکہ اللہ رب العزت نے اپنا ایک نظام مقرر کر رکھا ہے، دائیں بائیں فرشتے موجود ہیں (۴) حفاظت کے لئے فرشتے مقرر ہیں (۵)، بادلوں کو لانے والے فرشتے ہیں (۶)، خدا کے اپنے نظام سے حالات تبدیل ہو رہے ہیں، اللہ کا نظام ساتوں زمین و آسمان میں پھیلا ہوا ہے، اس لئے انسانوں کو چیزیں مل رہی ہیں اور اس نظام کے تحت ہی حالات موافق اور مخالف آرہے ہیں۔

جب انسانوں کی محنت کے موافق اللہ کا نظام آتا ہے تو کامیابی دکھائی دیتی ہے، ورنہ ناکامی نظر آتی ہے، اللہ رب العزت کہتے ہیں کھیتی تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں (۷)، کھیتی تمہاری محنت سے نہیں ہو رہی ہے بلکہ خدا کے نظام سے ہو رہی ہے، اسی طرح جتنے نظام دکھائی دے رہے ہیں وہ سب نفع نہیں لاویں گے اور خدا کا نظام اثبات میں آوے گا، جب خدائی نظام مخالفت میں آجاتا ہے تو قومیں برباد ہو جاتی ہیں، جس طرح قوم ثمود برباد ہوئی، حکومتیں اسی طرح برباد ہو جاتی ہیں جس طرح فرعون کی حکومت برباد ہوگئی، لا الہ الا اللہ ان نظاموں کی نفی کرتا ہے جو مخلوق میں دکھائی دے رہے ہیں اور خدا والے نظام میں یقین جمانے کو کہتا ہے۔

اسی طرح انسانوں کے اپنے علوم جو ان کو ناقص مشاہدے کے ساتھ دئے جا رہے ہیں اس کو تو جہالت قرار دے دیا

جاوے، اسے اس پر سے یقین ہٹایا جاوے اور اللہ کے علم پر یقین لایا جاوے، لا الہ الا اللہ دوسرے علم کی نفی کرتا ہے اور اللہ پر علم کا اثبات کرتا ہے، جہالت خالی نہ جاننے کو نہیں کہتے بلکہ واقعہ کے خلاف جاننے کو بھی جہالت کہا جاتا ہے، جس طرح کوئی بکری کو شیر جانے اور شیر کو بکری جانے، تمام انسانوں کے جاننے کو خدا نے جہل قرار دیا ہے اور جس علم کا مصدر خدا کی ذات ہے وہ علم، علم ہے، جو علم اس کی ذات سے نکل کر اس کی کتابوں میں علم آیا ہے وہ علم ہے۔

جب تک تابع کو متبوع کے ساتھ جوڑ کر نہ جانا جاوے اس وقت تک جاننا صحیح نہیں ہے، جب تک ماتحت کو ماتحت نہ جانے بلکہ ماتحت کو حاکم جانے تو اس کو ہم جہالت کہتے ہیں، یہ انسانوں کا اپنا ذاتی علم ہے اس کو جہالت قرار دیا جاوے، اور وہ علم جو خدا کی ذات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے آیا ہے وہ علم حقیقی علم ہے، اس لئے انسانوں کے مزاج آج یہ ہیں کہ وہ اکڑ کر چلتے ہیں، لا الہ الا اللہ سارے انسانوں کی تردید کرو، صرف انسانوں کو سامنے رکھ کر چلنے کا مطالبہ کرتا ہے، جن کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا اور ان کو اللہ نے کامیابی حاصل کرنے والا بتلایا ہے، انسان آج کے دن کو دیکھتا ہے، اس کو اہمیت دیتا ہے اور آج ہی کے مسلمانوں کیلئے محنت کرتا ہے۔

اور کلمہ مطالبہ کرتا ہے کہ آج کے دن کے یقین کو نکال دو، اس لئے کہ آج کے دن میں زندہ رہوں گا یا نہیں رہوں گا بلکہ آخرت کے دن کو سامنے رکھ کر چلو اور وہ زندگی گزارو جس سے آخرت کے دن کامیاب ہو جاؤ، انسان کا اپنا مشاہدہ یہ ہے کہ تدبیروں سے زندگیوں کے مسائل کا حل دیکھتا ہے اور لا الہ الا اللہ تدبیر کی نفی کرتا ہے، تقدیر کو سامنے کرتا ہے، یعنی فیصلے تقدیر کے موافق ہوں گے، ہماری تدبیریں تقدیر کو نہیں بدل سکتی، تدبیر کے چکر سے نکلو اور تقدیر کو کامیابی کی بنیاد ہونے کا یقین کرو، انسان اپنی انسانی نگاہیں صرف آج کی زندگی کو سامنے رکھ کر چلتا ہے، اس زندگی کے یقین کو ہٹایا جائے اور مرنے کے بعد جب دوبارہ کھڑا کیا جاؤں گا، اس پر زندگی کی بنیاد اٹھائی جائے۔

لا الہ الا اللہ اس ایمان و یقین کا کلمہ ہے اس یقین پر لا کر کھڑا کرتا ہے جو خداوند قدوس چاہتے ہیں، محمد رسول اللہ کے اندر ایمان والوں کو فائدہ حاصل کرنے کا راستہ بتلایا ہے، اگر تم اللہ کے خزانوں سے دونوں جہاں میں لامحدود نعمتیں چاہتے ہو تو یوں سمجھو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں استفادہ موقوف کر دیا گیا ہے، اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمونہ بنا کر قدم اٹھایا تو اللہ رب العزت تمہارے ساتھ ہو جائیں گے، فائدہ پہنچانے والی ذات تو اللہ رب العزت کی ہے اور فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ وہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جہاں جہاں انسان کی انسانیت خرچ ہوتی ہے، حکومت میں، زراعت میں، بیماری میں، تندرستی میں ہماری انسانیت خرچ کے طریقہ بتلائے ہیں، اس کا نام دین ہے، ایمان بھی سیکھنے کی ضرورت ہے اور ان طریقوں کے سیکھنے کی بھی ضرورت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی اپنی محنت کو ایمان کے لئے اور خدائی طریقوں کو پھیلانے کے لئے محنت کرنے والا پہلے بنایا اور ان طریقوں کو چلانے والا بعد میں بنایا، یعنی پہلے سیکھنے والا بنایا اور بعد میں اس طریقہ کو کرنے والا بنایا ہے، وہ تجارت ہو یا زراعت ہو یا ہمارے گھریلو خاکے ہوں یہ شعبہ جنت میں لے جانے والے بھی بنتے ہیں اور دوزخ میں لے جانے والے

بھی بنتے ہیں، اللہ نے حکومت کو تجارت کو زراعت کو زندگی کی بنیاد نہیں بتلایا بلکہ اس طریقہ کو بنیاد بتلایا ہے جو خدا کے بتلائے ہوئے ہیں اور ان طریقوں کے زندگی میں آجانے کی محنت کو اور بھی مقدم فرمایا ہے، جس چیز کے لئے محنت چھوڑ دی جاتی ہے اس میں الفاظ رہ جاتے ہیں اور اس کی حقیقت باقی نہیں رہتی ہے، آج چونکہ ہم نے ایمان پر محنت کرنا چھوڑ دیا ہے اور دنیا پر محنت کی اس وجہ سے ایمانیات تو لفظ بن کر رہ گئے اور دنیا حقیقت بن کر سامنے آ گئی۔

لفظ بغیر محنت کے نکلتا ہے لیکن اس کی حقیقت پر محنت کے ساتھ پہنچا جاتا ہے، جس طرح گیہوں کا لفظ تو بغیر محنت کے بول لیا جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت پر کئی ماہ کی محنت کے بعد پہنچا جاتا ہے، اسی طرح سے ایمان پر محنت کی گئی تھی ہر شئے سے نظام علوی پر یقین آ گیا تھا، زیتون کو پھڑوا کر پانی نکالنا آسان تھا، جس طرح سے صحابہ کرامؓ نے اپنے ایمان کے لیئے محنت کی اور اس محنت کی وجہ سے ایمان کی حقیقت آ گئی تھی اب اس محنت کو شروع کرنے کے لئے تا کہ ایمان کا رخ آ جائے، تین تین چلہ مانگے جاتے ہیں، جب ایمان کے لئے محنت نہیں کی جاتی ہے تو ایمان خالی لفظ ہو کر رہ جاتا ہے، جب ایک بات رات دن زبان سے نکلے گی ایمان کی اور اس کے لئے محنت کی جائے گی تو دنیا میں ایمان کی لہر دوڑ جائے گی۔

دنیا میں کہنے سننے کا تو زور ہے لیکن ہم میں حوائج کو قربان کرنے کا زور نہیں ہے، اس کے لئے محنت کی ضرورت ہے، ایمان کی لائن سے ظواہر کو توڑنے اور ایمان کو ابھارنے کی محنت کی جائے اور دعائیں بھی مانگی جائیں، اس عمل کے بعد والے اوقات ایمان کی باتوں کا تذکرہ کیا جائے اور وقت فارغ نکال کر پوری پوری کوشش کی جائے اور اللہ سے دعائیں مانگی جائیں کہ اے اللہ اس اجتماع کو خالی کہنے سننے کا اجتماع نہ بنا بلکہ دین کے فروغ اور سرسبزی کا اور دین کے لئے محنتوں کے شروع ہونے کا ذریعہ بنا اور اپنے آپ کو تعلیم ذکر اور سارے اجزاء میں لگائیں اور دعاؤں کا بہت اہتمام فرمائیں، کرنے والے تو صرف اللہ ہیں وہ ہماری محنت کو دیکھتے ہیں جب ہماری محنت کو دیکھے گا تو اللہ رب العزت خوش ہو کر دین کے وجود اور ہدایت کے دروازے کھولنے کا فیصلہ فرمائیں گے (۸)۔

---

(۱) سورہ النحل: ۹۷

(۲) سورہ آل عمران: ۱۸۵

(۳) سورۃ التوبہ: ۴۰

(۴) سورۃ ق: ۱۷

(۵) تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۰۴ جلد ۲

(۶) الحبائک فی اخبار الملائک صفحہ ۲۴ جلد ۱

(۷) سورۃ الواقعہ: ۶۴

(۸) سورۃ العنکبوت: ۶۹

روح کی کامیابی محنت کرنے پر موقوف ہے

{٨/رجب المرجب ١٣٧٧ھ مطابق ٩/جنوری ١٩٥٧ء ، بعد نماز فجر}

بمقام ڈنڈی گل

اقتباس

جسم سے جو مسائل متعلق ہیں جب ان کی پرواہ نہیں کرتا اور رب کے حکم کی پرواہ کرتا ہے تو رب کا نور اس کی روح میں آتا ہے، جس مبارک انسان کی روح اللہ کے نور کو لئے ہوئے ہو اس کے احکامات کے ذریعے حاصل کرے تو بڑی بڑی حقیقتیں اس کے لئے دعائیں مانگتی ہیں، پھر منور نور والا انسان چلتا ہے تو فرشتے اس کے پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، جب یہ خدا کے حکم پر قرآن پاک پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے منہ سے منہ ملا کر قرآن پاک کو اپنے اندر لیتے ہیں اور پھر جب حکم کی تعمیل میں مجلسیں قائم کرتا ہے تو شفقت کے ساتھ اپنے پروں کو اس کے اوپر رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور وہ خاص فرشتے جو عرش الٰہی کے اٹھانے والے ہیں وہ اس کی کامیابی کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہتے ہیں۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن کی آیت اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا ۔۔الخ (١) تلاوت فرمائی۔

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

تین قسم کے الفاظ ہیں، ہر لفظ اپنی کوئی حقیقت رکھتا ہے، لفظ حقیقت کے نام نہیں ہے بلکہ حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہے، حقیقت کا بیان ہیں ان کی حقیقتوں کا الفاظ سے تعلق نہیں ہے، بلکہ لفظ میں حقیقت کی طرف رہبری کرنا ہے، کامیابیوں کا اس سے تعلق ہے جیسے زمین کا لفظ ہمارے اندر سے نکلتا ہے، وہ زمین کی حقیقت نہیں ہے، یا اسی طرح سے بہت سے الفاظ جو ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ حقیقت نہیں ہے، بلکہ ان الفاظ سے ہم نے ان حقیقتوں کو سمجھنا ہے، لفظوں تک پہنچنے کے لئے انسانوں کو محنت نہیں کرنا پڑتی، البتہ لفظ جس حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہے اس کے حصول کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔

الفاظ دو طرح کے ہیں اور حقیقتیں بھی دو طرح کی ہیں، ایک وہ جو انسان کی آنکھوں کے سامنے ہے اور ایک ــــ وہ جو

انسان کی آنکھوں سے غائب ہے، دونوں کے لئے الفاظ تجویز کئے گئے ہیں جس طرح زمین اور اس سے نکلنے والا سامان انسان کے نزدیک ایک حقیقت ہے اسی طرح اللہ کا لفظ بھی ایک حقیقت ہے اور جتنے الفاظ ایک ہی ذات سے نکل کر بصورت قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں وہ سب بھی اپنی اپنی حقیقت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ بھی ایک حقیقت ہے، جبرئیل، فرشتے، موت، مغفرت، جنت دوزخ، عذاب وغیرہ ہر ایک کی حقیقت ہے، جس طرح ہم کھیتی کا لفظ، دوکان کے لفظ کی حقیقت تک بغیر محنت کے نہیں پہنچتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حقیقت تک بغیر محنت کے نہیں پہنچ سکتے، تو اگر انسان ان الفاظ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے محنت نہ کرے جن کو اللہ نے ہماری کامیابی کے لئے تجویز کیا ہے تو ان حقیقتوں تک نہیں پہنچ سکتے، اللہ رب العزت نے انسان کو اس دنیا میں بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ پاک کی ذات سے نکلے ہوئے الفاظ کی حقیقت تک پہنچے تا کہ اللہ رب العزت مرنے کے بعد اس کو کبھی نہ ختم ہونے والی کامیابیاں عطا فرما ویں، جتنی حقیقتیں، موجودات، مخلوقات ہمارے سامنے ہیں یہ ان کے مقابلہ میں جو ہم سے غائب ہے ان کے مقابلہ میں ایک ذرہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔

جنت عیش کے لائن کے جن حقائق کا نام ہے اس کے مقابلہ میں دنیا میں جو عیش کی لائنیں ملی ہیں الفاظ تو برابر ہو جاتے ہیں ان کی حیثیت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے (۲)، اسی طرح سے اس عالم میں بلایا اور مصیبتوں کے لائن کے الفاظ اور حقیقتیں ہیں پھر دوزخ کے اندر کی بلایا اور مصیبتوں کی لائن کے الفاظ اور حقیقتوں کے مقابلہ میں ایک ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتے (۳)، اگر اس دنیا کے اندر کے تمام جانداروں کو سینکڑوں برس تک بھوکا رکھا جاوے تو اس بھوک کی حیثیت اس بھوک کے مقابلے میں جو ایک دوزخی پر آوے گی ذرہ برابر حیثیت نہیں رکھتی (۴)، اگر اس دنیا کے سارے انسانوں پر سینکڑوں برس تک رنج وغم ڈال دیا جائے تو وہ ایک دوزخی پر رنج وغم ڈالا جائے گا اس کے مقابلے میں ذرہ برابر نہیں ہے، اگر اس دنیا کے انسانوں کو سینکڑوں برس تک رونے ڈالا جاوے تو وہ ایک شخص کے رونے کے مقابلے میں ایک ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتا وہ جو جہنم میں جاوے گا (۵)۔

غرض اس دنیا میں جن مصیبتوں کے درمیان ہم ہیں بعد کی آنے والی زندگی کے مقابلے میں ایک ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتی (۶)، اسی طرح سے اس دنیا کے اندر بھی جتنے مسائل ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں وہ ہماری آنکھوں سے غائب والے مسائل کے مقابلے میں ایک ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتے، وہ فرشتے جو ہر جگہ موجود ہے اور ہر انسان اور ہر مخلوق کے ساتھ بہت سے فرشتے لگائے گئے ہیں ان سب کی حقیقت ہماری آنکھوں سے غائب ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظ جس پر عمل کی حقیقت کو بتلاتے ہیں، جو ہمارے سامنے بہت دفعہ آتا ہے جب وہ اپنی اصل حیثیت میں ہوتے ہیں تو ساتوں زمین وآسمان سے اوپر ان کا سر ہوتا ہے اور تحت الثریٰ تک ان کے پیر ہوتے ہیں اور ما بین السماء ولارض کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں (۷)۔

اور احادیث میں ہم کو یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر زمین پانچ سو برس کی مسافت ہے اور ہر آسمان پانچ سو برس کی مسافت کا

فاصلہ ہے (۸)، اس طرح ہم حساب لگاویں تو ستر سو سال کی مسافت کا فاصلہ بیٹھتا ہے، ایک حضرت جبرئیل علیہ السلام کا قد، اسی طرح ایک فرشتے ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام ان کی طاقت کے تعلق سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ ایک پھونک مار دے تو یہ زمین و آسمان ٹوٹ پھوٹ جاوے گا (۹)، اس عالم کے حقائق تو ہم سے غائب ہیں، لیکن اس عالم کے بڑے بڑے حقائق ہیں اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں سے غائب فرما رکھا ہے۔

پھر خدا کی اپنی ذات کی حقیقت وہ تو اتنی بڑی ہے کہ ہر جگہ موجود ہے، اور ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے (۱۰) اور کوئی حقیقت اس کی ذات کے مقابلے میں حقیقت کہلانے کی مستحق نہیں ہے اور وہ ساری حد اور انداز سے بالاتر ہے (۱۱)، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو خدا کی کبریائی کی توجہ ہوتی ہے تو عظمت اور جلال کی وجہ سے سکڑتے سکڑتے ایسے ہو جاتے ہیں جیسے ایک چھوٹی چڑیا ہوتی ہے (۱۲)، تو اتنے بڑے حقائق کے درمیان ہم ان چھوٹی چھوٹی حقیقتوں، زمین کی حقیقت، لوہے لکڑی کی حقیقتوں وغیرہ سے ہم اپنی زندگی کو کامیاب نہیں بنا سکتے، اللہ رب العزت جل جلالہ نے ان تمام عینی حقائق کی موافقت کو جو اس عالم میں ہے اور جو اگلے عالم میں آنے والی ہے اس کا ضابطہ انسان کو بتایا ہے کہ، صورت کو ضابطہ نہیں بتایا، انسان کی صورت تو یہ ہے کہ جو ہم اور آپ سب کو نظر آ رہی ہے، کہ منی کے قطرہ سے بنایا ہے، حیض کا خون اس نے رحم مادر میں کھایا ہے اور اس کے اندر گندگی بھری ہوئی ہے اور انسان کی جو حقیقت ہے جس سے یہ چلتا پھرتا ہے وہ روح ہے جو سب سے غائب ہے۔

لفظ اللہ کی حقیقت اس سے غائب جو کرتا دھرتا ہیں، فرشتوں کی حقیقت اس سے غائب ہے، اللہ اس سے غائب ہیں، یہاں تک کہ اپنے اندر کی روح بھی اس سے غائب ہے، جتنے اجسام اور چیزیں ہیں ان سے کامیابی کا تعلق نہیں ہے، وہ اس کے سامنے ہیں اور جن سے اس کی کامیابی اور ناکامی کا تعلق ہے وہ اس سے غائب ہے، جس سونے اور چاندی، زمین مکان، کپڑے اور غذاؤں سے کامیابی اور ناکامی ذرہ برابر بھی موقوف نہیں وہ آنکھوں کے سامنے ہیں اور وہ جس سے کامیابی کا تعلق ہے وہ آنکھوں سے غائب ہے، جتنے اجسام عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اس بات پر قسم کھائی جا سکتی ہے کہ ان سے ہماری زندگی کی کامیابی کا کوئی تعلق نہیں ہے، دنیا بھر کی مالیت ہمارے جسم پر آ جائے تو ہم کامیاب نہیں بن سکتے۔

اس لئے کہ مالک نے رب العالمین نے ہماری کامیابیوں کو جسموں کے ساتھ نہیں جوڑا بلکہ روح کے ساتھ جوڑا ہے، پھر سارے کپڑے دنیا بھر کے جسم پر آتے جاتے رہیں روح تک نہیں پہنچتے، اس طرح دنیا بھر کی چیزیں کھانے پینے کی لائن کی ہمارے جسم کے اندر چکر کاٹتی رہیں روح تک نہیں پہنچتی، لہٰذا یہ جتنا کارخانہ اجسام سے کامیابی کی بنیاد پر چل رہا ہے خدا کے نزدیک اس کی کوئی بھی اہمیت نہیں ہے اور اس کا انسان کی کامیابی کے ساتھ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی تعلق نہیں ہے (۱۳)، انسان کی روح اگر بن رہی ہے تو اس عالم کی چیزیں اس کے موافق ہوں گی اور اگلے عالم میں بھی کامیابی کی صورت ہوگی، روح تک جو اثرات اچھے برے پہنچتے ہیں وہ خدا کے احکامات کا نتیجہ ہیں جب انسان ان اجسام سے دھو کے نہیں کھاتا ہے اور ان کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی نہیں گزارتا ہے بلکہ خدا کو سامنے رکھ کر ان کے احکامات کو پورا کرتا ہے، تو

خدا اس کی روح میں نور پیدا کر دیتے ہیں اور اس کی روح میں پاکی پیدا ہوتی ہے، خوشبوئیں ہوتی ہیں، جتنے احکامات کی تعمیل بڑھاتا چلا جاتا ہے اور جسمانی تقاضوں کو قربان کرتا چلا جاتا ہے اتنا ہی اس کی روح بڑھیا بنتی ہے۔

جسم سے جو مسائل متعلق ہیں جب ان کی پرواہ نہیں کرتا اور رب کے حکم کی پرواہ کرتا ہے تو رب کا نور اس کی روح میں آتا ہے، جس مبارک انسان کی روح اللہ کے نور کو لئے ہوئے ہو اس کے احکامات کے ذریعے حاصل کرے تو بڑی بڑی حقیقتیں اس کے لئے دعائیں مانگتی ہیں، پھر منور نور والا انسان چلتا ہے تو فرشتے اس کے پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، جب یہ خدا کے حکم پر قرآن پاک پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے منہ سے منہ ملا کر قرآن پاک کو اپنے اندر لیتے ہیں (۱۴) اور پھر جب حکم کی تعمیل میں مجلسیں قائم کرتا ہے تو شفقت کے ساتھ اپنے پروں کو اس کے اوپر رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں (۱۵) اور وہ خاص فرشتے جو عرش الٰہی کے اٹھانے والے ہیں وہ اس کی کامیابی کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہتے ہیں (۱۶)۔

غرض جب یہ صحیح محنت کر کے اپنی حقیقت کو نور والا بنالیتا ہے احکامات کی تعمیل کرتا رہے تو ملائکہ کا اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور عرش الٰہی تک فرشتے اس سے ناگوار چیزوں کے ہٹنے کی دعائیں مانگتے رہتے ہیں اور سمندر کی مچھلیاں تک اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں (۱۷) اور جب انسان اتنا محنت میں بڑھ جاتا ہے اور اس کے شہادت کے وقت اس کی موت کا وقت ہے، ایسا انسان جو ایمان کے احکامات کو پورا کرنے کے ذریعہ ایمان کا نور اور ایمان کے فرائض سے فرائض کا نور اپنے اندر لیتا ہے تو اس کی موت کے وقت انتہائی حسین اور خوشبودار فرشتے اس کی آنکھوں کے سامنے آتے ہیں، اس کی روح کو اطمینان دلایا جاتا ہے، اس کی روح کو کہا جاتا ہے یَاأَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ، اب جب وہ روح نکل کر باہر آتی ہے تو فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ وہ اتنی نورانی ہوتی ہے کہ کوئی نور اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اتنی خوشبودار ہوتی ہے کہ اس کی خوشبو کا دنیا کی کوئی خوشبو مقابلہ نہیں کر سکتی، تمام فرشتوں والی روحانیت جگمگھا کر لیتی ہے اور ہر ایک اس کو اپنے ہاتھوں میں لیتا ہے اور تعریفیں کرتے جاتے ہیں کہ کتنی خوشبودار پاکیزہ اور نورانی روح ہے۔

جہاں کو وہ روح نکلتی رہتی ہے وہاں کے تمام فرشتے اس کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں اور اس کی ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جاتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ پہلے آسمان پر آواز دی جاتی ہے کہ دروازہ کھولو روح آرہی ہے، فرشتے پوچھتے ہیں کس کی روح آرہی ہے، فرشتے جواب دیتے ہیں فلاں اللہ والے کی روح آئی ہے، تو فوراً آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، کہتے ہیں اس کا تو بہت دن سے انتظار تھا، ہر آسمان والے کہتے ہیں کہ فلاں کی روح جب آئے گی تو بڑا مزہ آئے گا اور ہر آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان تک پہنچانے کے لئے چلتے ہیں، یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کو عبور کر کے یہ روح عرش الٰہی تک پہنچتی ہے اور پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اس میرے بندے کو میٹھی نیند سلا دو۔

اور پھر وہ روح سوال و جواب کے لئے قبر میں لائی جاتی ہے، روح کو جسم میں تھوڑی دیر کے لئے ڈال کر تین سوال کئے جاتے ہیں اور ان کا جواب وہی دے سکیں گے جنہوں نے اپنی روح کے بنانے کی محنت اس دنیا میں کی ہوگی، جنہوں نے اپنے جسم کے بنانے، اپنے جسم کے تقاضے پورا کرنے، اپنی دنیا کی ظاہر پرستی بنانے پر محنت کی ہوگی ان کی زبانیں

لڑکھڑا جائیں گی اور وہ تینوں سوالوں کا جواب نہ دے سکیں گے، جو روح بنی تھی اور اس پر خرچ ہوئی تھی کہ پالنے والے تو اللہ ہیں وقت پر اس کا حکم پورا کرلو وہ نہایت اطمینان سے کہہ دیں گے کہ میرے رب اللہ ہیں جس بندے نے دین کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی گزاری اس نے دین کے نور کو اپنے اندر لیا ہوگا، وہ نہایت اطمینان سے کہہ دے گا کہ میرا دین اسلام ہے اور جس نے اس دنیاوی زندگی کو گزارنے کے اندر ہر ہر بات میں محنت کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کیا ہے، تو وہ پہلے ہی کہہ دے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہمارے نبی ہیں۔

فرشتے کہیں گے کہ ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا، ایک ضابطے کے طور پر ہم نے پوچھ لیا تھا، پھر آواز آئے گی جواب دے دئے میرے بندے نے، اس کے لئے قبر میں جنت کا بستر بچھادو، جنت کی کھڑکی کھول دو اور کہہ دو کہ ایسا سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سویا کرتی ہے کہ اس کو اس کے شوہر کے سوا ہاتھ لگانے والا اور اٹھانے والا نہیں ہوتا، جب پھر انسان حشر کے میدان میں اٹھایا جائے گا تو اس کو کپڑے پہنائے جائیں گے، کرسیوں پر بٹھلایا جائے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ مزے سے باتیں کرتے ہوں گے، ان میں کہا جائے گا کہ حشر کا وقت تو ختم ہو گیا، تم جنت میں چلو پھر حق تعالیٰ شانہ ساتوں زمین و آسمان سے لاکھوں کروڑوں گنا رقبے کے اعتبار سے اس کو جنت عطا فرماتے ہیں اور قیمت کا تو کوئی اندازہ کیا ہی نہیں جاسکتا، دوسرے وہ انسان ہیں جنہوں نے اپنی روح کی اہمیت کو نہیں پہچانا اور اپنی روح کو بنانے کے محنت نہیں کی اور اس دنیا کے بنانے اور جسم کے تقاضے پورا کرنے میں لگے رہے، ان کی روح کالی اور بدبودار ہو جاتی ہے، جسم کو تو عیش و آرام پہنچایا لیکن اللہ کے حکموں کو توڑ کر اپنی روح کو کالا کرلیا، روح بعد میں نکلے گی، فرشتے جو روح نکالنے کے لئے آئیں گے وہ انتہائی کیری آنکھوں والے، ڈراؤنی صورت والے ہوں گے اور روح کو ڈانٹتے ہوئے اور جھڑکتے ہوئے آویں گے، دھمکی کے ساتھ کہا جائے گا خدا کے عذاب کی طرف چل، روح نکلنا نہیں چاہے گی اور سختی کے ساتھ نکالیں گے، اس کی روح انتہائی کالی، سیاہ، بدبودار ہوگی، جس کی سیاہی اور بدبو کا دنیا کی کوئی شئے مقابلہ نہیں کرسکے گی، اس روح کو فرشتے ایک دوسرے کی طرف پھینکیں گے اور بری طرح لے کر چلیں گے اور اس کے لئے بددعا کرتے رہیں گے اور جہاں جہاں یہ روح نکلے گی ہر جگہ اس کو لعنت کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ پہلے آسمان پر لے جایا جائے گا، فرشتے دریافت کریں گے کہ کس کی روح ہے؟ جواب ملے گا کہ فلاں شخص کی روح ہے پھر وہاں سے جواب ملے گا کہ اس کا گزر آسمانوں میں نہیں ہے

فرمایا کہ اس روح کو زمین پر زور سے کھینچ کر مارا جاوے گا، فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس کی روح کو قبر میں جسم کے اندر ڈال کر سوال کئے جائیں گے تو وہ ہر سوال کے جواب میں کہے گی کہ ہائے ہائے میں نہیں جانتا، اللہ کی ذات کے بارے میں، دین کے بارے میں یہی جواب دے گا کہ میں نہیں جانتا اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں دریافت کیا جاوے گا کہ ان کے بارے میں کیا کہتا ہے تو اس کا بھی یہی جواب دے گا کہ اور پھر آواز آوے گی جھوٹ بولتا ہے، کمبخت کے لئے آگ کا بستر بچھادو، دوزخ کی کھڑکی کھول دو، فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ستر اژدھے مسلط کردئے جائیں گے، ایسے زہریلے کہ ان میں کا ایک اس زمین پر سانس لے لے تو چالیس سال تک پوری

دنیا میں سبزی کا ایک پتہ نہ اُگے۔

ایک فرشتہ پیٹنے کے لئے مقرر کیا جاوے گا، جب پہلی چوٹ مارے گا تو مشرق سے مغرب تک تمام مخلوق سوائے انسان اور جنات کے اس کو سنیں گے اور حشر کے دن ننگا خدا کے سامنے کھڑا ہوگا اور نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جاوے گا کہ اس وقت وہ خبیث روح والا انسان اپنے ہاتھوں کو رنج وغم سے چبانا شروع کر دے گا یہاں تک کہ کہنیوں کے اوپر تک چبا جاوے گا۔

پھر آنکھوں سے آنسو بہائے گا، اتنے بہائے گا کہ اگر کشتیاں چلائی جاویں تو کشتیاں چل سکیں، پھر خون روئے گا، اتنا کہ ان کے اندر کشتیاں چل سکیں، اسی طرح پیپ روئے گا اتنا روئے گا کہ اس کے اندر کشتیاں چل سکیں، دنیا کے اندر اگر دو آنسو خدا کے خوف سے بہادیا تو دوزخ سے بچ جاتا ہے اور آج آنسوؤں کو خون پیپ کے دریا بہائے لیکن اس سے دوزخ سے نہیں بچا۔ ہے، پھر اس دوزخی کو ایسا بڑا جسم دیا جاوے گا سزا دینے کے لئے کہ اس کے سر کے مونڈھے سے لے کر کان کی لو تک پانچ سو برس کا فاصلہ ہوگا اور اس کے بعد اس کو دوزخ کے اندر ڈالا جاوے گا، جہاں ہر وقت سانپ، بچھو، آگ، فرشتوں کے مارنے وغیرہ کے بہت سے عذاب دئے جاویں گے، جو روح بن کر جاوے گی اس کو حضرت آدم علیہ السلام کا ساٹھ ہاتھ کا قد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی شکل، حضرت یوسف علیہ السلام جیسا حسن دیا جاوے گا (۱۸)۔

میرے بھائیو! یہ دو لائنیں بتلائی گئی ہیں، ہر انسان کو ضرور ایک سے گزرنا ہے، اب اس کو اختیار ہے کہ چاہے جونسی اختیار کرو اس لائن میں تو کچھ کرنا نہیں پڑتا، خوب کھاؤ پیو، عیش کرو کپڑے پہنو، اچھے مکان بناؤ خبیث بننے کے لئے تو کسی محنت کسی مجاہدہ کی ضرورت نہیں چلتے چلے جاؤ، روح خبیث بنتی چلی جاوے گی، لیکن اگر ہم روح کی پاکیزگی چاہتے ہیں اور اس کا طیب ہونا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میری روح کی کامیابی محنت کرنے پر موقوف ہے تو اس کے لئے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت کو اختیار کرنا پڑے گا اور اس کے لئے ہمیں دو باتوں پر محنت کرنی پڑے گی۔

ایک تو یہ کہ جو ہم سے غائب ہے اس کی دعوت کا سلسلہ شروع ہو جائے اور یہ دعوت عام ہو جائے، جس قوت پر انسانی دھوکے ٹوٹیں گے، اور حقائق سامنے آویں گے، اس کی طرف پکارنا پڑے گا، زندگی کو پیٹھ پیچھے ڈال کر، محنت کو سامنے رکھ کر چلنے کی محنت کرنی پڑے گی، ہم کو مزاج پیدا کرنا ہوگا کہ جو عمل کر رہے ہوں یہ محنت پر مجھے کونسی قسم میں پہنچانے والا ہے، کاروبار کر لینا، یا انسانی زندگی گزار لینا، بنیاد نہیں بنے گا بلکہ اس کی فکر کرنا پڑے گا کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس سے تیری روح نورانی بن کر جاوے، ساری چیزوں سے پہلے یہ تحقیق کرنا ہوگا کہ میں اس طریقے کو سیکھوں جس سے روح طیب ہوتی ہے اور ان طریقوں کو سیکھے جن سے جنت ملتی ہے اور دوزخ سے بچاؤ ہوگا۔

سارے انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں اسی بات کے لئے محنت کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اٹھایا کہ انسان زندگی کو سامنے رکھ کر نہ چلے بلکہ موت کو سامنے رکھ کر چلے، پھر انسان خواہ موت کی طرف منہ کرے یا موت ہی کی طرف چل پڑے، لیکن اگر موت کو سامنے رکھ کر چلے گا تو وہ کچھ سامنے ہوگا جو موت کے بعد آنے والا ہے، مرنے کے

بعد جو لامحدود زندگی آنے والی ہے اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے دنیا میں بسنے والے انسانوں کو آواز لگائی جارہی ہے کہ مرنے سے پہلے وقت لگا کر مرنے کے بعد کا انتظام کرلو، اللہ کے راستے میں ایمان کے قوی کرنے کی محنت کی جاوے، ایسا نہ ہو کہ ہم تو اپنے ایمان پر مطمئن ہوں اور وہاں ہمارا ایمان کام نہ دے، اسی طرح اللہ کے راستے میں نکل کر اپنی نمازوں کو ٹھیک کرنے، علم کے درست کرنے، اللہ کا دھیان جمانے اور ہر کسی کا حق ادا کرنے اور اپنی نیت کو خالص کرنے کی مشق کی جاوے، اس کے لئے تین چلے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

---

(۱) سورۃ یٰسٓ: ۸۲

(۲) کنز العمال صفحہ ۲۱۱ جلد ۳

(۳) کنز العمال صفحہ ۶۵۴ جلد ۱۴

(۴) تفسیر طبی صفحہ ۴۶ جلد ۱۸

(۵) مجمع الزوائد صفحہ ۳۹۱ جلد ۱۰

(۶) کنز العمال صفحہ ۵۲۸ جلد ۱۴

(۷) تاریخ دمشق صفحہ ۳۴۲ جلد ۱۷

(۸) کنز العمال صفحہ ۱۴۸ جلد ۶

(۹) تفسیر ابن کثیر صفحہ ۱۴۷ جلد ۲

(۱۰) سورۃ الاسراء: ۶۰

(۱۱) سورہ الانعام: ۱۰۳

(۱۲) الحبائک صفحہ ۲۰ جلد ۱

(۱۳) کنز العمال صفحہ ۲۲۱ جلد ۳

(۱۴) مجمع الزوائد صفحہ ۹۹ جلد ۲

(۱۵) ابوداؤد صفحہ ۵۱۳ جلد ۲

(۱۶) شعب الایمان صفحہ ۲۳۲ جلد ۸ (باب اوحی اللہ عزوجل الی موسیٰ، انی افترضت علی عبادی الصیام)

(۱۷) ابوداؤد صفحہ ۵۱۳ جلد ۲

(۱۸) مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر اور صفۃ الجنۃ والنار

آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں

{۹ر رجب المرجب ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۹۵۷ء ، بعد نماز فجر}

بمقام بنگلور

اقتباس

اس وقت ایک تو رواج کی نوعیت ہے کہ دین کی بہت سی چیزیں تو مٹ چکی ہیں اور یہ کہ تصور میں آنا مشکل ہوتا ہے کہ جو حدود و قصاص مٹ چکے ہیں ان کو دوبارہ زندہ کیا جاوے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی چیزیں زندہ کی تھیں اور ان کے پھیلنے کے لئے کوشش کی تھی، وہ چیزیں ہیں کہ ان کے وجود سے دنیا میں بڑے نفع تھے اور مٹ جانے سے بہت نقصان سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، دین کی بعض بعض چیزیں تو وجود میں ہیں اور بعض بعض چیزیں نہیں ہیں، وہاں ان کے لانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یوں سمجھ رہے ہیں کہ دین کا اکثر حصہ تو دنیا سے مٹا ہوا ہے، دین کیوں مٹا جب جڑ کسی درخت کی کٹ جاتی ہے تو وہ درخت ہی سوکھ جاتا ہے اور اگر جڑ مضبوط ہوتی ہے تو خواہ اوپر سے کاٹ دیا جاوے تو بھی درخت سرسبز رہ سکتا ہے، اس وقت دنیا کا رواج جو دکھائی دے رہا ہے اور دین کی کچھ چیزیں کی جا رہی ہیں وہ مال کے یقین پر اللہ کے یقین سے ہٹ کر آتی ہیں۔

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جیسا رواج پڑا ہوا ہے، ہوش سنبھالنے کے بعد وہ اس پر نگاہ ڈالتے ہیں اور رواج کیا ہے اس کو سامنے رکھ کر اصلاحات کی کوشش کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو اصل کی تحقیق کرتے ہیں اور اصل چیزوں کو پالیتے ہیں اور ان کے طریقے معلوم کر کے رواج کے خلاف سعی کی کوشش کرتے ہیں، یعنی اصل زندگی کو پہچان کر اس کے اصل طریقوں کے ساتھ اس کے وجود میں لانے کی سعی کرتے ہیں، اس وقت ایک تو رواج کی نوعیت ہے کہ دین کی بہت سی چیزیں تو مٹ چکی ہیں اور یہ کہ تصور میں آنا مشکل ہوتا ہے کہ جو حدود و قصاص مٹ چکے ہیں ان کو دوبارہ زندہ کیا جاوے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنی چیزیں زندہ کی تھیں اور ان کے پھیلنے کے لئے کوشش کی تھی، وہ چیزیں ہیں کہ ان کے وجود سے دنیا میں بڑے نفع تھے اور مٹ جانے سے بہت نقصان سے دو چار ہونا پڑ رہا ہے، دین کی بعض بعض چیزیں تو وجود میں ہیں اور بعض بعض چیزیں نہیں ہیں، وہاں ان کے لانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یوں سمجھ رہے ہیں کہ دین کا اکثر حصہ تو دنیا سے مٹا ہوا ہے، دین کیوں مٹا جب جڑ کسی درخت کی کٹ جاتی ہے تو وہ درخت ہی سوکھ جاتا ہے اور اگر جڑ مضبوط ہوتی ہے تو خواہ اوپر سے کاٹ دیا جاوے تو بھی درخت سرسبز رہ سکتا ہے، اس وقت دنیا کا رواج جو دکھائی دے رہا ہے اور دین کی کچھ چیزیں کی جارہی ہیں وہ مال کے یقین پر اللہ کے یقین سے ہٹ کر آتی ہیں۔

آج قبریں کھودی جارہی ہیں جنازے دفنائے جارہے ہیں، نمازیں پڑھی جارہی ہیں، لیکن یہ انسانی وعدوں پر ہو رہا ہے اور خدا کے وعدوں پر کم ہو رہا ہے، جتنی چیزیں ہو رہی ہیں ایمان خدا کے وعدوں پر، یقین خدا کی عظمت پر، خدا کے یقین کے ساتھ کرنا ان سے خالی نہیں، آج اگر حکومتوں میں جا کر کہا جاوے کہ یورپ سے مقابلہ کرو تو یوں کہیں گے کہ ہم یورپ سے مقابلہ نہیں کر سکتے، جیسی چیزیں مٹی ہوتی ہیں ایمان ایسے ہی مسائل پر یقین آجانے اور خدا پر سے یقین ہٹ جانے کی وجہ سے مٹی ہیں۔

تاجروں سے اگر پوچھو کہ تم شریعت کے مطابق اپنی تجارت چلاؤ، موجودہ فضاء میں اس کے مطابق چلنے سے عذر کرتے ہیں، پہلے زمانے میں اسباب ووسائل اتنے نہیں تھے، دور صحابہؓ میں اتنے اسباب ووسائل، ذرائع معاش اور فوج و اسلحہ وغیرہ نہیں تھے، جتنے آج کے مسلمان کے پاس ہے، انھوں نے ایک چیز کو اٹھایا اور اس درجہ اٹھایا کہ دوسری حکومتیں تک پیروں میں آپڑیں، اس وجہ سے کہ وہ اسباب ووسائل پر نہیں بلکہ ایمان ویقین پر اٹھائی گئی تھیں، ان سارے صحابہؓ کی مالیت کو جمع کیا جاوے گا تو صرف بنگلور کے مسلمانوں کے پاس مال واسباب ووسائل ہیں اتنے ان کے پاس نہیں تھے، صحابہ کرامؓ اتنی مقدار میں بھی نہیں تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی اور حضرت ابوبکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے زمانوں کی ساری نقل وحرکت کو لگائے تو وہ اتنے نہیں ملیں گے جتنے آج صرف ایک شہر بنگلور میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے پڑھے ہوئے انگلیوں پر گنے جاتے تھے اور حدیثیں بھی اسی زمانے کے لوگوں کے پاس زیادہ ملیں گی اور ان کے پاس تو گنتی کی احادیث تھیں لیکن اس کے باوجود انھوں نے ساری حدود دقائم کیں اور ہر لائن کے طریقوں کو دنیا میں چالو کیا، اگر کسی کے اندر تحقیق کا مادہ ہو تو وہ ضرور سوچے گا کہ صحابہ کرامؓ مٹھی بھر آدمی تھے، ان کی تجارتیں زراعتیں وغیرہ تھوڑی تھوڑی تھیں صحابہؓ کے دور میں جتنے کو آج ممالک عربیہ کہا جاتا ہے یہ سارے عجم تھے، آج ان کو زبان عربی ہو جانے کی وجہ سے ممالک عربیہ کہنے لگے ہیں، پہلے یہاں کی زبان عربی نہیں تھی، صحابہ کرامؓ نے ان سارے اسباب ووسائل کے بہت ہی تھوڑے ہونے کے باوجود اللہ پاک کے احکامات کو ممالک کے اندر پھیلا دیا اور وجہ یہ ہے کہ فضاء کے خلاف اللہ کے حکموں پر خدا کے وعدوں پر قدم اٹھایا کرتے تھے اور ہماری بیماری یہ ہے کہ ہم اسباب ووسائل کو سامنے رکھ کر قدم اٹھاتے ہیں، جتنی چیزیں آج آپ کو افراد میں

نظر آ رہی ہیں وہ افراد میں نہیں بلکہ مجمع میں تھیں اور وجہ یہ ہے کہ ان کے قدم خدا کو سامنے رکھ کر اس کے حکموں کے مطابق ان کے قدم اٹھا کرتے تھے۔

انھوں نے خدا کی عظمت اس کی بڑائی وغیرہ کو پہچان لیا تھا، اگر پورا کرلیا تو اتنی بڑی کامیابی مل جاوے گی اور اگر پورا نہ کیا تو اتنی بڑی ناکامی آجاوے گی، بدر کے اندر ظواہر کے خلاف جب خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق عمل کیا گیا تو فتح ہوگئی (۱) اور جب احد میں اللہ کے حکموں کو توڑا گیا تو اللہ نے ان کو مٹادیا (۲)، دو نقشے عملی طور پر قائم کردئے تھے، ایک میں حکم کے پورا ہونے کے منافع دکھلا دئے اور دوسرے میں حکم کے توڑنے پر نقصانات دکھلا دئے۔

احادیث میں آتا ہے کہ دوسری قومیں ایک دوسرے کو تمہارے قتل کے واسطے اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے کو بلایا کرتے ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا اس زمانے میں ہم بہت تھوڑے ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ تم تعداد میں بہت زیادہ ہوں گے، لیکن تمہاری حیثیت کوڑے کی سی ہوجائے گی، تمہارے اندر وہن پیدا ہوجائے گا یعنی وہ ساری چیزیں ناگوار ہوجائیں گی جو موت کی طرف سے آتی ہیں (۳)، صحابہ کرامؓ نے بہت سی حکومتوں کو خط لکھے اور ان کو اسلام کی طرف بلایا اور ان کے سامنے شرائط رکھیں کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کروگے تو تم کو جزیہ دینا پڑے گا ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہوجاؤ (۴)، جو مبادیات سے محبت نہیں کرتا ان کو منتہا سے بھی محبت نہیں ہوگی، آج دین کے لئے محنت کا جذبہ نکل جانے پر کوئی افسوس نہیں، کوئی پڑھ رہا کوئی نہیں پڑھ رہا اور جو کررہے ہیں وہ اس کو اتنی بڑی بات سمجھ کر نہیں کررہے ہیں بلکہ غلط کررہے ہیں اور صحیح طریقے پر کرنے والے تو بہت ہی کم ملیں گے۔

ایک فریضہ حج کا اندازہ لگاؤ کہ حجاج کرام کس صورت سے نقل وحرکت کررہے ہیں اگر کتاب لے کر پڑتال کی جائے تو ہزار میں ایک مشکل سے ملے گا جو صحیح اصول کے مطابق کررہا ہوگا اور جن کی نمازیں صحیح بھی ہیں ان کے اندر خشوع وخضوع باقی نہیں رہا جو نہیں کرتا ہے جس طرح وہ بے فکر ہے اسی طرح سے کرنے والا بھی بے فکر ہے، سو فیصد تو کرنے والے تھے اور جو کرنے والے تھے اور سو فیصد ہی صحیح طریقے سے کرنیوالے تھے اور سو فیصد کے اندر سو فیصد خشوع وخضوع موجود تھا، ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں سو بدر والوں سے ملا ہوں ہر ایک اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں میں منافقین میں سے تو نہیں ہوں، جتنا لٹ گیا وہ تو لٹ گیا لیکن جو ہوا ہے اس کے متعلق یہ فکر ہے کہ جو کہا جارہا ہے، اس کو صحیح طریقے سے کرلیا جاوے۔

جس طرح بے نمازی مطمئن ہے اسی طرح سے ہم نماز پڑھنے والے بھی مطمئن ہیں، اگرچہ یہ ہماری نمازیں صحیح طریقے کے مطابق نہیں ہیں اور ان کے اندر خشوع وخضوع نہیں ہے، اللہ کو اس بات کی قدرت ہے کہ سب کو نمازی بنادے اور سب کو دین کا کام کرنے والا بنادے، لیکن اللہ رب العزت بغیر اسباب کے اپنی قدرت نہیں استعمال فرمارہے ہیں، اگر اللہ کو لوگوں کے اسلام کی ضرورت ہوتی تو وہ ضرور اسلام پھیلاتے، لوگوں کا اسلام لانا مطیع بننا یہ خدا کی اپنی حاجت نہیں ہے، جتنے دنیا بھر کے انسان ہیں اگر سارے کے سارے تقویٰ والے قلب کے بن جائیں تو خدا کی بڑائی میں اضافہ نہیں ہوگا، اور اگر سارے کے سارے سب سے خراب دل والے بن جائیں تو فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ کی کسی لائن کی

بڑائی میں کچھ فرق نہیں پڑے گا(۵)۔

مسلمان کا اسلامی زندگی اختیار کرنے میں اسی کا نفع ہے اور نہ لینے میں اسی کا نقصان ہے، لہٰذا اسلام انسانوں کے نفع کا ہوا، تو اللہ نے جس طرح سے اور چیزوں کو نفع نقصان کا بتایا ہے اور وہ ان کے لئے اسباب اختیار کرتے ہیں، اسی محنت پر اللہ پاک اپنے نظام کو چلاتے ہیں، تو کھیتی کرنے والے تو حقیقت میں اللہ ہی ہیں انسان تو سبب کے طور پر کچھ کرنے والا ہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس نظام سے وجود میں لاتے ہیں۔

اللہ نے اسلام وایمان کے پھیلنے کے لئے انسانوں کو محنت دی ہے، جب یہ اس محنت کا ثبوت دیں گے تو اللہ رب العزت اپنی قدرت سے اس کو کر کے دکھلائیں گے، اسلام کے ہونے پر جو جنت ملے گی وہ زندگی نہ ہونے پر ہرگز نہ ملے گی، جن کے پاس صرف اقرار ہے ان کو کچھ وقت محنت نہ ہونے کی وجہ سے تکالیف برداشت کرنی پڑے گی اور پھر ایسے میں جو باغی تو نہیں لیکن نافرمان ضرور ہیں اور جو اسلام کا اقرار نہیں کرتے وہ کافر مانے جاویں گے اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دئے جاویں گے(۶)۔

چمکنے کو بھی اسباب پر رکھا ہے، صحابہ کرامؓ نے وہ اسباب اختیار کئے تو وہ دین میں چمکے پھلے، اسلام کے چمکنے کا سبب چیزوں کو قرار نہیں دیا ہے، کہ اتنے مکان اتنی جائیداد اتنا روپیہ وغیرہ ہوگا تو تم کامیاب ہوں گے ورنہ نہیں، پرورش کا یقین مکان سے پیسہ پر سے ہٹ کر اللہ پر یقین آجائے، ایک آدمی کو ایک ہزار روپیہ تنخواہ دے کر کھڑا کر دیا جائے تو چونکہ اس کا اپنا یقین اللہ پر نہیں ہے ہزار روپیہ پر ہے تو اس کی محنت سے ایمان وجود میں نہیں آوے گا، صحابہ کرامؓ کی محنتوں اور ہمارے زمانے کی محنتوں میں یہ فرق ہے کہ انھوں نے اللہ کے حکموں کو ان کی ذات پر یقین کر کے پورا کیا اور ہم اسباب و وسائل کو سامنے رکھ کر چلتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی تنخواہ مقرر نہیں کی تھی، بلکہ اللہ رب العزت کے وعدے یاد دلائے تھے اور انھوں نے ایسے کارنامے کئے کہ ان کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، کسی صحابیؓ نے نکاح کیا اور جو مہر کی رقم مقرر کی تھی وہ اس کو ادا نہیں کر سکتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اتنا مہر کیوں مقرر کرتے ہو کیا زمین سے کھود کر نکال کر دے دوں۔

کچھ دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے دو ساتھیوں کو ایک دبلی سی اونٹنی پر سوار کر کے ایک قبیلہ کی طرف لے جانے کو کہا، تینوں اس حال میں پہنچے اور کہیں چھپ کر بیٹھ گئے، کسی نے دیکھ لیا اور ان پر تیر آکر لگا، انھوں نے اس ڈر سے کہ کہیں خبر نہ ہو جائے حرکت نہیں کی، اس طرح دو تیر اور چلائے اور پھر مطمئن ہو کر کہ آدمی نہیں ہے وہ قبیلہ کا آدمی حلقہ میں چلا گیا، لیکن جب دروازہ بند کرنے لگے تو دیکھا کہ چرواہا نہیں ہے اس نے خود تلاش کرنے کے لئے جانے کا ارادہ کیا اور سب کو منع کر دیا، جب وہ ان صحابیؓ کے برابر سے گزرا تو انھوں نے ایسا تیر مارا کہ اس کے دل پر لگا اور وہ وہیں گر کر مر گیا، پھر انھوں نے اس کا سر کاٹا اور قبیلہ پر حملہ کر دیا(۷)۔

آج مال کا کمانا اتنا بڑا بن گیا ہے کہ سارے کام بعد میں اور پہلا کام مال کمانا ہے، ہمارے ہاں ہر لائن سے یقین

پیسہ پر جما ہوا ہے، صحابہ کرامؓ کے ہاں دیکھا جاوے تو وہ سب کچھ اللہ کے وعدے پر کرتے رہے، ہر طرح کی پریشانیاں برداشت کرتے رہے اور جو خوشخبریاں خدا نے دے رکھی تھی ان کی امید لگائے رہے، صحابہ کرامؓ نے جب ہجرت کی تو ان کو مال چھوڑنا پڑا بعض کو اپنے بیوی بچے چھوڑنے پڑے، لیکن وہ سارے نقصانات کو برداشت کرتے چلے گئے اور اللہ کے حکموں کو پورا کرتے رہے اور اسباب و وسائل کی پرواہ نہ کی، حضرت ابوبکرؓ نے روم پر حملہ کرنے کا مشورہ رکھا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میں تو کئی دن سے اس کو سوچ رہا تھا لیکن سبقت کا اجر آپ کی قسمت میں رکھا تھا (۸)، لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ وہ روم ہے، روم میں لوہا ہی لوہا ہے، اس سے مڈبھیڑ اچھی نہیں لیکن اگر آپ کو روم میں کام کرنا ہی ہے تو چھوٹے چھوٹے دستے بھیجئے جو شب خون کریں، اس سے ایک تو ان کے اندر حوصلہ پیدا ہوگا اور کچھ مال واسباب مل جائے گا (۹)۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ پورے جزیرۂ عرب میں اسلام کے آجانے کے ان کے پاس سامان بہت تھا اور ایمان کسی گوشہ سے خالی نہیں تھا، حضرت عثمانؓ کھڑے ہوئے، آپ مسلمانوں کے لئے شفیق، ناصح اور خیر خواہ ہیں، آپ مسلمانوں کے لئے جس میں خیر خواہی سمجھیں اس کا حکم فرمائیں، اس کے بعد سب کی یہی رائے آنے لگی (۱۰)، حضرت علیؓ خاموش تھے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تم نے رائے نہیں دی، تو حضرت علی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس طرح چاہیں کریں، اللہ کی مدد آپ کے شامل ہے (۱۱)۔

ایمان کی دعوت دینے میں صحابہ کرامؓ کو اپنی جان و مال کا پورا خطرہ ہوتا تھا، دعوت دینے میں ان کو ایک مرتبہ اس طریقہ پر مارا کہ جان کے جانے کا خطرہ ہوگیا اور سر پر بال تھے وہ زخموں اور چوٹوں کی وجہ سے سر سے اکھڑ جاتے تھے، تیرہ سال تک یہی کام چلتا رہا اور ایمان کی تعلیم دیا کرتے تھے، ایمان اور تعلیم اول میں آئیں اور دوسرے فرائض اور زندگی کا نقشہ تعلیم کیا گیا تھا، قران کے شروع میں جنت و دوزخ وغیرہ کے حالات آئے تھے اور صحابہ کرامؓ ان کو پڑھ پڑھ کر اپنے ایمانوں کو مضبوط کیا کرتے تھے اور چار پانچ جگہ ایسی تھی جن میں تعلیم کا انتظام تھا، لوگ مختلف لائنوں سے مکہ میں آیا کرتے تھے، تیرہ سال تک ان میں کام کیا اور مدینہ پاک میں بیٹھ کر ان جگہوں میں اپنے آدمی بھیجے جہاں سے مکہ میں آیا کرتے تھے، پھر مسجد تعمیر کروائی اور اپنے نماز کے ساتھ صلاح مشورہ وغیرہ بھی مسجدوں میں ہوا کرتے تھے (۱۲)۔

کتنے ایسے سفر ہیں جن میں جنگ نہیں ملے گی صرف دعوت ہی کے لئے بھیجا گیا مکہ میں تو چھپ کر نماز پڑھی جاتی تھی اور تعلیم ہوتی تھی اور آنے والوں کو مہمان نوازی کے لئے تقسیم کیا جاتا تھا لیکن مدینہ منورہ پہنچ کر نماز، تعلیم وغیرہ اور دوسرے مشورہ مسجد ہی میں ہوا کرتے تھے اور مسجدوں سے مختلف علاقوں کے لئے وفود بھیجے جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے عرب کو جو دین دار بنایا ہے وہ اپنے آدمی تعلیم کے لئے بٹھا کر نہیں بلکہ دعوت کے ذریعہ سے ان کو بلایا کرتے، نماز، تعلیم وغیرہ پر لگاتے، جب باہر سے لوگ آتے تو مدینہ طیبہ والے ان کو کھلاتے تھے اور ان کی تعلیم وغیرہ کی کوشش کرتے تھے، ان کی کمائیاں تھوڑی رہ گئی تھیں، سارے عرب کا نقشہ تو اور تھا لیکن مدینہ منورہ والے صحابہ کرامؓ کے مال اور ان کی جان ان

پر لگ رہی تھی، صحابہ کرامؓ عراق وشام وغیرہ میں پہنچے اوران کی برکت سے آج وہاں اسلام ہے(۱۳)۔

جب مسلمان ایمان کے لئے اٹھے تو اللہ پاک نے ان کے سارے نقشے ٹھیک کردئے، انھوں نے تو غیر مسلموں کو اسلام پر لا کھڑا کیا اور ہم سے اتنا بھی نہیں ہوسکتا کہ محلہ کے بے نمازیوں کو مسجد میں نماز کے لئے لاویں، دین کی ساری چیزیں جو کی جارہی ہیں ان پر اجر وثواب ضرور ملے گا،لیکن پورا اسلام زندگیوں میں نہیں آئے گا، کام تو آپ صاحبان کو اپنے علاقے ہی میں کرنا ہے لیکن اول اس کے اندر کچھ وقت لگا کر اس کے طریقوں کو سیکھ لیا جائے، پھر سال بھر چلہ کا ضابطہ بنالو ہر ماہ تین دن کے لئے باہر نکل جاؤ اور ہر ہفتہ سب جمع ہو کر اس کام کو کرلیا کرو۔

مدرسہ میں بچوں کو سکھانے سے زیادہ ان کے سکھانے کی اہمیت ہے جو بڑی عمر کے ہیں، اس لئے کہ بچے تو بالغ ہونے کے بعد کریں گے اور ان پر فوری طور پر دین کا سیکھنا ضروری ہے اگر ہم سوچیں اور رواج کی پرواہ نہ کریں تو سال کا چلہ لگالینا کوئی مشکل چیز نہیں ہے اور مقام پر اور گرد ونواح میں کام ہوتا ہی رہا کرے، کون کون اس بات کے لئے تیار ہے کہ اپنی مساجد کو اس طرح آباد کرے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھیں؟

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۲۳

(۲) زادالمعاد صفحہ ۱۷۲ جلد ۳

(۳) کنزالعمال صفحہ ۱۳۲ جلد ۱۱

(۴) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۸۳ جلد ۱

(۵) کنزالعمال صفحہ ۹۲۵ جلد ۱۵

(۶) سورۃ البقرہ: ۱۶۰، ۱۶۱

(۷) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۱۱۷، ۱۲۷ جلد ۱

(۸) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۵۷ جلد ۱

(۹) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۵۸ جلد ۱

(۱۰) حوالہ سابق

(۱۱) حوالہ سابق

(۱۲) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳ جلد ۳

(۱۳) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۴۹ تا ۲۵۷ جلد ۲

جان فرائض خداوندی میں نہ لگے تو کمالات پیدا نہیں ہوتے

{۱۰؍رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۱؍جنوری ۱۹۵۷ء، بعد نماز فجر}

اقتباس

اللہ پاک کا کام کسی پر موقوف تو ہے نہیں جو قربانی دیتا ہے اللہ پاک اسی کو قبول فرمالیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث موجود ہیں، ہر نبی کی محنت کا استقبال پس ماندہ طبقہ نے کیا ہے، تمام زمانوں کے اندر اس طبقہ کو جو پست سمجھا جاتا تھا عام طور پر وہی آگے بڑھا اور وہی نبیوں سے متعارف ہوا اور پھر مالداروں نے ٹھٹھے اڑائے کہ کیا ان کو دین کی دولت دی گئی ہے؟ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے میں جو لوگ بڑے شمار کئے جاتے تھے انھوں نے ان سے کہا جو کمزور سمجھے جاتے تھے کیا تم اس پر یقین کرتے ہو کہ صالح علیہ السلام خدا کے نبی ہیں، انھوں نے کہا کہ بے شک ہم ایسا ہی یقین کرتے ہیں، لیکن انھوں نے کہا ہم تو نہیں کرتے اور بعض پسماندہ طبقہ قیامت میں عرض کریں گے ان مالداروں کو اے اللہ! دہرا عذاب دے کہ ان ہی کی وجہ سے ہم دین کی دولت سے محروم رہ گئے، ارشاد فرمایا کہ غربا کے لئے خوشخبری ہے، تو عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غربا کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غربا وہ لوگ ہیں جو دین میں کمزوری آجانے پر اس کی برتری وسربلندی کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

خالی تاجروں کو بلایا جاوے تو سمجھ میں یہ آتا ہے کہ کچھ روپیئے پیسے کی ضرورت ہے، تاجر صاحبان خیر کے جتنے کام ہیں ان کو اپنا محتاج سمجھتے ہیں اور اپنے کو ہونہار سمجھتے ہیں کہ خیر کے شعبہ ہم سے چل رہے ہیں، اس واسطے اس بات کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے، دولائنیں ہیں تاجروں کو جو تاجر کہہ کر بلاتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی خاص ایسی بات ہے جس کا تعلق خاص تاجروں ہی سے ہے، اس بات کا تعلق حاکموں سے مالداروں سے، مزدوروں سے، سب سے ہے، عمومی طور پر اکٹھا کر کے جب بات کی جاتی ہے تو خواص طبقہ اسے زیادہ زمہ داری سے اپنے اوپر نہیں لیتا ہے، اس لئے کہ عام مجمع میں مزدور اور غریب طبقہ زیادہ ہے اور اٹھتا ہے تو تاجر اور اونچا طبقہ اس کام کو غریبوں مزدوروں کا کام سمجھنے لگتا ہے۔

اور اللہ پاک کا کام کسی پر موقوف تو ہے نہیں جو قربانی دیتا ہے اللہ پاک اسی کو قبول فرمالیتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث موجود ہیں، ہر نبی کی محنت کا استقبال پس ماندہ طبقہ نے کیا ہے، تمام زمانوں کے اندر اس طبقہ کو جو پست سمجھا جاتا

تھا عام طور پر وہی آگے بڑھا اور وہی نبیوں سے متعارف ہوا اور پھر مالداروں نے ٹھٹھے اڑائے کہ کیا ان کو دین کی دولت دی گئی ہے؟ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے میں جو لوگ بڑے شمار کئے جاتے تھے انھوں نے ان سے کہا جو کمزور سمجھے جاتے تھے کیا تم اس پر یقین کرتے ہو کہ صالح علیہ السلام خدا کے نبی ہیں، انھوں نے کہا کہ بے شک ہم ایسا ہی یقین کرتے ہیں، لیکن انھوں نے کہا ہم تو نہیں کرتے (۱) اور بعض پسماندہ طبقہ قیامت میں عرض کریں گے ان مالداروں کو اے اللہ! دہرا عذاب دے کہ ان ہی کی وجہ سے ہم دین کی دولت سے محروم رہ گئے (۲)، ارشاد فرمایا کہ غربا کے لئے خوشخبری ہے، تو عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غربا کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غربا وہ لوگ ہیں جو دین میں کمزوری آجانے پر اس کی برتری و سربلندی کے لئے کوشش کرتے ہیں (۳)، غرض یہ کہ تاجروں، مالداروں سے علیحدہ بات اس وجہ سے کہی جاتی ہے کہ وہ غربا کے ساتھ جمع نہیں ہوتے، ورنہ بات وہی ہے، اگر مالداروں سے کہا جائے کہ فلاں آدمی مر گیا ہے تم قبر کھودو تو ماتھے پر بل پڑ جائیں گے، حالانکہ قبر کھودنے پر اجر وثواب غریب کے ساتھ خاص نہیں ہے (۴)، بلکہ جو بھی جانی لائن سے اپنے کو ان کاموں میں لگائے گا ثواب پائے گا، جب انسان کی جان فرائض خداوندی میں نہیں لگتی ہے، اس کی جان میں کمالات نہیں پیدا ہوتے، ہاں مال لگنے کی وجہ سے اگر وہ اخلاص کے ساتھ لگائے گا تو وہ جنتی ضرور ہو جائے گا۔

میں نے کسی کو قران پاک خرید کر دے دیا اور اس نے پڑھا تو مال کے راستے سے بھی ثواب ملے گا، مال دار ہونے کی وجہ سے ان پر تاجروں کی جان دین کے لئے لگ رہی ہے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بڑے مال دار تھے، حضرت عثمانؓ بھی بہت مال دار تھے، ان حضرات نے خدا کے نام پر بہت بڑے بڑے اخراجات کئے، عبدالرحمنؓ نے تیس ہزار خاندانوں کو خرید کر آزاد کیا، پندرہ سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ خدا کی راہ میں خرچ کئے اور اس کے علاوہ بہت زیادہ اخراجات کئے (۵)، غزوہ تبوک میں تہائی لشکر کا پورا خرچ حضرت عثمانؓ نے اپنے ذمہ لے لیا اور وہ دس ہزار آدمی تھے (۶)، کوئی غزوہ ایسا نہیں جس میں ان حضرات کی جان و مال نہ لگا ہو، لکھ پتیوں کو طعنہ دیا تو اس بات پر دیا کہ تم فلاں موقع پر فلاں غزوہ میں نہیں تھے، تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خود چھوڑا تھا اور مال غنیمت میں میرا حصہ لگایا تھا (۷)۔

اور ایک موقع پر غریب لوگ آئے اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالدار تو ہم سے اجر وثواب میں آگے بڑھ گئے، جہاں ہم جان خرچ کرتے ہیں یہ بھی جان خرچ کرتے ہیں اور مزید مال بھی اتنا خرچ کرتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ الحمدللہ، لا الہ الا اللہ اللہ اکبر کا ذکر بتایا، جب مالدروں کو خبر لگی تو انھوں نے بھی شروع کر دیا، غریبوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر شکایت کی اور ان کی منشاء تھی کہ مالدار اس عمل سے روک دئے جائیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اللہ کا فضل ہے جس کو بھی مرحمت فرمائیں (۸)۔

ایک زمانہ تو وہ تھا کہ مالدار لوگ جان کے سارے عملوں میں شریک رہتے تھے اور مال بھی دل کھول کر خرچ کیا کرتے تھے، لیکن آج مالداروں نے جانی عملوں سے کمی اختیار کر رکھی ہے، گویا آخرت کے اعتبار سے یہ غرباء میں آرہے ہیں، اس لئے اکٹھا کر کے کہہ رہے ہیں کہ جانی لائین کی ترقیات مالی لائین کی ترقیات سے کم نہیں ہے اگر ہم اسی مال کو دین پر لگا کر

ترقی کر سکتے ہیں، حضرت عبدالرحمنؓ نے ایک مرتبہ بہت سارا خرچ کیا اور صورت یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ گھر میں تشریف فرما ہیں، ایک دم شور ہوا، اب تحقیق کرایا تو پتہ لگا کہ ایک قافلہ حضرت عبدالرحمنؓ کا ملک شام سے ایسا آتا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں آیا، منتہاءِ نظر تک قافلہ پھیلا ہوا دیکھ کر بے ساختہ تکبیر زبان پر آ گئی، سن کر حضرت عائشہؓ زیادہ خوش نہیں ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ اللہ عبدالرحمنؓ پر رحم کرے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا کہ جنت میں گھسٹتے ہوئے جائیں گے۔

یہ خبر پا کر حضرت عبدالرحمنؓ نے وہ سارا مال غربا، مساکین، اور مسافروں اور اللہ کے راستے میں کوشش کرنے والوں کو دیدیا (۹)، اس امید میں کہ میں بھی جنت میں گھسٹتا ہوا نہ جاؤں، بلکہ کھڑے کھڑے جاؤں، اس طرح عبدالرحمنؓ نے ایک بہت بڑا صدقہ کیا، تو لوگ تعجب کرنے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے فقراءِ مہاجرین میں سے کسی کی کوئی چیز ہاتھ سے گر جائے اور وہ اس کا دھیان کرے اور کہے کہ ہائے میری لکڑی اور مڑ کر دیکھا تو فوراً مل گئی، اس تھوڑی دیر کی گھبراہٹ پر اللہ تعالیٰ کے یہاں جو انعامات ملیں گے وہ عبدالرحمنؓ کے صدقہ سے اللہ کے نزدیک زیادہ ہوں گے (۱۰)۔

آپ حضرات کو اکٹھا اس وجہ سے کیا ہے کہ جو بھی اس خالی لاش پر عمل نہیں کر رہا ہے وہ کرے ابھی موقع ہے، جس طرح نماز اور زکوٰۃ کے درمیان میں فرق ہے اور نماز زکوٰۃ سے اونچا فریضہ ہے ایک غریب جان لگاتا ہے اور مال نہ ہونے کی وجہ سے مال نہ لگاوے تو وہ معذور قرار دیا جائے گا، لیکن مالدار صرف مال لگائے جان نہ لگائے، تو وہ اللہ کے یہاں معذور نہیں سمجھا جاوے گا، یہ معذور بالکل نہیں سمجھا جائے گا، اس لئے کہ اس کے پاس جان تھی اور جب جان نہ رہے یعنی کوئی مر جائے تو وہ مال بھی اس کا نہیں رہا، مالدار کے معنی وہ جان جس کے پاس مال ہے، مال رکھنے والے انسان کو مال دار کہا جاتا ہے، دو لائن میں ایک تو وہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر دین بتایا ہے، تجارت، زراعت، معاشرت وغیرہ کو دین بتایا اس لائن کے جانی فرائض بھی ہیں اور مالی بھی اور دوسری لائن یہ ہے کہ ایک محنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی اس محنت سے ان شعبوں میں دین آئے گا۔

دنیا میں جتنے شعبے ہیں وہ دین کے نقشے پر بھی چل سکتے ہیں اور بددینی کے نقشے پر بھی خواہ حکومت ہو تجارت ہو زراعت ہو ہر شعبہ ان اصولوں پر بھی چلتا ہے جو اللہ کے نزدیک مردود ہیں اور ان پر بھی چل سکتا ہے کہ اللہ خوش ہو جائیں اور ایک یہ ہے کہ ہم تجارت، زراعت کریں تاکہ ہمارا مال بڑھ جائے عزت مل جائے اس کے لئے اس اعلان کی ضرورت نہیں جو ذرہ بھر راضی کرنے والے ہیں، اللہ کو راضی کرنے کے لئے جو اصول سمجھائے گئے انسانیت میں تجویز کئے جاتے ہیں ان کا نام تو دین ہے اور جو دوسری چیزوں کو سامنے رکھ کر کئے جاتے ہیں وہ دنیا ہے، حکومت، تجارت، زراعت وغیرہ نہ قابل نعمت ہیں نہ قابل زحمت بلکہ ان کے چلانے کے اصولوں کو دیکھا جائے گا، اگر غیر خدا کو سامنے رکھ کر شعبہ کو چلایا گیا تو مردود ہو جائے گا اور وہ خدا کو سامنے رکھ کر کیا گیا تو وہ خدا کی رحمتیں اتروانے والا ہو گا، سارے شعبے ان اعمال سے ہٹ جائیں جو خدا کو راضی کرنے والے ہیں اور ان پر پڑ جائیں جو خدا کو ناراض کرنے والے ہیں تو پھر شعبہ خدا سے دور کرنے والا بن جائے گا اور اگر وہ اصول اختیار کئے جائیں جو خدا کو راضی کرنے والے ہیں تو یہ دین بن جائے گا۔

آتا ہے کہ سچے تاجر شہدا کے ساتھ اٹھائے جائیں گے (۱۱)، ایسا آدمی آخرت میں بری بڑی جنت لے لے گا اور اس

دنیا میں بڑی بڑی مددیں لے گا، اگر حکومت بھی اللہ کے اصولوں پر آ جائے تو حکومت کی لائن میں بھی ایک آدمی اللہ کی نصرت حاصل کرے گا، جب یہ شعبہ دونوں نقشوں پر چلے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک محنت قائم کی کہ جانی فرائض کو ادا کرو، جانی فرائض میں نماز ہے، روزہ ہے، خدمت گزاری ہے، علم کا حاصل کرنا وغیرہ ہے، یہ بات جب آئے گی کہ جان لگا کر اگر سارے شعبوں میں آدمی ان کے اصولوں کی تحقیق کر کے اس کے لئے محنت کرے، اس کے ذریعہ بات آئے گی کہ اگر سارے شعبوں کے لئے محنت نہ کر سکے تو کم از کم اس شعبے کے اندر محنت کرے تا کہ خدائی اصول اس شعبے میں آجائیں اور اس خاص شعبے کے علاوہ جانی و مالی لائن سے دوسرے فرائض بھی آتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لئے ایک محنت دی ہے تا کہ ہم اپنے کو ان شعبوں میں ایسا نہ الجھائیں کہ سارے سال ہم تجارت ہی کرتے رہیں بلکہ تاجروں کے لئے جان و مال کے حصہ کرا دیئے گئے کہ جان کا اتنا حصہ لگاؤ، سارے انبیاء علیہم السلام مختلف شعبوں میں آیا کرتے تھے اور ہر ایک نبی اس شعبے والوں کو طریقہ بتلاتا تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو مکمل محنت دی گئی اور آپ کے بعد دین کے فروغ کے لئے اسی طرح محنت کرنا ان کے ذمہ کر دیا تھا جس طرح وہ جان مال لگاتے تھے، حضرات انبیاء کرام ؑ فرمایا کرتے تھے کہ میری محنت کا معاوضہ تم پر نہیں ہے میں تو اپنا اجر وثواب اللہ سے لےلوں گا (١٢)، پہلے نبی علاقائی، قومی طور پر آتے تھے۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کے تاجروں، کاشتکاروں، حاکموں، محکوموں وغیرہ کے لئے تشریف لائے، اس وجہ سے آپ کی محنت پہلے انبیاء علیہم السلام کی محنت سے ممتاز ہوگئی، جب کوئی محنت زیادہ دائرہ میں کی جاتی ہے تو اس میں خود بھی کرنا پڑتا تھا، ٢٥، ٣٠ سفر تو آپ نے خود کئے اور ١٠٠، ١٢٥ سفر آپ نے دوسروں سے کرائے، ختم نبوت کیا ہے، آپ کی ذات سے محنت کرنا تو ختم ہو گیا لیکن کرانا باقی ہے، آپ اپنی امت کو مالہ اور ماعلیہ بتلا رہے ہیں، فرماتے ہیں اگر تم یہ محنت کرتے رہو گے جس پر میں تم کو چھوڑ کر جا رہا ہوں تو تم پھلتے پھولتے رہو گے (١٣)، جس طرح آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو ہمیں علاقوں میں محنت کرنے کا حکم فرمایا، محنت کرانے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ اسی طرح سے کھلا ہوا ہے جس طرح ان کے زمانے میں کھلا ہوا تھا۔

حضرات صحابہ کرامؓ بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لے جایا کرتے تھے اور بڑی بڑی مددیں ان کی شامل حال ہوا کرتی تھیں، اسی طرح سے آج بھی کوئی محنت کرے تو اس کے بھی ساتھ اسی طرح کی مددیں ہو سکتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کروانے والے تھے اور ہم کرنے والے تھے تو جو کرامتیں اس زمانے والوں کے ساتھ ہوا کرتی تھیں اسی طرح کی مددوں سے اللہ نوازدیں گے اس زمانے کے لوگوں کو بھی اس لئے کہ کرانا ختم نہیں ہوا، اس لئے صحابہ کرامؓ سے کرایا اور آج ہم سے اس کا مطالبہ ہے، وہ حدیثیں کتابوں میں موجود ہیں، صبح کو نکلنا خدا کے راستے میں یا ایک شام کو خدا کے راستے میں نکلنا، دنیا سے اور جو کچھ دنیا کے اندر ہے اس سے زیادہ قیمتی ہے (١٤)، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ کرنے میں یہ اصول اختیار کیا تھا کہ اس قافلہ کے پہلے امیر زیدؓ ہیں، اگر یہ قتل ہو جائیں تو جعفرؓ اور وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو بھی اپنا امیر منتخب کر لیں، یہ سن کر ایک آدمی نے کہا کہ یہ سب قتل ہو جائیں گے۔

زید بن حارثہؓ نے اس کو جھڑک دیا (۱۵) لیکن عبداللہ بن رواحہؓ خود یہ خیال کر کے کہ پھر اس کا موقعہ نہیں ہوگا، آج جمعہ کا دن ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے مسجد نبوی میں جمعہ کی نماز ادا کرتا چلوں، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ تم نے جمعہ کی نماز کو تو دیکھا اور اللہ کے راستے کے نکلنے کو نہیں دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ تم ساری دنیا کا مال اللہ کے راستے میں لٹا دو اس درجہ ثواب حاصل نہیں کر سکتے جو انھوں نے حاصل کیا ہے (۱۶) اور کہا اللہ تعالی سے ہم عرض کرتے ہیں کہ تم خواہ ہم کو روٹی بھی نہ کھلاؤ لیکن تم اللہ کی راہ میں نکل جاؤ تو یہ کام نہایت مقبول ہوگا۔

سارے شعبوں کا اس طرح اور خدا کی مرضی کے مطابق ہونا اس وقت ہوگا جب سب دین کے لئے محنت کرنے کے فریضے کو اپنے ذمہ سمجھیں، جس طرح سے ہم نماز پڑھتے روزہ رکھتے ہیں اسی طرح سے ہم دین کے لئے محنت کرنے والے بن جاویں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایسا ارشاد ہے کہ میں اپنی امت کو تجارت، زراعت پر ڈالنے نہیں آیا، بلکہ اپنی امت کو دین کی محنت پر ڈالنے آیا ہوں (۱۷)، دین مٹ رہا ہے نبی اور فرشتے نہیں آئیں گے، دین کے پھیلانے کے لئے اس کے لئے ہم سب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ عمر میں چار مہینے سال میں چلہ، مہینے میں تین دن اور ہفتہ میں دو گشت کریں اور صبح وشام اپنا وقت تعلیم میں لگاویں اور تسبیحات وغیرہ کا صبح شام اہتمام کریں۔

---

(۱) الاعراف:۷۵
(۲) الاحزاب:۶۸
(۳) کنز العمال صفحہ ۲۳۹ جلد ۱
(۴) مجمع الزوائد صفحہ ۸ جلد ۲
(۵) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۹۶ جلد ۲
(۶) رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۳۶ جلد ۱
(۷) مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۶ جلد ۷
(۸) مجمع الزوائد صفحہ ۱۰۱ جلد ۱۰
(۹) کنز العمال صفحہ ۲۲۴ جلد ۱۳
(۱۰) تاریخ دمشق صفحہ ۲۶۹ جلد ۳۵
(۱۱) کنز العمال صفحہ ۷ جلد ۴
(۱۲) الشعراء:۱۰۹
(۱۳) کنز العمال صفحہ ۱۸۷ جلد ۱
(۱۴) مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۹ جلد ۵
(۱۵) السیرۃ النبویہ لابن کثیر صفحہ ۴۵۵، ۴۵۶ جلد ۳
(۱۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۹۵ جلد ۱
(۱۷) مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۴ جلد ۱

2/4

قدرت خاصہ سے فائدہ اٹھانا نبیوں کی لائن ہے

{۱۱رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۹۵۷ء، بعد نماز فجر}

اقتباس

ذات باری تعالیٰ سے استفادہ کے طریقے جب تم اختیار کروگے تو پہلا کام یہ ہوگا کہ اس عالم کے خونی افتراقی حالات بدل جاویں گے اور درست ہوتے چلے جاویں گے اور یہی نہیں کہ یہ منتہائے اثر ہے بلکہ یہ تو ضمنی اثر ہے کہ اس عالم کے حالات بدل جاویں گے، جس کو سارے عالم کے انسان درست نہیں کر سکتے اور مرنے کے بعد ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق عطا فرماویں گے، کسی کو اس زمین وآسمان سے دس گنی، کسی کو دوگنی، کسی کو ہزار گنی اور کسی کو لاکھ گنا، کامیابی حاصل کرنے کے لئے جنھوں نے خدا کے طریقوں کو اختیار کیا اور ان کے لئے قربانیاں پیش کیں ایسے انسان اس عالم میں سب سے پہلے حالات کی تبدیلی کا ذریعہ بنیں گے اور ان کو ان کے عالم میں بہت کچھ ملے گا، انسان خدا کا خلیفہ چیزوں سے نہیں بنتا بلکہ انسان کی انسانیت کا خرچ کے خدائی طریقوں کو خلافت کہا جاتا ہے، بدن انسانی سے نکلنے والے خدائی طریقوں کا نام خلافت ہے، جو رحمت خداوندیہ کے دروازے کھلواتے ہیں۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد خطبہ ماثورہ کے قرآن پاک کی آیت وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً، قَالُوْٓا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ، وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ، قَالَ إِنِّيْٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔(۱)

تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا:

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

دنیا میں جتنے انسان ہیں وہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے محنت کرتے ہیں، اجتماعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی، لیکن ہر محنت کرنے والا کامیاب نہیں بنتا، جس کی محنت واقع کے مطابق ہوتی ہے وہ کامیاب اور دوسرا ناکام ہوتا ہے، محنت کے دوران میں ایک آدمی نہیں سمجھ سکتا ہے کہ صحیح ہے یا غلط، جب کرتا ہے تو صحیح سمجھ کر ہی کرتا ہے، لیکن محنتوں کے ختم ہو جانے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کس کی محنت صحیح تھی اور کس کی غلط اور اللہ نے قیامت کا دن فیصلہ کا قرار دیا ہے، میدان حشر میں اللہ

رب العزت سب کو اپنے سامنے کھڑا کر کے فیصلہ فرماویں گے کہ کس کی صحیح اور کس کی غلط محنت تھی ، اللہ نے فضل فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کو بھیجا تا کہ وہ اس دنیا میں بتاویں کہ کونسی محنت صحیح ہے اور کونسی غلط محنت ہے۔

عقلمندی کی بات یہ ہے کہ محنت لگنے سے پہلے کامیابی کی تحقیق کرے اور اس کی حقیقت کو تحقیق کر کے ان بنیادوں میں لگے جو حقیقی کامیابی پر پہنچاتی ہو اور جو انسان ان دو حقیقتوں کے بغیر محنت کرے گا اس کی محنت غلط ہوگی اور نتیجہ اس کے خلاف آوے گا، کامیابی کیا ہے؟ حق تعالیٰ نے انسان کے اندر کچھ تقاضے رکھے ہیں ان تقاضوں کا پورا ہونا اور پورا ہی ہوتے رہنا کامیابی ہے، اس میں ہزاروں تقاضے ہیں جو خدا نے انسان کے اندر بھرے ہیں، کھانے پینے، عزت جاہ شہرت، وغیرہ، کامیابی بھی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک تو کچھ وقت کے لئے کھانا مل جاوے، اور اس کے بعد کا وقت چونکہ سامنے نہیں ہے اس وجہ سے وہ اس کو استقلالی کامیابی سمجھ لیتے ہیں۔

آج کی کامیابی اگر کل کی ناکامی بن رہے تو ناکامی کہلاوے گی، اللہ نے انسان کے اندر بہت سے تقاضے رکھے ہیں اگر ان سب کو پورا کیا جاوے تو ان سب کے پورا کرنے کے لئے سارا عالم ناکافی ہے، جتنی کامیابی اللہ دیتے جاتے ہیں اس کے دینے کے واسطے پورا عالم ناکافی ہے، یہ عالم کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے محنت کی جگہ ہے، جس کی محنت صحیح ہو جاوے گی وہ کامیابی کی حقیقت تک پہنچ جاوے گا اور اتنی اتنی کامیابیوں سے نوازیں گے کہ ایک ایک آدمی جتنی کامیابیاں مرحمت فرمائیں گے ان کے مقابلہ میں پورا عالم ایک مچھر کے پر کے برابر حیثیت نہیں رکھتا (۲)، انسان کھانا پینا، عیش، حفاظت چاہنے والا ہے اور اللہ دینے والے ہیں، اللہ کی ذات افادہ کے لئے اور انسان کی ذات استفادہ کے لئے ہے۔

لیکن انسان اس عالم میں آ کر ایسا ہو گیا کہ اس کے اور اس کے مولیٰ کے درمیان میں پردے پڑ گئے اور انسان کو اپنے سے ماسوا سے کامیابی دکھائی دینے لگی ہے، انسان کی کامیابی ہے اگر وہ ماسوا اس سے بڑھیا ہے اور وہ یہ انسان ناکام ہے، اگر وہ انسان کو ماسوا ہے، ساری کائنات چاند، سورج، ہوا پانی وغیرہ ساری چیزوں کو ایک فرد واحد سے گھٹیا بنایا ہے اور گھٹیا کس وجہ سے ہے؟ اور انسان بڑھیا کس وجہ سے ہے؟ انسان باعتبار انسان ہونے کے اپنے اندر وہ استعداد رکھتا ہے خدا سے لینے کی جو ساری کائنات مل کر خدا سے نہیں لے سکتی، یہ انسان اگر لینے پر آویں تو ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ رقبہ، سورج سے زیادہ روشنی لینے والا بنتا ہے، دوسری مخلوقات تو بعض بعض ذرائع سے اللہ کے خزانے سے لینے والی ہیں، سورج روشنی لیتا ہے، زمین پھل غلہ وغیرہ لیتی ہے، جانور دودھ گھی وغیرہ لیتے ہیں، لیکن انسان خدا سے ہر لائن سے لینے والا ہے، مخلوق خدا کے خزانے سے لیتی ہے اور انسان اس سے جوڑ بٹھا کر لیتا ہے تو محدود لیتی ہے اور ختم ہو جانے والا لیتی ہے، لیکن جو براہ راست خدا کے خزانوں سے لیتا ہے تو لامحدود طریقے سے لیتا ہے اور کبھی نہ ختم ہونے والے خزانوں سے لیتا ہے، ساری کائنات تو انسان سے نیچے ہے اور انسان خدا سے نیچے ہے، انسان خدا کے خزانوں سے خدا کے رحم کرم لطف وغیرہ خدا کے سننے دیکھنے حلم وغیرہ میں سے لے لیتا ہے، غرض کہ خدا کی تمام صفات خداوندی سے اپنے اندر کھینچتا ہے، چونکہ انسان خدا کے خزانوں سے لینے کے جامعیت اور کمائی رکھتا ہے، اس وجہ سے ساری کائنات اس کے قدموں کے نیچے چلی

آتی ہے، فانی کو باقی اور محدود کو لامحدود کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔

انسان محتاج تو ہے، اسے کسی کا سہارا تو لینا پڑے گا، ایک صورت تو یہ ہے کہ ایسی ذات کے ساتھ وابستگی حاصل کی جاوے کہ تمام لائنوں کے خزانے اس کے لئے کھل جائیں، اس صورت میں کائنات کی ہر ذات اس کا مرتبہ دیکھنے والی ہوگی، چاند سورج زمین وغیرہ کے محکمے اس کو دیکھ کر چلائے جائیں گے تمام ظاہری اور باطنی مشاہد اور غیر مشاہد تمام ذاتوں کو جھکا کر اس کے قدموں کے نیچے کر دیا جاتا ہے، پھر ان کی گریہ وزاری تمام کائنات پر اثر ڈالتی ہے اور یہ اللہ کا خلیفہ بن جاتا ہے۔

اگر اللہ کے انتخاب کی بجائے کسی اور ذات کا انتخاب کرے گا وہ ذات اس کے اور خدا کے درمیان حجاب بن جائے گی اور اس ایک ذات سے کام بنے گا نہیں، اس ایک ذات میں جتنا تھوڑا سا ہے وہ اس کو ملے گا اور باقی ضرورتوں کے لئے دوسری ذاتوں کی طرف جانا پڑے گا اور وہ ذاتیں خدا کے احکامات کو لیں گی اور یہ انسان خدا کی ذات سے جو مضار نکل رہے ہیں یہ انسان ان سے دو چار ہوتا رہے گا اور یہ خالی ہاتھ کھڑا رہ جائے گا، ذات کا ذات سے تبادلہ کرے گا، کبھی سونے کو غلہ سے، کبھی غلہ کو کپڑے سے اور لکڑی سے، اللہ نے کسی ذات میں کچھ رکھا ہے اور کسی میں کچھ رکھا ہے، ایک ذات بھی ایسی نہیں جو ساری حوائج کے لئے کافی ہو جائے، ایک وقت میں وہ صرف ایک ذات پر محنت کر سکتا ہے اور ایک وقت میں وہ لاکھوں ذاتوں پر محنت نہیں کر سکے گا، جس سے ان کی حوائج کا انتظام دکھائی دیتا ہے، اسی طرح محنت کرتا رہے گا یہاں تک کہ یہ ناکام ایک دن خدا کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔

صرف خدا کی ایک ذات ایسی ہے کہ اگر اس سے استفادہ کی لائن قائم کر لی جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے رہے گی، اس کے قبضہ میں ساری کائنات ہے، اس ذات کو کسی ذات کے بدلے میں دینا نہیں پڑے بلکہ ساری ذاتیں جو اس ذات سے چل رہی ہیں اور جتنی ذاتوں کی صفات خدا کی صفات لے رہی ہیں وہ سب کھنچ کر چلی آئیں گی، انسان اگر زمین سے خزانہ نکالتا ہے تو زمین اونچی ہے اور انسان نیچا، اگر ہم لوہے لکڑی جانور وغیرہ سے لینے والے ہیں تو یہ اونچے ہیں اور ہم نیچے، انسان اگر خدا کی ذات سے فائدہ حاصل کرنے والا بن جائے تو خدا کی ذات احاطہ سے باہر خزانے لامحدود انھیں کے خزانے سے دنیا چل رہی ہے، انسان یہاں بھی دھوکے میں ہے۔

ایک چیزوں کی لائن، ایک حالات کی لائن، ایک طرف پیٹ بھرنا، ذلت، سیرابی، محبت، بیماری، خوف، ضعف، قوت وغیرہ کے حالات آرہے ہیں اور ایک طرف چیزیں آرہی ہیں، چیزیں اور حالات لازم وملزوم نہیں ہیں، کبھی چیزیں ہوتی ہیں، حالات خراب ہوتے جاتے ہیں اور کبھی چیزیں نہیں ہوتیں اور حالات اچھے ہوتے جاتے ہیں، اگر کامیابی اور چیز ایک ہوتی تو چیزوں والے کبھی ناکام نہیں ہوتے، انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے ذریعہ خدا نے ہمیں یہ بات بتلائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک ان کے پاس نہیں، مال ان کے پاس نہیں، لیکن وہ کامیاب تھے، ان کی اسکیمیں آج تک چل رہی ہیں اور حکومت نمرود یہ جس کے پاس ساری چیزیں تھیں، ناکام ہو گئیں، حالات اور چیزیں ایسی ہیں جیسے برتن اور برتن کے اندر کی چیز، جس کے پاس برتن ہو ضروری نہیں ہے کہ اس کے پاس اندر کی چیز ضرور آجائے، برتن پر دودھ نہیں ملتا،

آپ دودھ کی سمت دیجئے، اگر آپ کے پاس برتن نہیں اس کے برتن میں لیجئے۔

چیزوں کے لینے کو حالات کا لینا قرار نہیں دیا، جو انسان خدا کی ذات کو سامنے رکھ کر اس سے لینے والی لائنوں پر اپنے کو ڈالیں گے ان کے حالات کو درست فرمائیں گے جو چیزوں کے ذریعے حالات کو درست کرنا چاہیں نہ معلوم ان سے یہ چیزیں کب چھین لی جائیں اور ان کے حالات کو بگاڑ دیں، اللہ نے انسان کو اس دنیا میں اپنی ذات سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے بھیجا ہے اور خدا کی ذات کی لائن میں جتنے خزانے ہیں ہر خزانے سے انسان میں لینے کی استعداد رکھی ہے، انسان میں جو استعداد اور جواہر رکھے ہیں ان کا تعارف لفظ خلیفہ میں ہے، جب یہ غیر خدا کو مقصد بنا کر، غیر میں اسے جو نظر آتا ہے اس پر اپنے کو ڈالتا ہے، تو اس کے اندر کی استعداد ضائع ہو جاتی ہے، غیروں کی شکلیں تو بہت اچھی اچھی بن جائیں گی زمین بہت اچھے اچھے نقشوں پر آجائے گی، لیکن جب انسان اپنی خصوصیات چھوڑ دے گا تو ان سے حالات کی خرابی دنیا میں آئے گی، درستگی نہیں آئے گی۔

دو قسم کے انسان ہیں ایک وہ جو خدا کی ذات سے استفادہ کو اپنا مقصد بنا لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو ماسوا اللہ پر محنت کر کے اپنے کو ضائع کرتے ہیں، فرشتوں نے اس آیت میں خراب انسانوں کا تذکرہ کیا ہے (۳) اور دوسرے کا خدا نے کیا ہے، اللہ سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے انسان کو خدا نے طریقہ بتایا ہے اللہ نے ہر انسان کو اپنی صفات میں سے کچھ کچھ صفات مرحمت فرمائی ہیں، صفات کا فیضان فرمایا ہے، اللہ کی ذات، اللہ کی صفات اور اللہ کے خزانے کس طرح خرچ ہوتے ہیں اس خلیفہ کو پتہ چلے گا، اصل جو کرتا ہے نائب بھی ویسا ہی کرتا، اللہ پاک اپنی ذات کو اپنی صفات کو اس کے خزانوں کو سب پر خرچ کر رہے ہیں، اس طرح اللہ رب العزت انسان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تو اپنی صفات کو میری ذات پر خرچ کرنے لگے تو میں اپنے اندر کی صفات کو تیرے لئے خرچ کروں گا۔

اگر انسان اپنی رحم کی صفات کو خدا کی مخلوق پر خرچ کرے گا تو خداوند قدوس اپنے لامحدود رحم کو اس پر خرچ کرے گا (۴)، اگر ہم یوں چاہتے ہیں کہ ہمارے میں تھوڑے سے دیکھنے کو پر ہم خدا کے اس دیکھنے کو لے لیں کہ پہاڑ اندر کی چیزوں کے دیکھنے سے مانع نہیں ہے، سمندر کا پانی نیچے اندر کی چیزوں کے دیکھنے سے نہیں روک سکتا تم اپنے دیکھنے کو خدا کی مخلوق پر لگاؤ، خدا اپنے لامحدود دیکھنے کو تمہارے اوپر لگائیں گے، اگر ہم اپنے نظام کو خدا کی مخلوق پر لگا دیں گے تو خدا اپنے لامحدود نظام کو ہم پر لگائیں گے (۵)۔

انسان عالی حوصلہ بن کر اپنی صفات کو اپنے اوپر نہ لگائے بلکہ خدا کے جو احکامات ہماری صفات کے خرچ کے بارے میں آرہے ہیں ان کے مطابق خرچ کرے، ہم میں خرچ کرنا رکھا اور احکامات خرچ کرنے کے لئے بھیجے، ہم میں علم تحقیق وغیرہ رکھی تو احکامات ان کے خرچ کرنے کے بھیجے، کہ اپنی صفات کو میری مخلوق پر اس طرح خرچ کرو، ہر وصف کے خرچ کا حکم اللہ دیں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلا دیں گے، انسان خدا سے جتنا فائدہ حاصل کر سکتا ہے خدا کا حکم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مطابقت میں پورا کرنے سے لے سکتا ہے، اگر انسان کی سمجھ میں آجائے تو انسان کا عروج بہت آسان ہے اور انسان کو

اس عالم سے بہت زیادہ اگلے عالم میں ملے گا، اگر اللہ اس راستے پر ڈال دیں اس سے ہر ایک کی جان پر تھوڑی محنت تو کرنی پڑے گی لیکن تھوڑی محنت پر بڑے بڑے دروازے کھل جائیں گے۔

انسان میں اللہ نے خواہشات رکھی ہیں اور خواہشات کہتی ہیں کہ اپنی محنت کو صرف اپنی ذات پر خرچ کر اور اللہ اس محنت کو ساری مخلوق پر خرچ کرنے کا حکم فرمارہے (٦) ہیں، خواہش اپنی ذات کے فائدہ کا ایک دائرہ بناتی ہے اور جب حکم پر آتا ہے تو انصاف پہچاننے والا بن جاتا ہے اور جب خواہش پر آتا ہے تو دوسروں سے لینے والا بن جاتا ہے اور اپنے وصف کو روکنے والا بن جاتا ہے، احکامات سے اللہ مجمع کی زندگی بناتے ہیں کہ انسان خدا کی مخلوق کو سامنے رکھ کر خدا کے حکم کے مطابق جان و مال کو لگانے والا بن جائے، جب حکموں پر آتا ہے تو اس کا مفاد تمام قوموں کے لئے کھل جاتا ہے اور قوموں کی زندگیوں کے بننے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور جب خواہش پر آتا ہے تو اپنی ذات کے دائرے پر خرچ کرنے والا بن جاتا ہے۔

خدا حکم دیتے ہیں کہ اس کی جان مال کا مفاد دوسروں کے اوپر خرچ کرنا ہے، ایک تو خواہش والی زندگی ہے یہ تو شخصی زندگی بنانے والی ہے اور احکامات اجتماعی زندگی بنانے والے، اللہ نے احکامات دئے اور اس کے مقابلہ میں خواہش رکھی جس کو خواہش اپنی طرف کھینچتی ہے اور حکم اس جوہر اور مادہ کو سب کی طرف کھینچتا ہے، خواہش تو ساری صفات کو اپنے اوپر خرچ کرانا چاہتی ہے اور حکم خواہش کو توڑ کر یہ بتلا کر کہ جس خدا نے تجھے عقل دی طاقت دی، پیسہ دیا اسی خدا کا حکم ہے اگر تو اس کو خدا کے حکم پر خرچ کرے گا تو خدا کا خلیفہ بن جاوے گا، اگر خواہشات والی زندگی کوئی چاہے تو مجاہدہ کی ضرورت نہیں ہے، ہر ایک کی خواہشات ہیں کہ اپنی قابلیت کو بڑھاویں اپنی سواریاں بڑھاویں، بیوی بچوں کے معیار کو بڑھاویں، خواہشات والی زندگی کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا۔

اللہ کی دی ہوئی آنکھ کو غلط استعمال کرنا شروع کر دیا، خواہشات کے مطابق کرنے کو مجاہدہ نہیں کہتے ہیں، اس لئے کہ خواہش پر محنت ہو رہی ہے، اس صورت میں انسان کبھی نہیں پھولتا، اگر روٹی کی، کپڑے کی، مکان کی، بیوی بچوں کی خواہش ہے، اس پر خدا کی دی ہوئی صفات کو خرچ کرنا مجاہدہ نہیں ہے، احکامات کو پورا کرنے اور اس کی تعمیل کی استعداد پیدا کرنی پڑے گی کہ غیر خدا کے جذبات کو جو اپنے اندر بھرے پڑے ہیں ان کو نکالنے کے لئے اور خدا کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے محنت کرنی پڑے گی، جب اللہ کے جذبے پر انسان آویں گے تو اسی جذبہ کو اختیار کریں گے جو خدا کرنے کو کہتے ہیں۔

خواہشات پر چلنے سے حاکموں کی زندگی محکوموں سے، اور مالداروں کی غریبوں سے اور غریبوں سے مالداروں کی زندگیاں ٹوٹتی ہیں، جب خواہشات پر زندگیاں چل رہی ہیں تو اس دنیا کے اندر حاکموں سے محکوم، اور محکوموں سے حاکم مریں گے، مقامیوں سے پردیسی اور پردیسیوں سے مقامی مریں گے، لوگ چیزوں کے دل فریب منظروں میں طریقوں کی خرابیوں کو دیکھتے ہیں اور اندھا کر دیتی ہے، انبیاء علیہم السلام اپنے زمانوں میں آئے اور انھوں نے محنت کی وہ طریقے اختیار کئے جس سے تمام کی زندگیاں پھلتی پھولتی ہیں، ذات باری تعالیٰ سے استفادہ کے طریقے جب تم اختیار کرو گے تو پہلا کام یہ ہوگا کہ اس عالم کے خونی افتراقی حالات بدل جاویں گے اور درست ہوتے چلے جاویں گے۔

اور یہی نہیں کہ یہ منتہائے اثر ہے بلکہ یہ تو ضمنی اثر ہے کہ اس عالم کے حالات بدل جاویں گے، جس کو سارے عالم کے انسان درست نہیں کر سکتے اور مرنے کے بعد ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق عطا فرماویں گے، کسی کو اس زمین و آسمان سے دس گنی (۷)، کسی کو دوگنی، کسی کو ہزار گنی اور کسی کو لاکھ گنا، کامیابی حاصل کرنے کے لئے جنھوں نے خدا کے طریقوں کو اختیار کیا اور ان کے لئے قربانیاں پیش کیں ایسے انسان اس عالم میں سب سے پہلے حالات کی تبدیلی کا ذریعہ بنیں گے اور ان کو ان کے عالم میں بہت کچھ ملے گا، انسان خدا کا خلیفہ چیزوں سے نہیں بنتا بلکہ انسان کی انسانیت کا خرچ کے خدائی طریقوں کو خلافت کہا جاتا ہے، بدن انسانی سے نکلنے والے خدائی طریقوں کا نام خلافت ہے، جو رحمت خداوندیہ کے دروازے کھلواتے ہیں اس میں سب کو محنت کرنی پڑتی ہے مختلف نوعیتوں سے ہر طبقہ میں کوئی نہ کوئی جذبہ رکھتا ہے، خواہشات کا ٹکراؤ، خون کی نالیاں بہنے کا ذریعہ بنتا ہے، سارے نبیوں کی ایک محنت تھی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اونچے پیمانے پر اسی محنت کو اٹھایا۔

سب سے پہلے اللہ کے جذبے کے علاوہ جتنے جذبہ ہیں وہ سب نکالیں جائیں، زندگی کا جذبہ، مال کا جذبہ نکل جائے اور اللہ کا جذبہ دل کے اندر بیٹھ جائے، آج اگر ساری دنیا کے انسان مل کر محنت کریں کہ حالات ٹھیک ہو جائیں، حالات بگڑیں گے، درست نہیں ہونگے، آج جو بھی پارٹی اٹھتی ہے وہ لوگوں کے جذبے کو دیکھ کر ایسی باتیں کہتے ہیں جن سے ان کے جذبات کے اندر ابھار پیدا ہو جائے، ایسی صورت میں حالات کے اندر اور خرابی آوے گی، لیکن آج اصلاح کا گھر غائب ہے، خدا کی ذات سے استفادہ کا طریقہ اس وقت ٹھیک ہوگا جب کہ ان کے اندر کا جذبہ نکل جاوے، غریبوں کا جذبہ ہے کہ ان مالداروں کا مال لیا جاوے خواہ کوئی صورت اختیار کی جاوے، اسی طرح سے مالدار، حاکم محکوم وغیرہ، ہر طبقہ والا اندر ایک جذبہ رکھتا ہے، اگر ہر طبقہ والوں کو اپنے جذبوں کے پورا کرنے کا موقع دیا جاوے تو ان کے جذبات کے اندر اسی طرح اضافہ ہوتا جاوے گا۔

جب تک انبیاء علیہم السلام والے جذبے پر نہ آجاویں جن میں اجتماعی زندگی بتلائی گئی ہے، جو مالداروں سے ہے، وہ غریبوں کو نہیں بتایا ہے، ان سے مانگو نہیں ان کی چیزوں کو دباؤ نہیں، اگر انھوں نے تمہارا حق ادا نہیں کیا تو کل کو ان کا مال ان کو سانپ بچھو بن کر لپٹے گا (۸)، مالدار کا حق یہ ہے کہ تمہارے یہاں جو سالن زیادہ ہے ان میں سے ان غریبوں کو دے دو (۹)، سالن میں ذرا زیادہ نمک ڈال دیا اور پڑوسی کے یہاں بھیج دیا ایسا نہیں وغیرہ وغیرہ، اسی طرح سے جو حاکموں کے جذبات ہیں وہ محکوموں کے نہیں اور جو محکوموں کے جذبات ہیں وہ حاکموں کے نہیں، دوسروں کو فائدہ پہنچانا یہ خواہش کے خلاف آوے گا، ہر مالدار اور غریب، حاکم اور محکوم، اگرچہ مقامی اور پردیسی نہیں لیکن ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرتے ہیں۔

پورا اسلام اس وقت زندہ سمجھا جاوے گا جب کہ ہر طبقہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے ان کا ادا کرنے والا بن جائے، اپنے طبقہ کے جذبہ کو کچل کر دوسرے کے مفاد کا حساب کر کے دو، یہ اسی وقت ہوگا جب اللہ کا جذبہ ہوگا، اسی طرح تمام طبقات میں محنت سے شکلیں چلیں گی، پہلے تو جذبات کی نفی کی محنت کرنی پڑے گی، اللہ کے علاوہ جتنے جذبات ہیں ان

کی نفی ہو جائے اور ایک ہی جذبہ رہ جائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کے راضی کرنے کا جذبہ ہو، روٹی ملک و مال وغیرہ ملے یا نہ ملے، فیصلہ کرے کہ ہم کو اللہ کے جذبہ پر زندگی گزارنی ہے، خواہ لاکھوں کا نقصان برداشت کرنا پڑ جاوے، جب انسان حکموں کو پورا کرنے والا بنتا ہے تو عالم میں اس کے نفع کے لئے احکامات کائنات کو آتے ہیں، یہ ہمارا بندہ ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرنے والے بن جاؤ۔

ہر انسان کو موجودہ جذبات کی تبدیلی کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے، جتنا جذبات کو پورا کیا جاتا ہے اتنا ہی خدا سے بعد (دوری) پیدا ہوتا ہے اور خدا کے احکامات ٹوٹنے لگتے ہیں، تو پھر کائنات کو ان کے خلاف احکامات آجاتے ہیں اور پھر ملک اور مال کوئی کام نہیں کرتا، لہٰذا ملک، مال وغیرہ جذبہ ہے کہ کھانا پینا، مزدوری، ملازمت وغیرہ مقدم نہیں ہے بلکہ اپنا وہ جذبہ پیدا کرنا مقدم ہے جس سے خدا کی موافقت کا آجاوے، جذبہ پیدا کرنے کے لئے کچھ بنیادوں کی تحقیق کرنی پڑے گی، جتنا ہمارے سامنے ہے وہ بہت تھوڑا ہے اور جو ہم سے غائب ہے وہ بہت سارا ہے، جو ہمارے سامنے ہے وہ تابع ہے اور حقیقت ہے وہ غائب ہے، سب سے پہلے اپنے گریبانوں میں نگاہ ڈالئے، جسم سامنے ہے وہ حقیقت نہیں ہے، اور روح غائب ہے وہ حقیقت ہے۔

ایک جنس کی تحقیق کے لئے تو چاند تک جاتے ہیں اور دوسری میں اندر کی روح کا بھی پتہ نہیں، عقل انسانی اور مشاہدہ انسانیت کے روح کو نہیں پہچانا جاتا بلکہ اللہ نے روح کے آنے اور جانے اور اس کے کمالات اور اس کی پرواز وغیرہ کیفیات خدا نے انبیاء علیہم السلام کو بتلائی ہیں، جس طرح انسان کے اندر اپنی روح ہے اسی طرح سے ہر جسم کے اندر خدا نے روح رکھی ہے، لیکن ہم ان کے ذکر و تسبیح کو پہچانتے نہیں (۱۰)، ہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی روح کو پہنچانا (۱۱)، درختوں کی روحانیت کو پہنچانا (۱۲)، اس عالم میں جسمانیت نہیں بلکہ تمام میں روحانیت پھیلا رکھی ہے، جس طرح انجن میں بھاپ ہوتی ہے جب چاہے چھوڑتے ہیں بند کر لیتے ہیں اسی طرح سے ساری کائنات میں ارواح ہیں اور وہ انسان سے غائب ہیں، لامحدود اور بے نہایت اصل تو غائب ہے اور کچھ لینے کی سی نوعیت سامنے ہے۔

مشاہدہ سے یقین ہٹایا جاوے اور غائب پر یقین لایا جاوے، غیب میں سب سے بڑا یقین، اپنی ذات اور جتنی ذاتیں ہیں سب سے نہ ہونے کا یقین اور خدا کی ذات سے ہونے کا یقین کرنا پڑے گا، فاعلیت کس ذات میں ہے اور مفعولیت کس میں ہے یقین کرنا پڑے گا، اللہ کرنے والے، بنانے والے، اللہ حفاظت کرنے والے، اللہ رب ہیں، پرورش کرنے والے ہیں اور کوئی ان کاموں کے کرنے والا نہیں ہے، غیر میں نفی آوے گی اور خدا کی بات میں اثبات آوے گا، اندھے انسان کو کلمہ لا الہ الا اللہ ایسا دے دیا اگر اس کے مطابق نفی اثبات کرتا ہو تو یہ بنا ہوتا چلا جاوے گا، جہاں سے کچھ ہوتا نظر آرہا ہے اس سے نفی کر کے خدا کی ذات سے اس کا اثبات کرے، سورج میں گرمی نظر آرہی ہے اور خیال ہوا ہے کہ اس کی گرمی سے غلہ پک گیا، وہاں سے نفی کرے اور کہے کہ اللہ کی ذات سے ہوتا ہے، جب انسان یقین کو مخلوق سے نفی اور خدا سے اثبات لائے گا تو جذبہ خدا کا پیدا ہوگا یا مخلوق کا؟ اگر وہ ارادہ کریں کہ اس کو ہدایت نہیں ملنی تو بھی خدا کی طاقت

انھیں ہدایت دے سکتی ہے، اگر خدا کی ذات کے علاوہ جتنی ذاتیں ہیں ان سے ہوتا نظر آئے گا اور اس کا جذبہ پیدا ہوگا اور اس کے حاصل کرنے سے خدا کا حکم توڑیں گے، تو پھر خدا کا حکم ہمارے خلاف اسی ذات سے آئے گا۔

اور دوسری بنیاد یہ ہے کہ انسانوں کے سامنے کچھ ہے لیکن غائب بہت زیادہ ہے، زراعتی، تجارتی وغیرہ نظام سامنے ہیں لیکن اللہ کا نظام اصل ہے، خدا کا جو حکم ہوتا ہے فرشتے اسے پورا کرنے کے لئے چل دیتے ہیں، خدا کا اپنا نظام بہت لمبا چوڑا ہے، زمینوں آسمانوں میں انسان ان سے متاثر ہوتا ہے، اللہ کا نظام جو زمین آسمان میں قائم ہے، یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے نظام تو خدا کے نظام کے تابع ہیں، اگر خدا کا نظام ٹکر میں آجائے تو یہ سارے نظام نیست و نابود ہو جاتے ہیں، خواہ وہ شخصی ہوں یا قومی ہوں اور نظاموں کے بارے میں نفی کا یقین اور خدا کے بارے میں اثباتی یقین۔

تیسری بنیاد یہ ہے کہ اللہ والے علم پر یقین لایا جائے اور انسان والے علم سے یقین ہٹایا جائے، خواہ وہ فلکیات والا ہو یا زمین کا ہو، اس لئے کہ وہ مخلوق کا ہے خالق کا نہیں، مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ یہ وزیر اعظم کا نوکر ہے جو چاہے کرے گا، اگر وہ ایسا جانتا ہے تو غلط جانتا ہے اور وہ اس لئے کہ یہ غیبی نظام کو نہیں جانتا، اس وجہ سے انسانی علم ناقص ہے، اس سے یقین ہٹایا جائے اور جو خدائی علم ہے اس پر یقین لایا جائے، یہ وہ بنیادیں ہیں جن پر زندگیوں کے نقشوں میں تبدیلی پیدا ہوگی، انسانی علم تو وہ علم ہے جو مشکوک ہے اور خدا کا علم وہ ہے جو ایسا نہیں ہے، مفعول والوں کے علم میں شک کی بات ہے، مثلاً کہیں کہ یہ موٹر فلاں جگہ پہنچ جاوے گی، یہ ہوائی جہاز لندن پہنچ جاوے گا، اس دوا کے کھانے سے بخار اتر جائے گا۔

یہ علم ایسا ہے کہ اس میں شک ہے اور شک اس وجہ سے ہے کہ یہ مخلوق ہے اور خالق کے تابع ہے، ان سے اس وقت فائدہ ہوگا جب خالق چاہیں گے، مفعول سے فاعل نہیں ہوتا اور فاعل کا پتہ نہیں اس لئے تمہارا ناقص ہوگیا، ذوات، نظام، علم اور پھر شخصیات کے اعتبار سے انتخاب جو مخلوق کو جانتے ہیں ان کی حیثیت بھی ایسی ہوتی ہے جس میں مخلوق کی اور وہ ہیں جن کو اللہ نے انتخاب فرمایا، مقتداء خبر بڑے اور قابل اقتدا کا علم کر کے ہم کامیابی پر پہنچیں گے، وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جو خدا کے بھیجے ہوئے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی ذات اس لئے ہیں کہ اللہ کی طرف سے لاکر کے انسانوں کے سامنے رکھیں۔

سارے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے تذکرے مختلف جگہ کئے اور پھر ایک ایک کر کے سارے انبیاء کو اکٹھا کر کے ارشاد فریا کہ اقتداء کر (۱۳) اور پھر ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقتدا کا حکم فرمایا (۱۴) اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری وہ ادائیں جو دوسرے انبیاء میں تھیں اور ان سب سے زیادہ بھی لے لیں، فلاں نبی نے فلاں موقع پر ایسا کیا تھا اس وجہ سے وہ خدا کے پیارے بن گئے، اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ادائیں اختیار کر لیں، پھر آپ کا اتباع سارے انبیاء سے بڑی چیز ہے، لہٰذا ایک شخصیت کا انتخاب کرنا ہوگا، وہ مقتدا ہے جس سے فائدہ دینے والا ایک ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ بھی ایک ہے، طریقوں میں انحصار آ گیا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فائدہ پہنچانے میں انحصار آ گیا، خدا کی ذات کا اور ایک دن کا بھی انتخاب کرنا پڑے گا، جیسے لوگ کہا کرتے ہیں کہ آج مجھے بہت کام ہے، آج کا دن تو شک کا ہے، جب آج کا دن شک کا ہے آج کی حوائج بھی شک کی ہیں اور ان کا اہتمام بھی شک کا ہے لہٰذا آج کے دن کو ہٹا دو اور آخرت کے

دن کو سامنے لے آؤ، ٹوٹنے والی ترتیبوں پر باقی رہنے والی ترتیبوں کو نہیں بگاڑنا۔

ایک بنیاد یہ ہے کہ تدابیر صورت اور تقدیر حقیقت ہیں، حکم پر قدم بڑھاؤ کیوں کہ ہوگا تو وہی جو خدا کو منظور ہوگا، تقدیر کا مسئلہ بہت مزے کا ہے لیکن کریدنا اچھا نہیں ہے، جو کرنے والے ہیں ان کی اکڑ کے توڑنے والے ہیں، یعنی تیری تقدیر میں اگر کافر ہو کر مرنا ہے تو کس بات پر اکڑتا ہے اور اسی طرح دوسروں کی توہین پر بھی مزے آتے ہیں معلوم نہیں کل کو اس کو تو بہت عطاء فرماویں، کسی آدمی پر انگلی رکھ کر یوں نہیں کہا جاسکتا کہ یہ دوزخ میں جاوے گا اسی طرح سے ایک آدمی کو یوں نہیں کہا جاسکتا کہ یہ جنت میں جاوے گا، لہٰذا کرتے رہو اور خدا کی تقدیر سے ڈرتے رہو کہ معلوم نہیں کہ انجام کیسا ہونے والا ہے، انسان کی ذات کی بجائے خدا کی ذات کا، انسانی نظام کی بجائے خدائی نظام کا، انسانی علم کی بجائے خدائی علم کا، انبیاء کی ذاتوں کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقوں کا انتخاب کرنا پڑے گا۔

سب سے پہلے جذبات کی تبدیلی کی محنت ہے، طریقہ قائم ہونے کے لئے دیر نہیں لگتی، یا صحیح طریقوں کے پیدا ہونے میں دیر نہیں لگتی، صرف جذبات کی تبدیلی کے لئے محنت کرنی پڑے گی، انبیاء علیہم السلام کا ہر وقت جذبات کی تبدیلی کے لئے خرچ ہوا، غیر خدا کا جذبہ ختم ہو جاوے اور اللہ کا جذبہ پیدا ہو جاوے اور اللہ کے حکموں کا پورا کرنے والا بن جاوے اور اللہ کے حکموں کو پورا کرنے کی وجہ سے اس دنیا میں بھی حالات درست ہوں گے اور مرنے کے بعد کی زندگی درست ہو جاوے، جب اس طرح محنت کی گئی تھی تو ساری قسمیں باقی رہیں اور ایک دوسرے سے محبت پیدا ہوگئی، اللہ سب کے اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب کے، اب جو انسان خدا کی مرضی پر قدم اٹھاویں اور اللہ کا جذبہ لاویں اور اللہ کے حکموں پر چلنے کی محنت کریں۔

اور سب سے اونچا حکم یہ ہے کہ اپنے جذبات کے اندر تبدیلی پیدا کر کے اللہ کے حکموں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے پر پورا کرنے والے بن جاویں، انبیاء علیہم السلام بعض قومی، علاقائی، اعتبار سے آئے تھے، لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو، ساری زبان والوں سارے علاقے والوں اور سارے ملک والوں کے لئے آپ نبی بن کر تشریف لائے، آپ کے ذمہ یہ بات کہ ان سب کی جذبات کی تبدیلی کے لئے اور احکامات خداوندیہ کی تعمیل کیلئے محنت کریں، جب محنت تھوڑی ہو تو وہ خود بھی کر سکتا ہے اور جب زمانہ بہت دیا جاوے تو عملہ بھی بہت بڑھا دیا جاتا ہے، آپ کی ذات اس محنت میں آنا عملہ ہے محنت کرنا اور دوسروں سے کروانا، یہ محنت آپ کی ذات سے ہو تو ایک خصوصی صورت آتی ہے اور آپ ایک سمندر کی صورت میں ہوں تو ہر طبقہ کے لوگ اس میں بڑھتے چلے جاویں گے تو جذبات بدلتے چلے جاویں گے۔

اور اس وقت جب ہر طبقہ دوسرے طبقہ کو اللہ کے حکموں کو پورا کرنے والا بن جاوے تو ہر ایک کو دوسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے اور ایک دوسرے پر جان قربان کرنے والے بن جاویں گے، حاکم محکوموں کے لئے، محکوم حاکموں کے لئے، مالدار غریبوں کے لئے اور غریب مالداروں کے لئے دعوت لے کر اٹھو جذبات کی تبدیلی کی، حقیقت کو سامنے لاؤ اور اس محنت کے ساتھ تم خدا کی عبادت کرو، اس کی صورت یہ ہے کہ جن اکڑوں کے اندر محنت کرنے سے ہمارے ذہن خراب ہو

جاتے ہیں ان سب سے ان کو نکالا جاوے اور پھر تھوڑی دین کی محنت کر لی جاوے، پھر جس طرح دکاندار کا جذبہ دکان کا بن جاتا ہے اسی طرح جب باہر نکل کر دوسروں کو دعوت دے گا جماعت بنا کر چلے گا تو اس سے ایمان واخلاق کی مشق ہو گی، عبادت کا انہماک، دعوت ذکر کرے تو اس سے زندگیوں کے طریقوں میں تبدیلی پیدا ہوگی۔

اور جس کی محنت سے خدا ان سب کے حالات کے اندر تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں وہ خدا کے محبوب بن جاویں گے، آج جتنے طریقے ہو رہے ہیں وہ غلط طریقوں پر ہو رہے ہیں اس سے بجائے عزت کے ذلت وذات کی خرابی آرہی ہے، ہمارا مطالبہ ہے کہ کم از کم تین چلہ اس زندگی کی مشق کے لئے نکالیں اگر ان بنیادوں پر تین چلے محنت کرو گے ان کے اندر جان پڑ جاوے گی، مسجدوں میں نمازوں وغیرہ کے سیکھنے کا نظم ہو جائے، عمر میں تین چلہ، سال کا چلہ، مہینے کے تین دن، اور ہفتہ کے دوگشت ہوں، ایسے تھوڑے آدمی ملیں گے لیکن اس کے اچھے اثرات ظاہر ہوں گے اور یہ تو پرائمری تعلیم کے طور پر ہے، مختصر راستہ خدا کا پورا کرنا اور اللہ سے مانگنا، جب انسان محض اللہ کے حکموں کی عظمت کی بناء پر غیب پر یقین جما کر اللہ کے حکموں پر قدم اٹھاتے ہیں اور صحیح طریقوں پر ان کو پورا کرتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کو اپنی خاص قدرت سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔

خدا کی قدرت دو طرح کی ہے، ایک عام اور ایک خاص، عام تو یہ ہے کہ جس سے ساری مخلوقات فائدہ اٹھا رہی ہے اور خاص یہ ہے کہ ہر ظاہر کے خلاف کرنے پر قدرت ہے، قدرت خاصہ کے لئے خاص طریقہ تجویز کیا ہے، اگر خدا کے خاص یقین کے ساتھ خدا کے حکموں پر قدم اٹھایا جائے تو اللہ رب العزت اپنی قدرت خاصہ سے نفع پہنچاتے ہیں، وہ بھی احکامات میں اگر ان کو پورا کر کے خدا کی بارگاہ میں دعا مانگیں تو حالات عالم محض خداوند قدوس کی ذات ظہور کے خلاف درست ہو جاتے ہیں، مجمع کی حالت کے درستگی کے احکامات دعوت والے ہیں۔

اگر ان حکومتوں کو توڑ دیا جاتا ہے تو خداوند قدرت خاصہ سے ساری چیزوں کے باوجود پریشان کر کے دکھلاتے ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قدرت خاص کو دیکھا، جب کہ احکامات کی تعمیل پر قدم اٹھاتے تھے، ایسے آدمی جن کے پاس کھانے کو نہیں تھا پینے کو پانی نہیں تھا جھونپڑے میں رہتے تھے، زمینداره بھی زیادہ نہیں جب انھوں نے خدا کے احکامات کو پورا کیا تو خدا کی خاص قدرت کو دیکھا۔

آج مسلمانوں میں کروڑوں مالدار ہیں، جائدادوں والے، کپڑے والے، موجود ہیں لیکن اس کے باوجود اگر وہ کسی صحیح محنت کو پھیلانے کا ارادہ کریں تو پھیلا نہیں سکتے اور اگر کسی غلط کو پھیلانا چاہیں تو نہیں پھیلا سکتے، آج ہم یورپ کے اسباب ووسائل کو سامنے رکھ کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اسلحہ نہیں، حالانکہ صحابہ کرامؓ کی سادگی کا واقعہ، سالن میں کافور ڈالنا (۱۵)، گیہوں کی روٹیوں سے ہاتھ پوچھنا، گھی کے کھانے سے موٹے ہونے کا تصور حضرت نعمان بن مقرنؓ جنھوں نے حضرت عمرؓ کی خلافت میں کام کیا تھا، اخروٹ کو نہ جانا، ایک طرف تو چیزوں کو نہیں جانتے تھے اور دوسری طرف حضرت مغیرہ نے حملہ کا ارادہ کیا تو کہا میں اس کو جانتا ہوں، جب آسمان سے قدرت زمین پر اترتی ہے (۱۶)۔

خدا کی قدرت خاصہ سے فائدہ حاصل کرنا یہ نبیوں کی، صحابہ رضی اللہ عنہم کی اولیاء رحمہم اللہ کی لائن ہے اور ایک ہم ہیں

جو اس کی مددوں سے محروم ہیں۔

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۳۰

(۲) مجمع الزوائد صفحہ ۲۸۸ جلد ۱۰

(۳) سورۃ البقرہ: ۳۰

(۴) کنز العمال صفحہ ۱۶۳ جلد ۳

(۵) سورۃ محمد: ۷

(۶) کنز العمال صفحہ ۱۶۳ جلد ۳

(۷) کنز العمال صفحہ ۵۰۴ جلد ۱۴

(۸) مجمع الزوائد صفحہ ۶۴ جلد ۳

(۹) کنز العمال صفحہ ۵۰ جلد ۹

(۱۰) سورۃ الاسراء: ۴۴

(۱۱) البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۳۱ جلد ۶

(۱۲) البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۲۳ جلد ۶

(۱۳) سورۃ الانعام: ۹۰

(۱۴) سورۃ آل عمران: ۳۲

(۱۵) البدایہ والنہایہ صفحہ ۶۴ جلد ۷

(۱۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۶۴۹ جلد ۱

ظواہر کو حکموں پر قربان کرنا دعا کے دروازے کھلواتا ہے

{۸ رجب المرجب ۷۶ ۱۳ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۵۷ء، بعد نماز فجر}

اقتباس

آگ جس کی خاصیت جلانا ہے اور کھا جائے اس کو جو اس کے اندر ڈالی جائے، جب اللہ نے حکم دے دیا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ، آگ کو حکم تکوینی اور نفع ونقصان والی لائن کا ہے اور یہ حکم تکوینی ہے اس پر جو حکم خدا کا ان کی طرف متوجہ ہو رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پورا کیا تو جو مخلوق ان کے لئے مصیبت بننے والی تھی تو اس آگ کو ان کے نفع کے لئے حفاظت کا حکم دے دیا، اس طرح سے اللہ پرورش کرنے والے ہیں وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ... الخ، خدا نے اپنے کو بتلایا ہے کہ ملک کے وہی مالک ہیں جس طرح وہ پورے ملک کے مالک ہیں اسی طرح وہ ایک ایک دانے کے اور ایک ایک پتے کے وہی مالک ہیں جس کو چاہیں ساری زمین وملک دے دیں، چاہیں ساری زمین چھین لیں اور جونسا شہر جس کو چاہیں دے دیں اور جس سے چاہیں چھین لیں، جزوی اور کلی جتنے تغیرات ہیں، وہ اللہ کے احکامات سے ہو رہے ہیں، دے کر حالات کو بگاڑنے والے اور چھین کر بنانے والے وہی ہیں اور یہ احکامات جڑ کا درجہ رکھتے ہیں۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد خطبہ ماثورہ کے تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ۔ الخ(۱) اور سورۃ وَالْعَصْرِ کی تلاوت فرمائی

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

اگر صحیح راستہ پر قدم اٹھایا جائے تو کامیابیوں کا حاصل کرنا آسان ہے، اگر صحیح راستہ سے قدم پھسل جائے تو ناممکن ہے، محنت خواہ کتنی ہی کر لی جائے، کامیابیاں خواہ کتنی ہی پاس دکھائی دے دیں، نتیجے کے وقت ناکامی آوے گی اور اگر صحیح راستے پر تھوڑی سی بھی محنت ہو جاوے تو جب نتائج کا وقت آوے گا تو زبردست کامیابیوں کو سامنے لاوے گی، ایک تو کسی لائن سے جزوی فائدہ حاصل کرنے کی شکل ہوتی ہے اور ایک کلی طور پر، جزوی طور پر فائدہ حاصل کرنے کے لئے تو جزوی اشتغال کافی ہے اور کل فائدہ کے لئے پورا پورا اشتغال ضروری ہے، انسانی ضرورتوں کا تکفل سب اللہ کی ذات سے چلے ہوئے احکامات سے ہوتا ہے اور اللہ کی ذات میں دینے کا سلسلہ لامتناہی ہے۔

اللہ کے احکامات ہی سے چیزیں بنتی ہے اور تقسیم ہوتی ہے اور احکامات ہی سے حالات مرتب ہوتے ہیں، زمین و

آسمان ہوائیں جیسے موجودات اللہ کے حکم کا مظہر ہیں، خدا کے خزانوں میں موجودات اتنے ہی نہیں جہاں تک ہمارا علم اور سوچ پہنچتا ہے بلکہ اللہ کی ذات کے خزانے بے حساب اور لامحدود ہیں اور ان کا ظہور خدا کے حکموں کے ذریعے ہوتا ہے، اللہ رب العزت نے اپنے احکامات کے صادر فرمانے کے لئے ضابطہ مقرر کیا ہے کہ پہلے اپنے میں جیسے شریعت کے طور پر احکامات انسانوں تک پہنچائے، یہ قرآن پاک خدا کی ذات میں سے صادر ہوا، جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر ہمارے تک پہنچا دیا گیا، اس میں اللہ نے ہم کو احکامات دئے ہیں، اور قرآن پاک ہی میں بتلایا ہے کہ جب خدا کا حکم پورا کیا جائے گا تو تکوینی احکامات پرورش کے نظام میں آئیں گے (۲) اور عالم میں وجود ان کے احکامات کے مطابق ہوتا جاتا ہے، جتنے احکامات چاند سورج جانور ہوا وغیرہ کے دئے جاتے ہیں مخلوق سے اسی کا ظہور ہوتا ہے جو اس کی طرف دیا گیا ہے، اگر نفع کا حکم متوجہ ہوگا تو نفع ظاہر ہوگا اور اگر نقصان کا حکم متوجہ ہوگا تو نقصان ہوگا۔

آسمانوں، زمینوں، قلعوں، درختوں، ہواؤں، ہتھیار وغیرہ سے وہی نکلے گا جو اللہ کی طرف سے احکامات ان کے اندر آویں گے، ان سارے احکامات کو ظلی احکامات کہا جاتا ہے اور جو احکامات وحی کے ذریعے خدا کی ذات میں سے انسانوں کی طرف حفاظت کے ساتھ پہنچا دئے گئے وہ اصلی احکامات ہیں ان کو تشریعی احکامات کہا گیا ہے اور حالات کے وجود میں آنے والے تابع احکامات ہیں، انسان اگر اپنے والے حکموں کو پورا کریں گے تو ان کی سرسبزی کے کامیابیوں کے احکامات کو کائنات کی طرف متوجہ فرمائیں گے، کائنات کا ایک ایک جز خدا کے حکموں پر خرچ ہوگا۔

آگ جس کی خاصیت جلانا ہے اور کھا جائے اس کو جو اس کے اندر ڈالی جائے، جب اللہ نے حکم دے دیا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ (۳) آگ کو حکم تکوینی اور نفع ونقصان والی لائن کا ہے اور یہ حکم تکوینی ہے اس پر جو حکم خدا کا ان کی طرف متوجہ ہو رہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پورا کیا تو جو مخلوق ان کے لئے مصیبت بننے والی تھی تو اس آگ کو ان کے نفع کے لئے حفاظت کا حکم دے دیا، اس طرح سے اللہ پرورش کرنے والے ہیں 'وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ۔ الخ' (۴) خدا نے اپنے کو بتلایا ہے کہ ملک کے وہی مالک ہیں جس طرح وہ پورے ملک کے مالک ہیں اسی طرح وہ ایک ایک دانے کے اور ایک ایک پتے کے وہی مالک ہیں جس کو چاہیں ساری زمین د ملک دے دیں، چاہیں ساری زمین چھین لیں اور جونسا شہر جس کو چاہیں دے دیں اور جس سے چاہیں چھین لیں، جزوی اور کلی جتنے تغیرات ہیں، وہ اللہ کے احکامات سے ہو رہے ہیں، دے کر حالات کو بگاڑنے والے اور چھین کر بنانے والے وہی ہیں اور یہ احکامات جڑ کا درجہ رکھتے ہیں۔

جب چیزوں کی پیداوار، چیزوں کی تقسیم، حالات کو وجود، خدا کے احکامات سے ہے تو پھر چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہی بلکہ ان احکامات کی وقعت ہو جاتی ہے جن کی بناء پر انسانوں کی سرسبزی کے حالات آئیں گے، شرعی احکامات بندے کو خدا تک پہنچاتے ہیں، جب وہ خدا کا حکم پورا کرتا ہے تو خدا کی ذات اس کے ساتھ ہو جاتی ہے اور خدا کی ذات میں سارے انتظامی، وجودی، تربیتی احکامات چل رہے ہیں، اس واسطے دنیا بھر کے ساز و سامان کی ایسی وقعت نہیں رکھی گئی جو خدا کی ذات میں سے چلے ہوئے احکامات کی ہے، چونکہ انسان کے سامنے تکوینی احکامات تو ہے نہیں اور چیزیں سامنے

ہیں، اس وجہ سے یہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خدا کا حکم توڑ دیتا ہے۔

جب یہ سونا چاندی ملک و مال زمین بیوی بچے وغیرہ میں خدا کا حکم توڑتا ہے تو خدا اسی ذات میں سے اس کے لئے نقصانات کھڑے کر دیتے ہیں، اس ملک ہی میں اس کے لئے نقصانات کھڑے ہو جاتے ہیں جس کی خاطر اس نے خدا کے حکموں کو توڑا ہے، لہٰذا ذات باری تعالیٰ کی طرف منہ کو موڑا جائے اور چیزوں کی اہمیت دل سے نکال کر خدا کے حکموں کی اہمیت دل میں بٹھائی جائے، خاکے ان کے حکم سے ٹوٹتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے ان کے حکم سے بنتے ہیں خلوت کے جلوت کے ان خاکوں کے بننے اور بگڑنے کے لئے انسانوں کو اپنے احکامات مرحمت فرمائے ہیں، حکم کو پورا کرو خدا سے مانگو، تو اللہ کی ذات سے تمہاری سرسبزی، پرورش کامیابی کے احکامات چلیں گے، جب تمہاری ذات میں سے خدائی اطاعت کے احکامات چالو ہوتے ہیں،

اس لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دیا گیا اور طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے اور خدا کی ذات کی طرف سے جو احکامات ہمارے آتے ہیں اور ہم اس کے حکم کو پورا کرنے والے بن جائیں، ملک و مال سونا چاندی، بیوی بچے ہر مخلوق انسان کو اپنی طرف متوجہ کرے گی اور اس راستے کو دکھلاتی ہے جس کی وجہ سے وہ حاصل ہو جائے، لیکن اس کے ساتھ خدا کا حکم آوے گا، خدا سے لینے کا راستہ یہ ہے کہ تم حکم کو پورا کر و خدا سے مانگو، آج سے لے کر آباء اجداد تک جتنے مسائل ہیں خدا سے مانگ لو، تمہارا کام چیزوں کو دیکھنا نہیں ہے، حالات مرتب کرنے والا آپ مرتب کرے گا، سکون، نفس، اطمینان دینے والا آپ ان چیزوں کو دے گا، تم تو صرف اس کے حکم کو پورا کرو جو تمہاری طرف متوجہ ہو رہا ہے اس کو پورا کرو۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ حکم پورا کرو اور اپنی حوائج خدا سے مانگو، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (۵) تیری ذات کے ساتھ عبد بن کر زندگی گذاریں گے، ملازم عبد نہیں ہوتے، یہ تو آزاد ہوتے ہیں، جب چاہیں ملازمت چھوڑ کر چلے جاویں، لیکن پھر بھی ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ جس وقت آقا جو حکم دیں وہ پورا کرے اس کی سعادت یہ ہے کہ اگر ایک کام کرتے دوسرا دیدیا تو ایک کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کر لے، گھر والے بیمار ہیں آقا نے حکم دیدیا کہ آج ہمارے پاس رہنا ہے، گھر والوں کو چھوڑ کر آقا کی خدمت میں رہے گا، جس وقت آپ کا جو حکم ہوگا کسی بات کو نہیں دیکھیں گے بندوں کی طرح تیرے حکم کو پورا کریں گے اور حکم کو پورا کرنے میں ظواہر کے خلاف ہوگا، ہر اس کے بارے میں تیری ہی ذات سے مدد چاہیں گے، ہر وقت حکم کی تعمیل میں لگائے رکھنا اور بات ہے۔

اپنی ضرورت اور مسائل کے بارے میں خدا سے مانگتے رہنا، سارے نبیوں کی یہی زندگی ہے، انھوں نے حکومت پر نقشے نہیں اٹھائے بلکہ عبدیت پر اٹھائے ہیں، حکم کو پورا کرنا اور پھر دوسرے حکم کو پورا کرنا، یعنی کامیابیوں کو مانگنا، جتنی مخلوقات ہیں جن پر انسان اپنے آپ کو لگاتا ہے ان میں ہو گیا، حکموں کو پورا کر کے دعائیں مانگی جاوے گی، خدا کی ذات وہ زبردست ہے کہ کوئی چھوٹی ذات اپنی چھوٹائی کی وجہ سے اور بڑی ذات اپنی بڑائی کی وجہ سے خدا کی ذات سے نکلی ہوئی نہیں ہے، وہ خدا اپنی شان ربوبیت سے ظواہر کے خلاف زندگی بنا کر دکھلا دیں گے، جو وقت پر خدا کے حکم کو پورا کرد

خدا کی ذات سے مانگنے والے بن جائیں گے۔

اول ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اللہ کی نعمتیں بے حدو قیع ہیں بے شمار ہیں، لیکن یہاں چوبیس گھنٹے میں تقریبا چالیس، پچاس مرتبہ ہر کلمہ کو زبان سے کہلوار ہے ہیں، اگر کوئی خواص میں سے ہو اور نفلیں اور واجب وغیرہ کو پڑھے تو سال میں ایک لاکھ بارہ ہزار مرتبہ پڑھتا ہے، اس کے اندر حق تعالی شانہ نے پورے قرآن پاک میں خلا صہ کر دیا ہے اور یہی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہے، دنیا میں لوگ کہتے ہیں جب ان سے سوال کیا جاتا ہے کہ میں فلاں جگہ ملازم ہوں، دوکان تجارت کرتا ہوں، کچھ زمینداری ہے، اللہ نے ان سب کی تردید کر دی، اللہ کی ذات میں جب ہونا قرار دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ باقی چیزیں وہ ہیں جن سے پرورش نہ ہوگی، پرورش کرنے والے صرف اللہ ہیں اور وہ خالی میری پرورش نہیں کرر ہے ہیں۔

ایک کیڑے کی وہی تربیت کرر ہے ہیں اور سلطان کی بھی وہی کرر ہے ہیں، آخر کوئی سبب بھی ہے یا نہیں، دنیا عالم الاسباب ہے، خواص کے لئے جو سبب قرار دیا گیا ہے وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (٦)، سبب حکم کا پورا کرنا ہے، اللہ کی ذات سے لینے والے وہ ہوں گے جو حکموں کو پورا کرنے والے بن جاویں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اللہ نے حکم دلوایا کہ اے قوم! اگر تم خدا سے لینے والے ہو تو اس کی ذات پر بھروسہ کرو (٧)، زبانی توکل پر خدا نے مدد کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ عمل والی آیت اتار دی، ارشاد ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا کہ نماز کے ذریعے خدا کے حکموں کو پورا کرو (٨)، مصیبت آئی اور اس پر نماز پڑھی، اور نماز پڑھ کر خدا سے دعا کر لی اور بھروسہ کر لیا کہ خدا کوئی صورت غیب سے ظاہر فرمادیں گے۔

توکل اس وقت بنے گا جب جس پر توکل کیا جارہا ہے وہ خدا کی ذات ہو، جو ذرائع اپنی طرف کھینچ رہے ہیں ان کی قربانی دو اور خدا پر بھروسہ کر کے اس کے حکموں کو پورا کرنے والے بن جاؤ، یہ خواص کا ذریعہ پرورش ہے، تمام کی تربیت جن کی عزت نظر آرہی ہے، جو ذلیل نظر آرہے ہیں جو غریب اور تنگ دست نظر آرہے ہیں جو عالی لوگ نظر آرہے ہیں تمام قسم کے انسانوں کی تربیت خداوند کی ذات سے ہورہی ہے، جہاں کوئی مردہ نظر آتا ہے تو ان کا غم اور جہاں کوئی خوش نظر آتا ہے تو ان کی خوشی خدائی حکموں کے اثرات ہیں، خدا کی تربیت کے یہ سارے خاکے قائم ہیں، جب پہلی شکل بدل کر آج کی شکل بنی ہے تو آج کی شکل بدل کر دوسری شکل بن سکتی ہے، حکم کے پورا کرنے میں ظاہر کی مخالفت پیدا ہوگی، اس کے ساتھ جب حکم پورا کرنے میں ظاہر مخالف بنے تو ہراساں نہ ہونا، بلکہ حکم کی تعمیل کے ساتھ خدا پر بھروسہ کرنے سے خدا کی مددوں کے دروازے کھلتے ہیں، دعا سے بہت کچھ ہوتا ہے (٩)۔

دعا سے قوت والے ضعیف اور ضعیف قوت والے، بیمار تندرست اور تندرست بیمار، عزیز ذلیل اور ذلیل عزیز بنتے ہیں، مانگنے والا تو ہر وقت مانگتا ہے لیکن یہ تو سوچے کہ دروازہ کس وقت کھلتا ہے، جب ظواہر کو حکموں پر قربان کرتا ہے تو دعا کے دروازے کھل جاتے ہیں، جو مانگو گے مل جاوے گا، یہ تربیت ہے کہ اللہ تو کرنے والے نہیں تھے ان انسانوں نے کرلیا،

اور اللہ نے جو کچھ کیا ہے وہ ضابطے پر کیا ہے، اگر ضابطے پر بات آجاوے گی تو پھر وہ بھی کچھ کرنے والے نہیں، جتنے چھوٹے بڑے خاکے آپ کو ملے وہ سب خدا کی ذات کے احکامات پر چل رہے ہیں، یہ تو فانی اور چھوٹے خاکے ہیں اور آگے بڑے بڑے خاکے عیش کے اور بلایا مصیبت کے قائم ہونے والے ہیں کہ جن کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

عیش کے خاکوں میں سے جو ملے گا وہ اس زمین و آسمان سے دس گنا کم سے کم ہوگا (۱۰) اور مصیبت کے خاکوں کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ اگر ایک سانپ دوزخ میں مسلط ہونے والا اگر اس دنیا میں سانس لے تو چالیس سال تک ایک پتہ سبزی کا نہ اُگے (۱۱)، اللہ نے ظاہر کا مقابلہ ظاہر سے ڈال دیا، ظاہر تو کہے گا کہ اگر فلاں کام کرلو تو تم کو مال زمین مل جاوے گا، لیکن حکم اس کے خلاف کہتا ہے تو حکم کو پورا کیا جائے گا اور جتنی ذاتیں ہیں اس پر یقین مت جماؤ بلکہ خدا کے احکامات پر اپنی زندگی اٹھاؤ، احکامات ہوں خدا کے اور ان کے پورا کرنے کی تشکیل ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی۔

اس کے بعد نماز ہے، جتنے بھی تمہارے اعضاء ہیں ان سب کا تعلق احکامات سے ہے، اللہ نے پانچ وقت کی نماز دی ہے، اوقات بدلتے رہتے ہیں، جونسے حکم میں لگ جاؤ یہ خیال نہ کرو کہ ہر وقت کا یہی حکم ہے بلکہ اوقات کے بدلنے سے احکامات بدلتے رہتے ہیں، بعض وہ ہیں جو سال بھر میں ایک بار پورا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو دن میں کئی مرتبہ پورا کئے جاتے ہیں، اعلان ہوتا ہے حی علی الفلاح، لیکن اس سے پہلے حی علی الصلوٰۃ کا حکم آرہا ہے، اگر تم اللہ کے حکم کو پورا کروگے تو وہ کامیابی دیں گے، جو چیزوں میں نہیں ہے، وقت کے حکم کو پورا کرکے ظواہر کی مخالفت سے متاثر نہ ہوں ظواہر کو بدلنے پر قادر ہیں۔

قحط سالی ظاہر ہے بدل کر خوشحالی لے آتے ہیں، ظواہر کو برداشت کیا جائے اور وقت کے حکم کو پورا کردو تو پھر خدا تمہاری دعاؤں کو پورا کریں گے، کامیابی کے لئے زمین سے نکلنے والے اسباب ضابطہ نہیں ہیں، بلکہ وقت کے حکم کو پورا کرنا اور ظواہر کی پرواہ نہ کرنا اور حکم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی شکل کے ساتھ کرنا مددوں کے دروازے کھولنے والا بنے گا، حکم کی تعمیل ہی اس وقت مانی جائے گی جب حکم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے طریقہ پر پورا کیا جائے تو دعا کی قبولیت کا دروازہ کھل جائے گا۔

اس کے بعد یہ سوچو کہ کامیابی کی بھی قسمیں ہیں اور احکامات کی بھی، یہ دونوں انفرادی اور اجتماعی ہیں، اگر ہم انفرادی حکم کو پورا کریں اور اجتماعی مانگیں تو اس سے اجتماعی کامیابیوں کے دروازے نہیں کھلیں گے، ہاں اگر اس حکم کو پورا کریں گے جو مجموعہ سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے مجموعہ کے لئے کامیابی آجائے گی، انفردی اور اجتماعی کی بات یہ ہے کہ اگر مجمع میں وہ شرطیں پائی جائیں جن میں فرد کے لئے مددوں کے دروازے کھلتے ہیں تو اس مجمع کے لئے بھی کامیابی کے دروازے کھل جائیں گے، ہاں شرط یہ ہے کہ حکم مقصود ہو، مال بیوی بچے شہرت پوری کرنا مقصود نہ ہو۔

اللہ نے انسانی زندگی کے جتنے شعبے ہیں ان کے لئے احکامات بھی دیئے ہیں اور طریقے بھی دیئے ہیں، عبادت، معاشرت، موت، زندگی وغیرہ میں احکامات دئے ہیں اور ان کے طریقے دئے ہیں، یوں سوچو کہ اس حکم کے پورا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ہم نے تجارت کے شعبے کو خدائی احکامات کے مطابق چلایا تو اس سے ہماری ذات کو فائدہ پہنچے

گا، اگر ہم نے بیوی بچوں کو خدا کے راضی کرنے کے لئے استعمال کیا تو اس پر انفرادی طور پر خدا کی مددیں آجائیں گی، مجمع میں ایمان کے آجانے سے مجمع کے دروازے کھلیں گے، اجتماعی دروازے کے کھلنے پر جو ملتا ہے اس کا لاکھواں حصہ بھی انفرادی محنت پر نہیں ملتا، جب تاجر مال کو سامنے رکھ کر تجارت کرتا ہے تو اس میں دھوکہ آتا ہے جھوٹ آتا ہے اور ایسی صورت میں خدا کی طرف سے مددوں کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔

ایک طرف تو حق تعالیٰ شانہ' نے ہر شعبہ میں اپنے تک پہنچنے کا راستہ بتایا ہے اور لائن قائم کی ہے، اصول تجویز کئے ہیں، تمام شعبوں میں احکامات رکھے ہیں اور ہر حکم پورا کرنے کی تفاصیل بتلائی ہیں اور طریقہ بتلائے ہیں، لیکن یہ سارے شعبہ اصول پر کب آئیں گے اور خدا کی مددوں کے دروازے کھلنے پر کب آئیں گے؟ جب ان میں محنت کی جائے گی اور مروجہ طریقوں سے نکال کر خدائی طریقوں کو اختیار کیا جائے گا، ایک آدمی اپنی زندگی کے شعبوں میں اس وقت جھوٹ چھوڑے گا جب اس کا مقصود اللہ ہوں گے، تب جا کر طریقوں میں تبدیلی پیدا ہوگی، مال کا مقصود رکھنے والا مال کمانے میں کبھی بھی پاکیزہ طریقہ میں نہیں آئیں گے۔

یقین کی تبدیلی کے لئے محنت کرو، مجموعہ انسانیت تک کے لئے حالات کی تبدیلی چاہتے ہو تو ظاہر کے خلاف آواز لگاؤ، ان کی نفی کی آواز لگاؤ، یہ تو وقتی گھاس پھوس ہے، اس سے زندگی کا کوئی تعلق نہیں ہے، میری زندگی کا تعلق خدا کی ذات سے ہے، خواہ کوئی وزیر اعظم ہو یا جیل کا قیدی، دونوں کی زندگیوں کا تعلق خدا کی ذات سے ہے، چاہیں تو وزارت کی کرسی پر لے جاکر زندگی بگاڑ دیں اور اگر چاہیں تو جیل کے قیدی کو لاکر وزارت کی کرسی پر بٹھادیں، آج ملک ہاتھ میں آجانے کو بنیاد کا درجہ دیتے ہیں اپنے انسانی رشتوں کو سوچا ہی نہیں جاتا کہ زندگیوں کے بننے کا کوئی تعلق اس سے ہے بھی یا نہیں، انبیاء علیہم السلام مجموعہ میں محنت کرنے کے لئے تشریف لائے تھے، پہلی محنت تو مجموعہ کے یقین کی تبدیلی ہے۔

ملازمت، زراعت، تجارت وغیرہ سے پہلے اس کی کوشش کرو کہ ہم میں خدا کا جذبہ پیدا ہوجائے، شعبے بعد میں ہیں اور محنتیں پہلے ہیں، جتنے قسم کے خاکے ہیں وہ دونوں طرح سے چلتے ہیں، کسی بھی شعبے کا چلانا پہلے نہیں ہے بلکہ جو بھی شعبوں میں لگیں گے ان کا یقین جذبات وغیرہ کی تبدیلی مقدم ہے اور امور خانہ داری اور کمائیاں وغیرہ موخر ہوں گے، یوں کرو گے تو خدا کی مدد آئے گی اور یوں نہ کرو گے تو خدا کی مددوں سے محروم ہوجاؤ گے، دیکھنا ہوگا کہ ہمارا کھانا خدا کو خوش کرنے کے طریقوں پر ہے یا ناراض کرنے والے طریقوں پر، سارے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے زمانے میں محنت کرنے کے لئے تشریف لائے، ظواہر کے خلاف محنت کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو کھڑا کیا جاتا تھا اور وہ گروہ نبیوں کی محنت سے وجود میں آتا تھا جو ظواہر کے خلاف چلنے والا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانی طور پر سارے زمانے، قومی طور پر ساری قومیں وغیرہ دی گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب میں قیامت تک کے لئے محنت کرنے والا قرار دیا گیا، لیکن آپ کی محنت کی دو شکلیں، خود محنت کرنا، دوسروں سے کرانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں جذبات کی تبدیلی اور ظواہر سے ہٹانے کے لئے اور احکامات پر لانے کے لئے خود بھی محنت کی

اور دوسروں سے بھی کرائی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذات سے کرنا تو جاتا رہا لیکن متعلقین سے کروانے کا سلسلہ بدستور باقی ہے، جس طرح ان کو دھمکی دی تھی کہ اگر محنت نہ کرو گے تو یوں ہو جائے گا، دعوت کے احکامات، جان جھونکنے کے لئے احکامات، بیوی بچوں کو چھوڑ کر نکل جانے کے لئے احکامات وغیرہ کے احکامات جب مجموعہ احکامات کی تعمیل پر آوے گا تو اجتماعی مددوں کے دروازے کھل جائیں گے، اس کے لئے ہر قطار میں کود پڑنا، ہر قوم اور ہر زبان والوں میں جانا یہ نبی کی نیابت ہے۔

یہ شعبے ہمارے ذمہ اسی طرح سے ہیں جس طرح سے نبیوں کے ذمہ تھے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بیوی کو دردزہ میں چھوڑ کر خدا کے حکم کو پورا کرنے کے لئے مصر چلے گئے، جب کچھ آدمی اس طرح محنت کرتے ہیں تو دوسروں کے لئے فیضان ہوتا ہے، جب ظاہر کو قربان کرتا ہے اور ساری دنیا کی فکر دل میں لگاتا ہے، جب ہم طریقوں کی تبدیلی کے لئے محنت کریں گے تو اللہ تعالیٰ طریقوں میں تبدیلی لائیں گے، لیکن جب اجتماعی بلایا کے لئے دروازے کھلے ہوتے ہیں تو کسی کی شخصی زندگی پر تو اس دنیا میں تو ملتا نہیں، ہاں آخرت میں اس کے ساتھ مغفرت کا معاملہ کیا جائے گا (۱۲)۔

آج پوری امت زندگی کے ان نقشوں پر ہے جو بلایا لانے والے ہیں، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر ساری زبانوں، ساری قوموں، سارے علاقوں میں پہنچ کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت میں جذبات کی تبدیلی کے لئے محنت کریں، احکامات والے طریقے جب زندگیوں میں سے نکل جائیں گے تو کسی چیز کا وقت نہیں رہتا، جب تجارت، زراعت وغیرہ ان اصولوں پر کی جارہی ہو جو پکڑ والے ہیں تو تبلیغ میں اس واسطے لے جایا جارہا ہے کہ اپنے ایمانوں کی تبدیلی کے لئے محنت کی جائے اور یہ وقت اس وجہ سے مانگا جارہا ہے کہ ایمان کے اندر پختگی آوے، عبادات کی مشق حاصل ہو، علم اور ذکر کے ساتھ وقت لگانا آجائے، اگر تھوڑی سی اشخاص کی قربانی ہوگئی تو یہ کوئی خسارے کی بات نہیں ہوتی، کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ وغیرہ پر فاقے نہ آئے؟ خدا کے حکم کی تعمیل میں اپنی جان پر بن آنا بہت بڑی شرافت کی بات ہے۔

---

(۱) سورۃ مریم: ۶۳
(۲) سورۃ طٰہٰ: ۱۳۲
(۳) سورۃ الانبیاء: ۶۹
(۴) سورۃ آل عمران: ۲۶
(۵) سورۃ الفاتحہ: ۴
(۶) سورۃ الفاتحہ: ۴
(۷) سورۃ یونس: ۸۴
(۸) سورۃ یونس: ۸۷
(۹) کنز العمال صفحہ ۶۶ جلد ۲
(۱۰) نز العمال صفحہ ۵۰۴ جلد ۱۴
(۱۱) مجمع الزوائد صفحہ ۵۵ جلد ۳
(۱۲) مجمع الزوائد صفحہ ۲۶۸ جلد ۷

روحانی نظام کو موافقت میں کرنے کیلئے محنت کرو

{ ۸ رفروری ۱۹۵۷ء بعد نماز عصر }

اقتباس

انبیاء علیہم السلام ان طریقوں کو لے کر تشریف لائے اور روحانی پرواز کے سب سے اونچے طریقے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے، ایک درجہ روح تو سب کو ملی ہوئی ہے، یہاں تک کہ جانوروں کو بھی روح ملی ہوئی ہے، ان کے پاس کی روح خادمیت ہے اور ہمارے پاس کی روح خلافت ہے اور خلافت والی روح خدمت والی روح پر غالب ہونے کے لئے ہے، اس وجہ سے فرشتے بھی اس کی ماتحتی میں آجاتے ہیں، انسان کی روح جب چڑھتی ہے تو فرشتوں کی روح بھی تابع ہو جاتی ہے، تو چاند سورج کی روحانیت کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، انسانوں میں روح خلافت رکھی ہے، لیکن خلافت کی استعداد ہے محنت کرنے سے، وہ ترقی کرے گا اور قرآن پاک میں خلافت والے طریقے بتلادئے، خلافت تم میں ہے اور خلیفہ کا طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلادیا، اگر حاکم ہے تو روح خلافت کے لئے کیا طریقہ اختیار کرے گی اور اگر محکوم ہے تو روح خلافت کے لئے کیا طریقہ اختیار کرے گی۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعد خطبہ ماثورہ کے اِنَّمَآ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيۡـًٔا اَنۡ يَّقُوۡلَ لَہٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ (۱) تلاوت فرمائی۔

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

دنیا میں جتنے بھی انسان مسلم غیر مسلم، حاکم اور محکوم، یورپ اور ایشیاء کے، ہر شخص کامیابی حاصل کرنے کے لئے محنت کرتا ہے، کامیابی حاصل کرنے کا تقاضہ ہر انسان میں رکھا ہے، لیکن محنتیں مختلف بنیادوں پر اٹھائی جاتی ہیں، کوئی ملک پر کہ ملک حاصل کرلو، ساری کامیابیاں حاصل ہو جائیں گی، کہیں مال اور غلہ کو بنیاد بنایا جاتا ہے، غرض اپنی اپنی نگاہ کے مطابق لوگ بنیادیں تجویز کرتے ہیں اور محنت کر کے ان ذاتوں تک پہنچتے ہیں جن کا انتخاب کیا ہے، لیکن عام طور سے یہ سارے انسان مشترک ہیں کہ اپنی نگاہ کے مطابق یہ اجسام کا انتخاب کرتے ہیں، یہ جسموں کو منتخب کرتے ہیں اور روح تک ان کی پرواز نہیں ہے، اجسام اور ارواح ان دو کو چلانے والی ذات ان کے سامنے نہیں ہے۔

سارے نبیوں نے آکر یہ بات بتلائی کہ دو قسم کے انتظام ہیں ایک جسمانی اور ایک روحانی اور یہ دونوں نظام خدا کی ذات سے چلتے ہیں اور انسان کے جسم تک پہنچنے پر خدا کی ذات سے روحانیت کا بھی ایک نظام چلتا ہے، ایک ایک ذرہ اور

ایک ایک پتہ میں چلتا ہے، یہاں تک کہ وہ جسم انسانی تک پہنچتا ہے، انسان کی محنت کے دورخ بنتے ہیں، ایک جسمانی اور ایک روحانی، تاجر، زارع، حاکم وغیرہ کے ہاں جسمانی تربیت قائم ہوتی ہے، لیکن جب یہ ترتیب دوسرے نظام کے خلاف پڑجاتی ہے تو باوجود اس کے کہ حاکم کو حکومت، تاجر کو تجارت، اور زارع کو زراعت پوری طرح حاصل ہوتی ہے، لیکن پھر بھی خدا کا روحانی نظام مقابلہ پر آجاتا ہے اور پھر حاکم باوجود حکومت حاصل کر لینے کے اور تاجر تجارت کی جسمانی تربیتوں کے قائم ہونے کے ان کی زندگیوں میں بگاڑ ہوتا ہے۔

انسان ایک ایسا وجود ہے جو دونوں نظاموں کے چلنے سے وجود میں آیا ہے، اللہ نے کائناتی نظام کو چلایا، انسانوں نے اسے جسم کو جسم پر لگایا دو اجسام کا رابطہ پیدا ہوا ایک جسم محنت کر رہا ہے دوسرے پر محنت کی جارہی ہے، یہاں تک کہ اس نظام کے چلتے چلتے غذائیں تیار ہوگئیں، پھر انسان نے غذاؤں کو استعمال کیا، پھر جسمانی نظام چلا اور غذا اسے خون بن گیا اور پھوکٹ کو باہر نکال کر پھینک دیا پاخانے کے راستے سے، خون سے جسمانی نظام چلا اور پھر منی کے قطرہ کو خون بنایا گیا اور اس خون سے لوتھڑا بنایا گیا، اگر کچھ روز اس جسم انسانی کو تربیت دیا گیا جس کے اندر اس نظام سے بڑھنے، دیکھنے، بولنے سوچنے وغیرہ کی طاقت نہیں ہے، اب وہ محتاج ہے دوسرے نظام کا۔

ساری کائنات کو اس نظام کے اندر استعمال فرمایا اور جسم انسانی چھوٹا سا تیار ہوا، یہ بڑا لمبا نظام چل کر تین انگل کا جسم تیار ہوا، آنکھ ہے لیکن دیکھنے کی صلاحیت نہیں ہے کان ہیں لیکن سننے والے نہیں ہیں، اسی طرح ہر ہر عضو موجود ہے لیکن استعمال نہیں ہو رہا ہے، پھر دوسرا نظام چلا یہ روح کا نظام ہے اللہ رب العزت نے ایک فرشتے کے ذریعے جسم میں روح کو ڈال دیا (۲)، ہر عضو نے جو کام شروع کیا وہ روح کے نظام سے کیا، روح کے نظام سے ہر ہر عضو کام کرنے والا بن گیا، جب تک اللہ چاہیں گے روح کو جسم میں چھپائے رکھیں گے اور جب چاہیں گے فرشتے کو بھیجیں گے اور روح کو نکلوالیں گے اور وہ جسم خواہ وزیر کا ہو یا بادشاہ کا یا ایک فقیر اور غریب کا روح نکلنے کے بعد سارے اعضاء بے کار ہو جائیں گے۔

صورت کا نظام مشاہدہ کا نظام جسمانی ہے اور جو غائب ہے جس کی حقیقت انبیاء علیہم السلام بتلاتے ہیں وہ غائب ہے، انسان باعتبار انسان ہونے کے اس کو تحقیق نہیں کر سکتا اور انبیاء علیہم السلام باعتبار انبیاء ہونے کے ایک ایک کی حقیقت کو بتلاتے ہیں، زمیندار جو ایک خاکہ بناتا ہے اس سے کیا ہوگا یہ روحانی نظام پر موقوف ہے، خدا کی طرف سے خدا کا فرشتہ ان اجسام کے لئے جو حکم لاوے گا وہ ہو جاوے گا اور جو نہیں لاوے گا وہ نہیں ہوگا۔

اللہ رب العزت کا حکم سرسبزی کا آوے گا تو سرسبزی ہوگی ورنہ بگاڑ پیدا ہو جاوے گا اگر بگاڑ کا حکم آوے گا، اسی طرح حکومت سے کچھ شکلیں بنیں گی لیکن ان سے کیا ہوگا یہ روحانی نظام سے ہوگا اس پورے ملک میں پھیلی ہوئی حکومت سے وہ ہوگا جو خدا کا حکم اس کے لئے آوے گا، انسان محنت کرتا ہے اور محنت کرنے سے ایک حد پر لاکر پہنچا دیتے، لیکن سب حاصل ہونے کے باوجود حکم ان سب سے ذلت کا خوف کا آ گیا تو یہ جسم کا نظام اس کے مطابق چلتا چلا جاوے گا، دو لائنیں بن گئی انسان کی محنت ہے ایک جسمانی محنت کو سامنے رکھنا اور ساری کامیابیوں کو جسموں سے سمجھنا، قلعہ سے یہ ہوگا، بم سے یہ ہوگا سو

نے سے یہ ہوگا، چاندی سے یہ ہوگا، یہ لائنیں حقیقی نہیں ہیں اور جب تک چلیں گی جب تک روحانی نظام موافقت کرے گا اور جب اس کے خلاف پر روحانی نظام آجاوے گا تو سارے خاکے ہونے کے باوجود ناکامی آجاوے گی۔

قوم نوح علیہ السلام کو لیجئے وہ رات دن جسمانی نظام میں لگے ہوئے ہیں اور دوسری طرف حضرت نوح علیہ السلام ہیں جو بتا رہے ہیں زندگی میں محنت جسمانی نظام پر نہ لگاؤ بلکہ روحانی نظام کو موافقت میں کرنے کے لئے محنت کرو، آخر نتیجہ یہ نکلا کہ جب آخری امر ہمارا آ گیا جب روحانی نظام میں ہم نے اپنا امر ڈال دیا تو جتنا بھی جسمانی نظام قوم نوح علیہ السلام کے پاس تھا اس سب سے پانی نکلا اور جس وقت وہ ایک ایک کو ڈبو رہا تھا تو روحانی نظام سے حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے کشتی میں محفوظ تھے (۳)۔

جب جسمانی نظام والوں کا سرمایا تھا تو وہ ختم کر دیا گیا، پھر جو دنیا میں تربیت قائم ہوئی وہ روحانی نظام والوں کے سرمایے سے ہوئی، قوم فرعون کا لمبا چوڑا جسمانی خاکہ موجود تھا، فوجوں کی محلات کی ساری ترتیبیں موجود تھیں لیکن روحانی نظام ان کے خلاف تھا، دو قسم کے انسان بن گئے، ایک وہ جو جسمانی نظام پر بھروسہ کئے ہوئے تھے اور ایک وہ جن کا رابطہ روحانیت سے تھا آگے آگے وہ ہیں جن پر موقوف روحانی نظام ہے روحانی نظام والے بحر قلزم سے نکلتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور جسمانی نظام والوں کو ڈبو دیا جاتا ہے (۴)۔

قوم ثمود زبردست صفت والے تھے پہاڑوں کی کاری گریاں تھیں اور دوسری طرف وہ انسان تھے جو روحانی نظام سے رابطہ بنانے کے لئے محنت کر رہے تھے، آپ کو معلوم ہے کہ جب یہ دونوں قسمیں کمال کو پہنچیں تو جسمانی نظام والوں کو ایک چیخ کے ساتھ برباد کر دیا اور روحانی نظام والے کامیاب ہوئے (۵)، اسی طرح سے ایک اسکیم قارون کی تھی کہ کسی صورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کیا جاوے اور ایک اسکیم حضرت موسیٰؑ کی تھی وہ یہ کہ کمبخت قارون زمین میں دھنس جائے، اللہ رب العزت نے ایسا ہی کر کے دکھلا دیا (۶)

قوم سبا کی بڑی لمبی چوڑی شکلیں کھیتی کی قائم تھیں، لیکن روحانی نظام موافق نہیں تھا تو ان کو برباد کر دیا، ان میں سے کچھ لوگ خدا کے عذاب کو آتا دیکھ کر نکل آئے، یہ انصار مدینہ ان ہی میں سے ہیں (۷) جسم انسانی ہر حال میں ختم ہو جاتا ہے، جب تک روح اس کے اندر ہے یہ چلتا رہے گا، اسی طرح سے سارے اجسام کی ایک روح ہے، جب تک وہ موافق رہے گا جسم کا وجود فاصلہ طے کرتا رہے گا، جسمانی نظام والا طریقہ تو ان حکومت والوں سے، تاجروں سے، زمینداروں سے پوچھو۔

لیکن اگر تم روحانیت سے استفادہ کی صورت معلوم کرنا چاہتے ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو، وہ اس سمندر کے سب سے بڑے تیراک ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکموں کو حکومت سے، مالداروں کو مال سے علیحدہ ہونے کی تاکید نہیں فرمائی بلکہ وہ اصول بتلائے جن سے حکومت، تجارت، زراعت وغیرہ دین بن جاویں، کونسی تجارت حرام ہے اور کونسی حلال اور حلال ہونے کی صورت میں بھی کیا کیا صورتیں حلال اور کیا کیا صورتیں حرام ہیں، دیکھو جھوٹ نہ بولنا، دھوکہ نہ دینا، کھرے کھوٹے کو علیحدہ بیچنا، یہ اصول جسم کی تربیت قائم کرنے کے لئے نہیں دئے بلکہ خدا کی ذات کی موافقت پیدا

ہونے کے لئے دیئے ہیں تاکہ خدا کا روحانی نظام صحیح شکل پر چلنے کی وجہ سے ان کے موافق بن جائے اور ان کو دونوں جہاں میں کامیاب کر دے۔

انسان پر جب مختلف حالتیں آتی ہیں تو حالات کو ٹھیک کرنے کے لئے مختلف اجسام کو دیا جاتا ہے، مثلاً صحت کے لئے سونے کو جسم دیا جاتا ہے، پہلے سے وہ اصول کیوں نہ اختیار کرو جس سے وہ مصیبت ہی آکر نہ پڑے، ہم جسم کے بڑھنے والے اصولوں کو تو اختیار کرتے ہیں اور ان اصولوں سے غافل ہو جاتے ہیں جو روحانیت کے بڑھانے والے ہیں، جس شعبہ کو بھی لیجئے حاکمیت کے، جنگ کے، صلح کے، ہر شعبہ میں اصول بتلا دئے گئے، یہ لوگ تو جسمانی ترتیب کو سامنے رکھ کر بتلائیں گے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم روحانی ترتیب کو سامنے رکھ کر بتلائیں گے، ان اصولوں ہی کا نام اخلاق ہے، اللہ کی موافقت ہی روحانی نظام کی موافقت ہے، اس اعتبار سے محنت کے دو نظام بن گئے، ایک روحانی اور ایک جسمانی۔

ساری محنت دونوں اعلان پر چلتی ہیں، اس زمین و آسمان کو سب کے لئے اللہ نے بنایا ہے اور ان سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اصول مقرر کئے ہیں، قرآن عالم گیر تمام انسانوں کے لئے اور رسول رحمت للعالمین سب کے لئے، ایک غیبی نظام سب میں کام کر رہا ہے، اس کا جوڑ اجسام کے ساتھ نہیں ہے، اجسام تو اس کے تابع ہے جیسے ہمارا جسم ہماری روح کے تابع ہے، ایک نظام روحانیت کو تابع کرنے والا ہے، وہ انسان کی عملی نوعیت ہے تو روحانیت اس کے نیچے آجاوے گی، انسان کو خدا نے جو روح عطاء فرمائی ہے وہ تمام ارواح سے اونچی آجاتی ہے، اللہ نے روح کو عروج، ترقیات، کمالات پر پہنچنے کے لیے خدا نے طریقے تجویز کئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام ان طریقوں کو لے کر تشریف لائے اور روحانی پرواز کے سب سے اونچے طریقے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، ایک درجہ روح تو سب کو ملی ہوئی ہے، یہاں تک کہ جانوروں کو بھی روح ملی ہوئی ہے، ان کے پاس کی روح خادمیت ہے اور ہمارے پاس کی روح خلافت ہے اور خلافت والی روح خدمت والی روح پر غالب ہونے کے لئے ہے، اس وجہ سے فرشتے بھی اس کی ماتحتی میں آجاتے ہیں، انسان کی روح جب چڑھتی ہے تو فرشتوں کی روح بھی تابع ہو جاتی ہے، تو چاند سورج کی روحانیت کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، انسانوں میں روح خلافت رکھی ہے، لیکن خلافت کی استعداد ہے محنت کرنے سے، وہ ترقی کرے گا اور قرآن پاک میں خلافت والے طریقے بتلا دئے، خلافت تم میں ہے اور خلیفہ کا طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا، اگر حاکم ہے تو روح خلافت کے لئے کیا طریقہ اختیار کرے گی اور اگر محکوم ہے تو روح خلافت کے لئے کیا طریقہ اختیار کرے گی۔

ایک لائن جسمانی ہے اور ایک روحانی، روحانی لائن سے کامیابی حاصل کرنے کے لئے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طریقے بتلا دئے جو طریقہ اختیار کرے گا اس کا مزاج اس میں کارفرما ہوتا ہے، اللہ جب طریقہ بتلائیں گے تو وہ اللہ کی صفت پر آئے گی، انسان جسمانی طور پر یوں چاہتا ہے کہ جس طرح پوری کائنات میں سے اس نے اپنا جسم لیا ہے اب زیادہ سے زیادہ زمین سونا لکڑی اس کی طرف آجاوے، اس کا جسمانی جذبہ ہے کہ سارے کے سارے میری طرف کھینچ کر

آویں اور کسی کی طرف نہ جاویں، جب ہر ایک اپنی طرف کھینچنے کی سعی کرے گا تو نزاع پیدا ہو جائے گا اور یہ نزاع کبھی ختم نہ ہوگا، پھر ملکی، پھر علاقائی، پھر گھریلو نزاع شروع ہو جائے گا، یہ تو مزاج انسانی ہے اور اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے خزانے نکالتے ہیں اور دوسروں کو پہنچاتے ہیں، اس روح کا مزاج دوسروں سے مغلوب ہو کر جسمانی ترتیب پر آ گئی ہو تو وہ دوسروں سے مفاد کھینچ کر اپنی طرف لاوے گا۔

حاکم، محکوم، غریب امیر وغیرہ کے مزاج میں لینا داخل ہے اس وجہ سے یہ ہر حال میں لینے والے بنتے ہیں اور اللہ کا مزاج دینا ہے، انسان میں کھانے کا جذبہ ہے اس لئے کہ غذا سے اس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اللہ پاک رات دن اجسام بنا رہے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں وہ جو طریقہ اختیار کریں گے وہ لینے کا نہیں دینے سے ہوں گے، جب ان کو اللہ اپنا خلیفہ بنا کر طریقے دے رہا ہے تو وہ طریقہ بتلاویں گے جن سے دوسروں کو فائدہ حاصل ہو اور روح کا بھی جذبہ یہ ہے کہ جب یہ انسان مفادوں کو دوسروں کی طرف دینے والا بنا ہے تو اس کی روح ترقی کرتی ہے، یہاں تک کہ فقیر سے فقیر اور غریب سے غریب ہے، تو جسمانی جواہرات ان کے پاس ہیں اگر چہ مادی جواہرات نہیں ہیں۔

جان کا جوہر جو کائنات کے جوہرات سے زیادہ قیمتی ہے، ایک فقیر سے فقیر آدمی بھی اگر جان کے خدائی طریقوں پر آ جاوے تو دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا بن جاتا ہے، روح فائدہ پہنچانے والے طریقوں سے عروج پر آتی ہے اور جب وہ جسمانی نوعیت پر آ جائے تو پھر اگر وہ نورانی تھی تو وہ ظلماتی بن جاتی ہے، بعض روحیں جسمانی تقاضوں سے دب کر ایسی خراب ہو جاویں گی کہ اس کی بدبو کی وجہ سے ساری مخلوق سوائے انسان اور جنات کے نفرت کریں گے اور اگر انسان کی روح اپنی حالت پر رہے تو جتنی خوشبوئیں دنیا میں ہیں ان سے زیادہ خوشبودار بن کر اس کی روح جاوے گی یہاں تک کہ دوبارہ جسم روح کی مناسبت سے دیا جاوے گا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جس کو جنت میں لے جایا جاوے گا ان کا قد حضرت آدم علیہ السلام کا اور شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حسن حضرت یوسف علیہ السلام کا ہوگا (۸)، اگر خلافت والے تقاضوں کو پورا کرنے والا بن جائے تو اس کی روح بن جاتی ہے، ہر انسان کے لئے اللہ نے دوسرے انسانوں کے لئے فائدہ پہنچانے والا طریقہ تجویز کیا ہے، بات تو ایک ہی ہے لیکن لینے والے اصولوں میں دشمنی ہوتی ہے اور دینے والے اصولوں میں محبت پیدا ہوگی، ہر جسم کا اپنی روح سے مقابلہ ہے جو روح کے تقاضوں کے ماتحت اپنے جسم کے تقاضوں کو پورا کرنے والا بن جائے گا سارے عالم کی روحانیت اس کی ماتحتی میں آوے گی، جتنے جذبہ باعتبار جسم کے ہے ان کو مغلوب کر کے روح کے تقاضوں کو غالب کر دیا جاوے۔

انسان کے سلسلہ وجود میں جس کا بھی تعلق ہے جسم میں ان سب کا تقاضہ ہے اور روح میں لاکھوں تقاضوں سے بڑھ کر ایک ہی تقاضا ہے اور وہ اللہ پاک کی ذات پاک کا ہے، روح کا اصل تقاضا یہ ہے کہ مجھے اللہ پاک نے جسم میں داخل کیا ہے مجھے اللہ پاک کے راضی کرنے میں ہی لگ جانا ہے، روح اور جسم کے ملنے سے پہلے کا اقرار قابل التفات نہیں اور ملنے کے بعد والا بھی، لیکن جب روح اور جسم ملے ہوتے ہیں اس وقت کے اقرار کا اعتبار ہے، جتنے شعبے ہیں جہاں جہاں ہماری خلافت خرچ

ہوگی اس میں جذبہ باریٰ تعالیٰ پیدا ہوجائے اور دوسرے جذبے اس سے نکل جاویں۔

جتنے جسمانی ترتیب کے نقشے ہیں ان سے اپنے جذبہ کو خالی کیا جاوے اور خدا والا جذبہ پیدا کیا جاوے، اگر جذبہ غیر ختم ہو جائے اور جذبہ خدا وجود میں آجاوے، جذبہ تو خدا کا ہو اور طریقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کو پورا کرنے کا طریقہ بتایا ہے، خدا نے اپنے میں سے حکم نکالا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نکالا، اس صورت میں دونوں نور مل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انوارات میں فیضان ہوگا، بقدر احکامات کو پورا کرنے کے، تاجر میں سے تجارت کا جذبہ اور مال کے نفع کی نفی اور اللہ کا جذبہ زراعت میں سے کھیتی اور غلہ کی نفی اور خدا کا ہی جذبہ ہو۔

جذبات طریقوں کی تبدیلی اور عبادات کی مشق سے آوے گی، ایک درجہ جذبہ کا ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر تعلق کا درجہ ہے، اس کے لئے عبادات مرحمت فرمائی ہیں اور ان میں بھی دونوں طرح کی عبادات مرحمت فرمائی ہیں، جان لگانے کی مشق نماز میں، مال لگانے کی زکوٰۃ اور حج میں، جانی اور مالی جذبات کو خدا کے لئے استعمال کرنے کی تاکید ہے، عبادات کی لائنیں تعلقات کی تبدیلی کے واسطے ہیں، ایسے اچھے طریقے پر عبادت کرنا کہ مخلوق کا تعلق خالق کی طرف پلٹ جاوے، روزہ کی عبادت نماز میں بار بار جان اللہ پر لگی ہے، اس کے اہتمام کے ساتھ مشق کی جاوے، دعوت میں سب سے پہلے عمل کی ابتداء جذبات کی تبدیلی سے ہے، دعوت دینا اور علم الٰہی کی طرف رجوع کرنا۔

سب سے پہلا حکم نماز کا آیا ہے، طریقوں کی تبدیلی کے جذبے سے خدا کا خلیفہ ہمیں بننا ہے اس خدا ہی کے جذبے رہ جاویں، سب سے پہلے دعوت آتی ہے، جو دعوت کو لے کر کھڑا ہوا کرتا ہے سب سے پہلے اس کی زندگی (عموماً عارضی طور پر) بگڑتی ہے، حضرت عثمانؓ کو ان کے چچا نے رسہ میں باندھ کر دھویں میں لٹکا دیا (۹)، اس وقت جو بھی کلمہ پڑھتا تھا تکلیف اٹھاتا تھا لیکن اس کی دعوت دیا کرتا تھا، پھر اخلاق کی مشق آئی، باپ تو گھر سے نکال رہا ہے اور اجنبی آدمی گھر میں بٹھا کر روٹی کھلا رہا ہے، اس طرح زندگی کی مشق چلی جس میں دعوت تھی تعلیم تھی اور اخلاق کی مشق تھی۔

وہ غلط جذبہ جو اس عالم کے نظام کو خراب کرے گا اور مرنے کے بعد دوزخ میں لے جاوے گا ان کو نکالا جاوے اور خدائی جذبہ پیدا کیا جاوے، اس جذبہ پر اللہ اس کا دروازہ کھولتے ہیں جو خدائی ذات میں ہے، اللہ نے ایسے انسان پیدا کئے ہیں کہ یہی سب کو فقیر سمجھتے ہیں اور اپنے کو غنی سمجھتے ہیں، دعوت تعلیم وغیرہ کے لئے محنت کرنا، اس جذبہ پر جو محنت کر رہے تھے ان کے لئے قرآن پاک میں اللہ کی رضا کی خوشخبری ہے، پہلے جذبات کی تبدیلی کی دعوت دیا کرتے تھے اور اس چیز کے علم کو حاصل کیا کرتے تھے جس سے وہ گزرتے تھے زندگی میں تعاون، ہمدردی، دوسروں کی زندگیوں کے بنانے میں ہمدردی کرنا نماز کا اجتماع تعلیم اور غرباء کی خیر خبر لینے کا اجتماع تھا اور مخلوق خدا کی خیر خبر لینے والا بھی یہی ہے۔

جب نماز آئی اور اس سے خدا کا تعلق پیدا کیا گیا اس کے بقدر اخلاق کے دروازے کھلے، ان اخلاق کے قصے اگر سنائے جاویں تو بہت دیر ہوجائے گی، اسلام سے پہلے حضرت عمرؓ کے بارے میں ہے کہ قریش کے شیطانوں میں سے ایک شیطان تھے، جب عبداللہ اور اس کے ساتھیوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور

یہ کہہ رہے تھے کہ صاحبکم اللہ، اللہ تمہارے ساتھ ہے، بیوی نے خاوند سے کہا تھوڑی دیر پہلے اگر ہوتے تو دیکھتے کہ عمر کس درجہ پسیج رہا تھا، خاوند نے کہا نہیں اس کے باپ کا گدھا مسلمان ہوسکتا ہے لیکن عمر کا مسلمان ہونا مشکل ہے (۱۰)۔

اسی طرح سے دوسرے صحابہ کرامؓ تھے کہ انھوں نے اسلام نہ لانے کی قسم کھا رکھی تھی، لیکن یہ لوگ جب اسلام لے آئے تو ان ہی کو سروں پر چڑھایا گیا، قبیلے کے سردار مسلمان ہوکر اپنے قوم میں گئے اور دعوت دی قوم نے ان کو شہید کر دیا (۱۱)، سب سے پہلے دعوت تھی، ہر کلمہ گو داعی تھا اور ہر کلمہ گو نماز کے ساتھ خدا کا تعلق رکھنے والا تھا اور بندگان خدا کے ساتھ اخلاق کا معاملہ کرنے والا تھا، اگر اتنی محنت کرلی جاوے کہ جذبات میں تبدیلی ہوجاوے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کو اختیار کرلیا جاوے جب اخلاق پر پہنچتا ہے، سارے شعبوں میں دوسروں کے حق اداء کرنے والا بنتا ہے تو پھر جو ہاتھ ان کے سروں پر جوتے مارتے تھے وہ ان کے جوتے اٹھانے والے بن جاتے ہیں۔

یہ ایک محنت ہے جو عداوت والے دلوں کو جوڑنے کے لئے ہے، جب تک یہ محنت چالو تھی تو طریقہ زندگیوں میں آرہے تھے، سب کو ایک محنت پر جوڑا گیا جس طرح سے نماز ہم کو جوڑتی ہے اور اس محنت کو اور شعبوں سے زیادہ اہم قرار دیا گیا، مکہ کے تیرہ سال ایسے ہیں کہ برابر ان کی زندگیاں بگڑتی تھیں مدینہ پاک میں آکر بھی ان کو زندگیاں بنانے کا موقع نہیں دیا، پچیس سفر تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سال میں کئے اور اس کے علاوہ ۱۲۵ سفر صحابہ کرامؓ نے کئے، نقل و حرکت والی محنت جو خصوصیت ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے گھر میں، اپنی زبان میں اپنی قوم میں محنت کرنے والے پہلے نبی آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے، کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا (۱۲) سارے انسان آپ کی امت میں شامل ہیں، ایک امت دعوت ایک امت اجابت۔

پہلے آسمانوں سے پتھر برسا کرتے تھے، شکلیں مسخ ہوا کرتی تھیں، آپ کی برکت سے یہ حوادث موقوف کردئے گئے، (۱۳) آپ کی خاص محنت کیا ہے؟ بعض نمازیں ایسی ہیں جو پہلے نبیوں کو دی گئی تھیں، اس طرح سے محنت کی لائن سے بھی آپ کو مزید ملا ہے، علم کی تبدیلی کے لئے محنت کرنا ہے، آپ کو عالم گیر محنت دی گئی، جو تاجر اور زارع تھے اور جس کی تجارت اور زراعت ہمیشہ چلا کرتی تھی لیکن جب کلمہ والے بن گئے تو جذبات کی پیداوار پہلے اور شعبوں کو چلانا بعد میں آگیا، باہری نقل و حرکت کے لئے ضوابط نہیں تھے، جب آواز لگ جاتی تھی سب کچھ چھوڑ کر نکل پڑنے کا حکم دیا جاتا تھا، اس سے طریقوں اور جذبوں کی تبدیلی ہوتی ہے، اندازہ لگاؤ جب ان کے ڈیڑھ سو سفر اس دنیا میں ہوئے تو گھروں میں رہنے کا ان کا زمانہ کتنا ہوا، اس کے علاوہ باہر کے نمائندے آتے۔

مدینہ منورہ میں جذبات کی تبدیلی کرتے تھے، طریقوں کی مشق کرتے تھے، صحابہ کرامؓ وہی داعی تھے وہی معلم تھے، وہی خادم تھے، ایک قافلہ باہر سے سو آدمی کا آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ساتھ ان کو لیتا ہے، ایک محلہ والے لے گئے، مدینہ میں رہنے کا زمانہ منقسم تھا، دکان، زراعت، تجارت اور دین کی تعلیم اور ذکر دعا چوبیس گھنٹے مسجد تربیت گاہ بنی ہوئی رہتی تھی، اس اعتبار سے اگر ان کے اوقات کا تجزیہ کروگے تو معلوم ہوگا کہ سال میں دو، چار مہینے تو کمائی کے نکلتے اور باقی دین کے

لئے تھے، پہلے تعلیم وتربیت کے خاکے سے پھر جذبات کی تبدیلی کی مشق کی گئی۔

اب بارہ مہینے کمانے والے مشکل سے چار مہینے نکلتے ہیں، یہ تقریباً تحقیقی بات ہے، کمائی کی تو یہ صورت تھی اور اخراجات تنگ کردئے گئے، اگر مستطیع ہوتا تو اسے اپنی ذات پر خرچ کرنا پڑتا تھا اور دوسروں پر لگانا پڑتا تھا، مدینہ والے جب باہر کے لوگ آتے ان کی ضیافت کرتے تھے، ایک ضابطہ تھا جس کا کوئی رشتہ ہو وہ بے دھڑک اس کے گھر کھانے ٹھہرنے کے لئے پہنچ جاوے اور جن کے تعلقات نہ تھے وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک کے سامنے آکر کھڑے ہوجاتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم کردیتے تھے، حضرت سعد بن عبادہؓ روزانہ دس سال تک ۸۰ مہمانوں کو بلاناغہ لے جاتے تھے اور باقی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے جایا کرتے تھے، (۱۴) بہت سیدھی سادی معاشرت تھی، ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ آدمی کے بڑا ہونے کے لئے کافی ہے کہ خود کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھے، صحابہ کرامؓ سے ان کی مہمانی کرایا کرتے تھے اور جب وہ واپس ہوتے تو مدینہ والے ان کو تحفہ دلوایا کرتے تھے۔

اب تو بات صرف اتنی ہے کہ ہم اپنی موجودہ محنتوں کے اندر تبدیلی پیدا کرلیں، ہر آدمی سے مطالبہ ہے کہ یہ چند چیزیں ہیں ان ہی کی دعوت ہے ان ہی کی تربیت ہے، اب جو آدمی اس محنت میں اپنا وقت لگاوے، وہ خدا کی رحمت کے دروازے اہل عالم پر کھلوانے والا ہے، خدا کی طرف سے رحمت کی صحیح طریقوں کی طرف تبدیلی کی محنت کی ہوائیں چلیں گی، اس کے لئے تین چلہ مانگے جاتے ہیں اور تین چلہ کی مشق کے لئے چلہ پر بھی اکتفا کرلینا چاہئے۔

---

(۱) سورۃ یٰسٓ: ۸۲

(۲) مشکوٰۃ صفحہ ۲۰

(۳) الاعراف: ۶۴

(۴) الاعراف: ۱۳۶، ۱۳۷

(۵) الاعراف: ۷۸

(۶) تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۰۴ جلد ۳

(۷) تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۳۵ جلد ۳

(۸) کنز العمال صفحہ ۴۹۰ جلد ۱۴

(۹) رحمۃ للعالمین صفحہ ۵۵ جلد ۱

(۱۰) البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۲۷ جلد ۳

(۱۱) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۶۹ جلد ۱

(۱۲) سورۃ سبا: ۲۸

(۱۳) تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۰۳ جلد ۳

(۱۴) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۵۰ جلد ۲

دعوت والوں کے عمل ٹھیک ہوں تو دعوت چلتی ہے

{۹ر فروری ۱۹۵۷ء، بروز اتوار، بوقت روانگی جماعت}

اقتباس

کرنے والے تو صرف اللہ ہیں، لیکن دنیا کو اللہ نے دار الاسباب قرار دیا ہے جو بھی اس دنیا میں آوے گا پہلے انسانوں سے اللہ اسباب اختیار کرواتے ہیں، انسان شادی کرتا ہے اور جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے تو بچہ بچی پیدا ہوتا ہے، اسی طرح غلہ تو اللہ تعالیٰ ہی بناتے ہیں لیکن اسباب کے طور پر زمیندار زمین، ہل، بیل، وغیرہ کا انتظام کرتا ہے، تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کھیتی والے تم ہو یا ہم ہیں، سبب انسان اختیار کرتے ہیں اور کھیتی خدا بناتے ہیں، جس طرح یہ اسباب رکھے ہیں اسی طرح انسانوں کے دلوں کے اندر ہدایت کے آنے کا ایک سبب تجویز کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس کے لئے محنت کرنے والے اور داعی بن کر اٹھو، دل کا وجدان ہو جائے کہ زندگی کے صحیح طریقوں سے کامیابی ہوگی۔

نحمدہ' و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بعد خطبہ ماثورہ کے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (۱) تلاوت فرمائی۔

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

اللہ کا بہت بڑا اکرم و فضل ہے کہ اس نے ایک بڑے مقصد کے دنیا میں زندہ ہونے کے لئے جمع فرمایا اور اس کے وجود میں آنے کے لئے سبب کے طور پر ہمیں قبول فرمایا، یہ سمجھئے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں پر اتنے رحم کرنے والے ہیں کہ کوئی محب اپنے محبوب کے لئے رحم کرنے والا نہیں، رحم کے تقاضوں کے ماتحت جب زندگیوں میں ایسی خبر آجاتی ہے کہ وہ اس دنیا میں اور مرنے کے بعد بھی مصائب میں پڑ جاویں تو اپنے رحم کی لائنوں سے کچھ مصیبت لاتے ہیں، اگر اللہ کے اجور کا دھیان کر کے ان مصیبتوں کو برداشت کیا جاوے تو یہ اپنی تجارت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اگر لوگ اسباب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور صحیح اسباب بلایا کے ذہن میں آجاویں اور لوگ اسباب کی تبدیلی کی محنت کے لئے کھڑے ہو جاویں اور ان اسباب کو اختیار کریں جو بلایا کے ہٹانے والے ہیں تو دنیا میں بھی انسان چین کی زندگی گذارتے ہیں اور آخرت میں بڑے مزے لیتے ہیں۔

بلایا مصائب چونکہ زندگیوں میں تبدیلی کرنے کے لئے آتے ہیں، اگر اللہ سمجھ نصیب فرماویں تو پھر یہ اسباب بلایا لاتے نہیں، وہ بلاؤں کو ہٹاتے بھی ہیں، اللہ رب العزت جس طرح اسباب حقیقیہ بنائے ہیں کہ جب انسانوں کے اعمال اور زندگی گزارنے کے طریقے غلط ہوتے ہیں، تو ان کی زندگیاں بگڑتی ہیں لیکن اس بگڑنے پر اعمال کی خرابیوں کی طرف توجہ نہیں کی جاتی ہے، بلکہ مال اسباب کی طرف توجہ کی جاتی ہے، ہاں اگر اللہ رب العزت اس طرف رہبری فرماویں کہ ہماری عبادات ہماری معاشرت اچھی نہیں تھی یہ بلایا کے آنے کا سبب بنی ہیں، لہٰذا زندگی کے غلط طریقوں کو اپنے اندر سے نکالا جائے اور صحیح طریقوں کو زندگی میں لایا جائے۔

کرنے والے تو صرف اللہ ہیں، لیکن دنیا کو اللہ نے دارالاسباب قرار دیا ہے جو بھی اس دنیا میں آوے گا پہلے انسانوں سے اللہ اسباب اختیار کرواتے ہیں، انسان شادی کرتا ہے اور جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے تو بچہ بچی پیدا ہوتا ہے، اسی طرح غلہ تو اللہ تعالیٰ ہی بناتے ہیں لیکن اسباب کے طور پر زمیندار زمین، ہل، بیل، وغیرہ کا انتظام کرتا ہے، تو اس وجہ سے االلہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کھیتی والے تم ہو یا ہم ہیں (٢)، سبب انسان اختیار کرتے ہیں اور کھیتی خدا بناتے ہیں، جس طرح یہ اسباب رکھے ہیں اسی طرح انسانوں کے دلوں کے اندر ہدایت کے آنے کا ایک سبب تجویز کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس کے لئے محنت کرنے والے اور داعی بن کر اٹھو، دل کا وجدان ہو جائے کہ زندگی کے صحیح طریقوں سے کامیابی ہوگی۔

زبان کا بولنا کان کا سننا، نہ رہے بلکہ دل کے اندر اتر جائے، صحیح طریقہ معاشرت میں حاکموں، محکوموں میں غریبوں مالداروں میں اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل کے اندر طریقوں سے کامیابی کا وجدان پیدا ہو جائے گا، آپ بہت اچھے اچھے مکان بنالیں بہت ساری مالیت جمع کرلیں تو اس سے طریقے صحیح نہیں ہوں گے، لیکن اگر طریقہ صحیح کرنے کی محنت کرے گا تو طریقے صحیح ہو جائیں گے، خواہ اس کے پاس رہنے کو جھونپڑی اور پہننے کو کپڑے تک بھی نہ ہوں دلوں کے اندر سے ضلالت (ضلالت کیا ہے؟ صحیح پاکیزہ طریقوں سے کامیابی کا وجدان دلوں سے نکل جائے) نکال کر جب دل ضلالت سے بھرا ہوگا، تو جب بھی عمل کرے گا غلط کرے گا اور اگر وہ اسباب اختیار کئے جائیں جو ہدایت لانے والے ہیں، تو اللہ رب العزت دلوں سے ضلالت کے بادل اس طرح سے چھانٹتے ہیں جس طرح صبح صادق کے وقت اللہ رب العزت اندھیرے کو ہٹا کر روشنی لاتے ہیں۔

دلوں میں ہدایت لانے والی محنت بنیاد کا درجہ رکھتی ہے ہدایت اللہ کی طرف سے آوے گی، اگر لاکھوں کے دلوں کے لئے ایک دن میں ہدایت کا ارادہ کریں گے تو ایسا ہی ہو جائے گا، ہدایت کی آمد میں دیر نہیں لگتی، بلکہ اسباب اختیار کرنے میں دیر لگتی ہے، جب اسباب قابل قبول ہو جاتے ہیں تو ضلالت نکل کر ہدایت آجاتی ہے، جس طرح یہ سورج اپنے بدنوں کی روشنی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اسی طرح ہدایت کی دعوت اپنے اندر کی روشنی کو لئے ہوئے ہے، چیزوں سے، نقش ونگار سے کامیابی تعاون صحت وغیرہ نہیں ملتی بلکہ خدا کی ذات کے خزانوں سے کامیابی آتی ہے، عمل کے طریقے اگر غلط ہوں گے تو خدا کی طرف سے ناکامی آئے گی۔

اور ہدایت میں جان اس وقت پڑے گی جب دعوت دینے والوں کا وجدان یہ ہو جائے کہ ہدایت کا تعلق چیزوں سے نہیں ہے بلکہ اس محنت کے ساتھ تعلق ہے جو ہدایت کے لئے کی جاتی ہے، ہدایت اول نہیں آئے گی بلکہ اول زبانوں سے ہدایت کے الفاظ بولیں گے ہاں اگر محنت کرنے والوں نے صحیح محنت کر کے دکھادی تو ان کی محنتوں پر دوسروں کے لئے ہدایت کے دروازے کھلیں گے، زندگی کے طریقوں میں پاکیزگی آجانے کے لئے محنت کرنا بہت بڑا عمل ہے، اگر انسان صحیح طریقہ سے روزہ رکھنے والا بن جائے اور سیرت کے اعتبار سے اس کو ٹھیک کیا جائے روزہ میں جس طرح حلال سے روکا جاتا ہے یعنی کھانا پینا چھوڑا ہے، اسی طرح سے حرام سے غیبت وغیرہ سے بھی بچتا رہے، جب آدمی صبح سے شام تک اسی طرح روزہ رکھتا رہے کہ کوئی حرام نہ ہونے پائے تو اس سے دولت کا دروازہ کھلے گا اور جب اس عمل کو اللہ کے راستے میں دین کی عظمت اور رفعت اور دین کے منافع کو سامنے رکھتے ہوئے محنت کی جاتی ہے تو ایمان اعمال صالحہ کی ہدایت آجائے گی، اگر نماز کو صحیح نقشہ پر نہیں لایا جاوے تو اس سے ہدایت کے دروازے نہیں کھلتے، اسی طرح ہر عمل کا نقشہ صحیح کیا جاوے اور یہ عمل پسندیدہ ہو جاوے اور قبول فرمالیں تو مجموعہ سے ہدایت کا دروازہ کھلے گا، اللہ رب العزت نے اس عمل کی قیمت بہت ہی بڑھادی ہے۔

محنت کا ایک درجہ یہ ہے کہ اپنے مقام پر کی جاوے اور دوسرا طریقہ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہدایت کی دعوت کے لئے نقل وحرکت شروع ہو جاوے اور لوگ اس کے لئے اپنے جذبات اور تقاضوں کو قبول کرنے والے بن جاویں، انفرادی اعمال میں اپنی ذات سے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا، حج کرنا یا زکوۃ دینا اتنا قیمتی نہیں ہے جتنا اللہ کی راہ میں نکلنا قیمتی ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کا جنگ موتہ میں پیچھے رہ جانا (الخ) آخر آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن رواحہ اگر تو پورے زمین کے خزانوں کو قربان کردے تو اس ثواب کو نہیں پاسکتا جو ان کو صبح نکلنے پر ملا ہے (۳)۔

جو پیر اس راہ میں گرد آلود ہوں گے اس کے بقدر ان کے اندر خوشبوئیں ڈالی جائیں گی، اس راہ میں جب ایک نماز پڑھی جاوے گی ایک پیسہ خرچ کیا جاوے گا یا ایک کلمہ ذکر کہا جاوے گا تو سات لاکھ کا ثواب ملے گا (۴)، خدا کی راہ میں نکل کر صحیح طریقوں کی مشق کرنے میں جو محنت کی جاوے گی اس کی خدا کے یہاں بڑی قیمت ہے، لیکن ہر عمل کے طریقے ہوتے ہیں، جس طرح نماز کے ادا کرنے کی ایک خاص شرط ہے اور اس کی پوری شکل مقرر ہے، جب یہ ساری چیزیں صحیح ہونگی تب کہا جاوے گا کہ نماز ہوئی اور جو نماز پر اجر و ثواب ملنے والے ہیں وہ ملیں گے، لیکن اگر بے وضو یا قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی جاوے تو وہ نماز نہیں کہلاوے گی، نماز کی طرح اس عمل میں پاکی کی بھی ضرورت ہوگی، آج ابھی خیال کرنا ہوگا، نیت کو بھی صحیح کرنا ہوگا، قیام کے درجہ میں اس راہ میں نکلنے کو سمجھ لیجئے، اس راہ میں گشت کئے جاویں گے اور ان کے سامنے ایمان کی باتوں کو کیا جاوے گا، ہدایت کی آواز لگائی جاوے گی، چیزوں کے بنانے والے خدا ہیں اگر وہ بنائیں تو بنے گی ورنہ نہیں بنے گی۔

جب اللہ کی راہ میں کسی کو نکلنے پر آمادہ کیا جاوے گا تو وہ مختلف عذر سے روئے گا، اس وقت ایمان ویقین والی باتیں کریں، آدمی اپنے رواجی نقشے کو چھوڑ کر نکلے پھر بہت شاق گزرے گا، اس واسطے اس کے لئے طریقے بتلائے، ساتھ ہی

جب تم کسی گاؤں یا شہر میں گھسو تو تصور کرلو کہ خدا کے قبضے میں ہم سب کے دل ہیں جس طرف چاہیں پلٹ دیں (۵)، گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے ہی دعا مانگ لو، قلوب کے مالک اور اس میں تغیر اور تبدل کرنے والے سے دعا مانگ لو، پھر کچھ خصوصی گشت میں بھیج دئے، گشت خواہ عمومی ہو یا خصوصی جہاں جاویں ان کی عمارت کو نہ دیکھیں، ان کے بیوی بچوں کو نہ دیکھیں بلکہ مشق کریں کہ صحیح زندگی میں آجاویں۔

گشت کا کمال یہ ہے کہ گشت والوں کو پتہ نہ لگے کہ یہاں کے مکان کیسے ہیں، خواص کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ نقد جماعت نکالنے پر آمادہ ہو جاویں، عمومی گشت بھی اسی طرح ہو کہ دھیان اللہ کی طرف ہو، زبان پر اللہ کا ذکر ہو اور دل سے دعا نکل رہی ہو کہ یہ باتیں ہمارے اور ان سب بھائیوں کے دل میں بیٹھ جاویں، ساری باتوں کے تذکرے جب ہی آویں گے جب خدا کو پالنے والا شمار کیا جاوے گا، وعدہ کا تصور ایسا بنتا ہے کہ شاید مرنے تک بھی پورا نہ ہو، وعدہ کرتا ہے کہ جب میرے مسائل کا حل ہو جاوے گا تو خدا کی راہ میں نکلوں گا۔

آپ اپنے اندر ہدایت کے اترنے کے لئے تقدیر کی بات اٹھاتے ہیں اور یہ دل میں ہو کہ جیسا میں کہہ رہا ہوں وہ میرے دل میں بھی پیدا ہو جاوے، آج ایمان کی لائن پر قدم ہی نہیں اٹھتا، یہ تو ظاہری کوشش ہے اور پھر رات کو دعائیں بھی ہوں، فرض نمازوں کے بعد بھی دعائیں مانگی جاویں، ہدایت کے دروازے اس پر کھلیں گے، ایک طرف تو سمجھانا بجھانا پورا ہو، اور رات کو بارگاہ الٰہی میں دعاؤں کا اہتمام کیا جاوے، جس طرح قیام کے ساتھ رکوع سجدہ لگا ہوا ہے اسی طرح اس دعوت کے ساتھ دوسری چیزیں تعلیم و ذکر بھی لگے ہوئے ہیں، جتنا اخلاق کی لائن سے معاشرت کی لائن سے علم آوے گا اتنا ہی وہ ہماری دعوت میں کام آوے گا۔

فضائل کی کتابوں کو بہت دھیان سے سننا کہ یہ اس راہ کے جاننے والوں کی باتیں ہیں اور کچھ وقت اپنی بگڑی چیزوں کو سیکھنا، دعوت جب چلتی ہے کہ جب دعوت دینے والوں کے اپنے عمل ٹھیک ہوں، ہماری دعوت کے اندر جان پڑنے کے لئے تعلیم کے حلقوں میں جانا پڑے گا اور دوسروں کو بھی ترغیب کے ساتھ شامل کیا جاوے اور بگڑی ہوئی چیزوں کا ٹھیک کرنا، ہم جہاں کہیں ہوں ہمیں یا دعوت میں لگانا ہے یا تعلیم میں لگانا ہے، جب تک داعی میں خدا کا تعلق پیدا نہیں ہوتا ہے اس وقت تک نماز ٹھیک نہیں ہوگی، جتنی ہم نمازیں اچھی پڑھیں گے، بنا کر پڑھیں گے ہمارا تعلق ہمارے خدا سے ہوگا، ذکر کی کثرت کرنا، جس وقت دعوت، تعلیم، تشکیل، نماز نہ ہو تو پھر ذکر میں لگا جاوے، اس سفر میں دنیا کے قصے بالکل نہ چھیڑے جاویں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا لوگوں کا تذکرہ بلاؤں کو لاتا ہے اور خدا کا تذکرہ بلاؤں کو دور کرتا ہے، جو نسا وقت دعوت تعلیم کا نہیں اس میں نمازیں پڑھیں یا خدا کا ذکر کریں یا قرآن پاک کی تلاوت میں لگ جاویں، اگر ہم انسان نہ ہوتے تو میں یہ کہتا کہ صرف یہ تین باتیں ہی کرنی پڑتی، لیکن ہم چونکہ انسان اس واسطے بقدر ضرورت کھانے پینے آرام و راحت کو اخلاق کے ساتھ پورا کرنا، خدمت کے موقع پر اپنے آپ کو آگے بڑھانا، کھانے سے آرام و راحت وغیرہ جب نفس کو حصہ ملنے لگے یا عزت کی صورت ہو تو دوسروں کو آگے بڑھاویں، یہ شخص ہیں جن پر رکھ کر اللہ ہدایت کے دروازوں کو کھولیں گے۔

دعوت ہی کرو، تعلیم کا اشتغال، تعلق مع اللہ کے لئے ذکر کا اہتمام، جس طرح مصنوعی چیزیں ہوا کرتی ہیں اسی طرح سے اگر ساری چیزوں کو سیرت پیدا ہونے کی غرض پر صورت اختیار کیا تو انشاء اللہ اس صورت سے سیرت بھی آجاوے گی، جب اس صورت میں حقیقت پیدا ہو جاوے گی تو تم ہدایت کے دروازے کھلے پاؤ گے، باہر نکل کر تو ان باتوں کی پابندی کی جاتی ہے لیکن اپنے مقام پر آکر یہ چیزیں چھوٹ جاتی ہیں، مقام پر آکر نیا ضابطہ بنالے اور جس طرح باہر نکل کر اخلاقی زندگی کی مشق کی تھی ان کی بقا کے لئے مقام پر کوشش کی جاتی رہے، اگر بیرونی اور مقامی دونوں محنتوں کو چلایا گیا تو دوسروں کی ہدایت پر پڑنے کا ذریعہ بنے گا۔

---

(۱) سورۃ الاحزاب: ۲۱

(۲) سورۃ الواقعہ: ۶۴

(۳) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۸۵ جلد ۱

(۴) کنز العمال صفحہ ۲۹۲ جلد ۴

(۵) کنز العمال صفحہ ۳۹۱ جلد ۱

مسئلہ کسی منزل پر اللہ کے ہاتھ سے نکلا ہوا نہیں ہے

{یکم رجب المرجب ۱۳۷۷ھ، مطابق ۲/جنوری ۱۹۵۸ء، بعد نماز فجر}

اقتباس

انسان کی جامعیت اور کمال ہے کہ لائن کا احساس کرتا ہے، دن کو محسوس کرتا ہے لیکن ناقص احساس کرتا ہے، چیز تو بہت بڑی ہوتی ہے اور یہ احساس کرتا ہے بہت چھوٹی کا مثلاً یہ احساس کرتا ہے زمانے کا، لیکن زمانے کی ضرورتوں کا پوری طرح احساس نہیں کرتا اور ساری حاجتوں کا احساس نہیں کرتا، خدا نے نبیوں کو بھیجا، انھوں نے آ کر بتلایا کہ تم نے زمانے کا احساس کیا یہ تو ٹھیک ہے لیکن پورے زمانے کا احساس نہیں کیا، بھوک لگے گی تو بدن سے چیزیں نہیں نکلتی جس سے بھوک دور ہو جائے، یا بدن سے کپڑے نہیں نکلتے کہ سردی کا انتظام ہو جائے، بلکہ یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے اپنے ماسوا چیزوں کی ضرورت ہے، اب چونکہ ساری ذاتیں اس کے سامنے آتی ہیں اس لئے وہ کسی ایک ذات کا انتخاب کر لیتا ہے، کسی نے حکومت کو، کسی نے تجارت کو، کسی نے زمینداری کو، کسی نے سونے چاندی اور تیل وغیرہ کو سمجھا کہ اس سے حاجتوں کا انتظام ہوگا۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ مسنونہ کے بعد قرآن پاک کی آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱) اور كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (۲) تلاوت فرمائی۔

میرے بھائیو دوستو بزرگو!

انسان اس دنیا میں اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے بڑی محنت کرتا ہے، جتنی بھی عمر اللہ اسے مرحمت فرماتے ہیں وہ پوری عمر اتنی سعی کرتا ہے، کہ اسے کامیابی حاصل ہو جائے، محنت سب کرتے، مسلم غیر مسلم، حکومت، پبلک، مالدار غریب، سب کامیابی کے لئے محنت کرتے ہیں، لیکن ہر محنت کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا، بلکہ جس کی محنت صحیح ہوتی ہے وہ کامیاب ہوتا ہے اور جس کی غلط ہوتی ہے وہ ناکام ہوتا ہے، لیکن محنت کے صحیح اور غلط ہونے کا پتہ نتیجہ کے وقت ملتا ہے، محنت کرنے کے زمانے میں محنت کے صحیح اور غلط کا پتہ نہیں چلتا، جبکہ نتیجہ کے وقت محنت کرنے والا یا اپنے کو کامیاب یا ناکام کہتا ہے۔

زمیندار جس وقت ہل چلاتا ہے اور پانی دیتا ہے اور اس کی رکھوالی کرتا ہے اس وقت پتہ نہیں چلتا کہ وہ کامیاب ہوگا یا

نا کام، اسی طرح سے دکاندار کو روزانہ کی بکری سے پتہ کامیابی کا یا نا کامی کا نہیں چلتا بلکہ سال بھر میں جب وہ چٹھا باندھتا ہے اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ کامیاب ہوا یا نا کام ہے، اگر غور کریں تو انسان کو اس دنیا میں ہی نا کامی نظر آئے گی، حکومتیں تک بھی آج نا کام نظر آتی ہیں، اس لئے کہ جن چیزوں پر انھوں نے محنت کی بنیاد اٹھائی تھی وہ چیزیں حاصل نہیں ہو رہی ہیں، انسان اپنی آنکھوں دیکھی پر قدم اٹھاتا ہے اور انسانی نظر ہے کہ اس کو پوری چیز دکھائی نہیں دیتی، اس کو پورے دن دکھائی نہیں دیتے تو پھر ان دنوں کی حاجتیں کس صورت سے دکھائی دی جاویں، دن ایک تو ہے نہیں بلکہ نہ معلوم مرنے تک کتنے دن ہیں یہاں ایک دن کا پتہ دیا ہے، وہ قیامت کا دن ہے، جو پچاس ہزار سال کا ہوگا، ہمیں ایک طرف تو اعزاز واکرام کے ساتھ جنت میں داخل کیا جار ہا ہوگا اور دوسری طرف پیشانی کے بالوں کو پکڑ کر اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جار ہا ہوگا۔

قیامت کے دن ہمیں تمہیں سب کو پتہ چل جاوے گا کہ کون کامیاب ہوا اور کون نا کام ہوا، آج کا دن فیصلہ کرنے کا نہیں ہے، بلکہ یہ دن تو محنت کرنے کا ہے، آج تو چیزوں کو حاصل کیا جار ہا ہے اور ان کو خرچ کیا جار ہا ہے، اگر چیزیں حاصل کیں تو لوگوں کا حق دبا دبا کر تو اس پر کل کو نا کام ہوگا اور دوزخ میں ڈالا جاوے گا، انسان کے سامنے تو ایک دن ہے اور وہ ہے چھوٹا سا بارہ گھنٹوں کا اور خدا کے سامنے سارے دن میں صدی ان کے ایک دن حشر کا ہے، وہ پچاس ہزار سال کا ہو گا اور حشر کے بعد دنوں کا مسئلہ ہی نہیں، اس کے بعد تو ہمیشہ کے لئے زندگی چلے گی، ہم تو اس کو زندگی کہہ رہے ہیں اور خدا کہہ رہے ہیں کہ تیری زندگی تو قیامت کے دن سے شروع ہوگی (۳)۔

انسان کو تو ایک دن بھی پورا نظر نہیں آتا ہے کہ آج شام کو کیا ہونے والا ہے اور شام تو بہت دور کی چیز ہے اس کو تو ایک منٹ بعد کا بھی پتہ نہیں بلکہ اس کی زندگی تو ایک سیکنڈ ہو کر گزر رہی ہے، اگر خدا دیکھی پر قدم اٹھاوے گا تو سب ٹھیک ہو جا ئے گا اور اگر اپنی آنکھوں دیکھی پر قدم اٹھائے گا تو اس زندگی کا انتظام بھی مشکل ہے جو ہمارے سامنے ہے، محنت ان ہی اعضاء کی ہے، خواہ اس کو جزء خانی پر لگا دو جو شام تک نہ معلوم کتنی دفعہ بدلے گا، ایک شخص کے پیٹ میں درد ہوا، ساری طاقت لگائی کہ درد دور ہو جائے، پھر پانچ منٹ کے بعد ہیضہ ہو گیا، تو اب ساری طاقت اس کے دور کرنے پر لگادی جاوے گی، لہٰذا انسانوں کی اپنی دیکھی پر محنت ہے، وہ اس کے لئے ہے جو ایک جزء کا درجہ ہے، سارے انسان اس جزء خوانی پر محنت کر رہے ہیں اور انجام کے وقت نا کام ہوں گے اور خدائی شان یہ ہے کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ کہاں سے تو آیا ہے اور کس کس راستے سے آیا ہے اور کہاں جاوے گا، جونسے زمانے کو تو دیکھتا ہے خدا اس سے زیادہ اس کو دیکھ رہے ہیں، جو سب کچھ دیکھتا ہے اس کی بات تو سب کچھ دیکھ کر ہوتا ہے اور جو جزء کو دیکھتا ہے اس کی بات اور ہوئی ایک آدمی صرف پولس کے آمی کو دیکھتا ہے وہ اس سے الجھنے کو تیار ہو جاتا ہے اور ایک پولیس والے کو دیکھتا ہے اور صبر کر جاتا ہے، جنھوں نے خدائی دیکھی پر قدم اٹھایا وہ کامیاب ہو گیا اور جنھوں نے اپنی دیکھی پر قدم اٹھایا وہ نا کام ہوں گے، جنھوں نے آج کی بھوک پیاس کو دیکھا آج کی عزت وذلت کو دیکھا، بعد کو انجام کار نا کام ہوں گے، جس نے حال کی زندگی بنانے میں لوگوں کے حقوق کو ضائع کیا ہوگا تو اس پر لمبے لمبے عذاب شروع ہو جائیں گے، جسم تو زمین میں دبا ہوا ہے، لیکن اس پر برزخ میں

عذاب ہو رہا ہے، وہ میٹھی نیند نہیں سوتا بلکہ سود کی وجہ سے، غیبت کی وجہ سے، حرام کاروبار کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جل رہا ہوگا، لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے جھگڑوں سے چھوٹ گیا۔

انسان کی جامعیت اور کمال ہے کہ لائن کا احساس کرتا ہے، دن کو محسوس کرتا ہے لیکن ناقص احساس کرتا ہے، چیز تو بہت بڑی ہوتی ہے اور یہ احساس کرتا ہے بہت چھوٹی کا مثلاً یہ احساس کرتا ہے زمانے کا، لیکن زمانے کی ضرورتوں کا پوری طرح احساس نہیں کرتا، اور ساری حاجتوں کا احساس نہیں کرتا، خدا نے نبیوں کو بھیجا، انھوں نے آکر بتلایا کہ تم نے زمانے کا احساس کیا یہ تو ٹھیک ہے لیکن پورے زمانے کا احساس نہیں کیا، بھوک لگے گی تو بدن سے چیزیں نہیں نکلتی جس سے بھوک دور ہو جائے، یا بدن سے کپڑے نہیں نکلتے کہ سردی کا انتظام ہو جائے، بلکہ یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے اپنے ماسوا چیزوں کی ضرورت ہے، اب چونکہ ساری ذاتیں اس کے سامنے آتی ہیں اس لئے وہ کسی ایک ذات کا انتخاب کر لیتا ہے، کسی نے حکومت کو، کسی نے تجارت کو، کسی نے زمینداری کو، کسی نے سونے چاندی اور تیل وغیرہ کو سمجھا کہ اس سے حاجتوں کا انتظام ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام نے بتلایا کہ جتنی ذاتوں کو تو سوچتا ہے وہ مخلوق ہیں اور مخلوق وہ ہے جس کو کسی نے بنایا ہے، اپنے وجود میں اور اپنے سے وجود میں کسی کا محتاج ہے جو اپنی آنکھ سے دیکھے گا اسے خالق نظر نہیں آئیں گے، اس میں فانی تو آجاتا ہے لیکن غیر فانی نہیں آتا، اس میں گیہوں کا دانہ تو آتا ہے لیکن ساتوں زمین و آسمان نظر نہیں آتے، جب مخلوق پوری نظر نہیں آتی تو خالق کس صورت میں نظر آئیں گے پر تو احساس کیا کہ ہم اپنی ذات سے زندگی نہیں چلا سکتے کبھی دوسری چیزوں کی اور دوسری ذات کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن ہمارا تصور اوچھا ہے، ہماری محنت سے تو کھیتی بن جائے گی اور کھیتی سے ہماری زندگی، نبیوں نے آکر بتلایا کہ یہ تمہاری آنکھوں کا اندھا پن ہے، نبیوں کے متعلق کہا ہے کہ جس کو تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو وہ تمہاری زندگی کو پورا کرنے والا کس صورت میں بن جائے گا۔

اسی طرح جو زمیندار ہمارے ہاتھوں سے چل رہا ہے وہ ہماری زندگی کو بنانے والا کس طرح بن جائے گا یہاں دھوکہ ہے، اللہ رب العزت نے بہت سی چیزوں کے وجود کو انسان کی محنت پر رکھ دیا ہے، اس لئے اس کو دھوکا ہونے لگا دکان کا وہ دکان جسے تم جگہ جگہ سے مہیا کر لائے ہو وہ تمہاری ضرورتوں کا پورا کرنے والی کس طرح بن جاوے گی لا الہ الا اللہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ذات جس سے تیری حاجتیں پوری ہوں گی وہ صرف اللہ کی ذات ہے، جتنی ضرورتیں تیرے سامنے ہیں یہاں تک کہ تیری رات ان کو اللہ نے بنایا ہے وہ خالق کی ذات ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ علیہ السلام، ساتوں زمین و آسمان اور چیزیں مخلوق ہیں ایک خدا کی ذات کے علاوہ کو مخلوق کہا جاوے گا، جس کے بارے میں سوال کرو گے کہ اس کا خالق کون ہے تو جواب ملے گا کہ اللہ اس کے خالق ہیں، سارے انبیاء علیہم السلام، سارے فرشتے، ایک خدا کی مخلوق ہیں عزرائیل اس وقت روح قبض کر سکیں گے جب خدا چاہیں گے، حد یہ ہے کہ سارے فرشتے مل کر روح قبض کرنا چاہے تو نہیں کر سکتے جو زمیندار دکاندار ہیں جو تیرے سے چل رہی ہے وہ تیری حاجتوں کو پورا کرنے والی نہیں ہے، چیزوں سے بننے بگڑنے کا، ملک مال سے بننے بگڑنے کا تعلق صرف خدا سے ہے، وہی چیزیں بنا رہے ہیں۔

اگر ساری دنیا یہ کوشش کر لے کہ چیزیں وجود میں آجاوے اور وہ نہ چاہیں تو وجود میں نہیں آسکتی، خدا کا ارادہ زمین سے کھیتی اگانے کا نہ ہو تو سارے انجنیئر ایڑی چوٹی کا زور لگاویں تو کھیتی نہیں نکال سکتے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں کھیتی تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں (۴)، حقیقت میں خدا کی ذات ہی کا نام وجود ہے، خدا کی ذات نبیوں وفرشتوں کا زمین وآسمان کا محتاج نہیں ہے، یہ بات نہیں کہ غلہ ہوگا تو پیٹ بھرے گا، اگر خدا چاہے تو بغیر غلہ کے پیٹ بھر دیں، اگر خدا ہماری زبان کے بولوں سے پیٹ بھرنے کا ارادہ کر لیں تو اسی سے پیٹ بھر جاوے گا، جو ہو رہا ہے وہ اللہ کے ارادے سے ہو رہا ہے اور خدا اپنے ارادوں کو بدلنے پر ہر وقت قادر ہے، اصل وجود خدا کی ذات میں ہے، اصل پرورش، اصل عزت، زندگی بننا اصل خدا کا ارادہ ہے، باقی ساری مخلوق خدا کی محتاج ہے، خدا کے سامنے سرنگوں ہے، مالدار ہوں، حاکم ہوں، بادشاہ ہوں، یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی خدا کے محتاج ہیں (۵)، کرنے والا کرنے والا ہوتا ہے وہ سب خدا کی ذات کے ساتھ ہے ہونا کام ہے غیر کا، اگر ہونے والا کرنے والے کے ساتھ جوڑ بٹھالے تو کامیاب ہو جائے گا، ورنہ ناکام ہوگا، کرنے والا جو کرے گا وہ ہو جائے گا، لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ اگلے زمانے میں کیا ہوگا، جواب یہ ہے کہ کرنے والا جو کرے گا وہ ہو جائے گا۔

اللہ نے ضابطہ بتلایا کہ مجھے کرنے والا سمجھ کر میرے حکموں کو دیکھ کر چل میں تیرے لئے موافقت کے احکامات دے دوں گا، اتنی بات تو کر کہ اور کسی سے نہیں ہوتا بلکہ خدا کی ذات سے ہوتا ہے، ہماری محنتوں سے نہیں بدلے گا بلکہ کرنے والے کے حکم سے بدلے گا، اگر پوری دنیا کے لوگ اکٹھے ہو کر آجاویں اور کوشش کریں کہ آج سورج کو ڈوبنے نہیں دیں گے، تو وہ وقت مقررہ پر ڈوب کر رہے گا اور سارے کھڑے دیکھتے رہ جاویں گے، ہماری سورج پر نہیں چل سکتی تو زمین پر بھی نہیں چل سکتی۔

یہ تو دھوکہ ہے کہ ہم یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہماری ذاتوں سے ہو رہا ہے، لا الہ الا اللہ کے ذریعے اپنے آپ کو دھوکے سے نکال لے اور بول کہ سارے مسائل کا تعلق صرف اللہ سے ہے، تیرے پیٹ میں جو درد ہے جب تک خدا چاہیں گے رہے گا اور جب وہ چاہیں گے دور ہو جائے گا، زمین وآسمان میں جتنی چیزیں دکھائی دے رہی ہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ خدا کے کرنے سے ہوتا ہے، انسان کے اندر لاکھوں باطل گھس گئے، لا الہ الا اللہ اس کا نام ہے کہ جس غیر خدا سے ہونا نہیں اس کو دل سے نکال دو اور جس خدا سے ہوتا ہے اس کو دل میں جمالو تو یہ لا الہ الا اللہ ہو گیا اور یہی اس کی محنت سے تعلق رکھتا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر قدم پر اللہ کی طرف رجوع کی ترکیب بتلاتے ہیں۔

ایک آدمی پاخانے میں جاوے تو خیال کرے کہ یہاں بھی بہت سی مخلوق ہے، پاخانے میں گھسنے سے پہلے بسم اللہ کہے اور داخل ہوتے ہوتے کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ جتنی خبیث قسم کی روحیں ہیں ان سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اگر یہ اللہ کا نام لے کر داخل نہیں ہوتا تو شیطان اس سے کھیلتا ہے (۶)، پھر پاخانے سے باہر آوے تو یہ دعا کرے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ، تمام تعریفیں اسی ذات کے لئے ہیں جو اس

گندگی کو میرے اندر سے لے گیا اور مجھ کو راحت پہنچائی (۷)، ہر بات میں ایک ظاہر صورت آوے گی لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر موقع کی دعائیں بتائی ہیں، جس میں انسان اپنے رخ کو اللہ رب العزت کی طرف جوڑے رہے، لہٰذا اپنے کو دھوکے سے نکالا جاوے، غیروں سے اپنے کو نکالا جاوے اور ایک خدا کی ذات سے ہونے کو دل میں جمایا جاوے۔

جس اللہ سے سب کچھ ہوتا ہے تو اللہ سے فائدہ حاصل کرنے کی تدبیر کیا ہے؟ تدبیر ہے **محمد رسول اللہ** حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو طریقے زندگی گذارنے کے تلائے ہیں، اس زندگی کو اس پر ڈھالو، جان و مال خرچ کرنے کے آسان طریقے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے ہیں ان کے نقش پر آجاؤ، خدا کو اس عالم پر ہر وقت قدرت ہے، نقشوں میں بنانے والے اور بگاڑنے والے وہی ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نقشہ بتلایا، خدا کی عبادت کی، اور بندوں کے ساتھ برتاؤ کیا وہ اختیار کرو، تم صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے والے ہو، اللہ سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طریقہ بتلایا ہے، کلمہ اسی کا نام ہے کہ غیر سے ہونے کو دل سے نکالا جاوے اور خدا سے ہونے کو دل میں جمایا جاوے جو کرنے والا ہے، اس کے سامنے زمینداری دکانداری وغیرہ کی محنت نہیں ہے، بلکہ اس کے سامنے ہے کہ اگر اس کی لائن ٹھیک ہوگی اور اس کے عمل ٹھیک ہوں گے تو ان کے موافق کر کے دکھلا دیں گے، اللہ نے چیزوں کو سامنے رکھ کر نہیں کیا، جس میں زیادہ ہوگی تو یوں کروں گا اور چیزیں نہ ہوں گی تو یوں کروں گا، وہ تو وہ ہے کہ چیزیں اور حالات اس کے سامنے ہاتھ میں ہے، حقیقت میں خدا پیدا کرنے والے ہیں، جس کا اپنا مسئلہ کسی پر موقوف نہیں ہے، مسئلہ کسی منزل پر اللہ کے ہاتھ سے نکلا ہوا نہیں ہے، اگر تیرے ہر طریقے اچھے ہوں گے تو موافق حالات کو لے آوے گا، ورنہ مخالف پر جتنے قسم کے انسان ہیں ہر ایک کو ایک ہی بات بتلائی ہے کہ جونسی قسم میں تم ہو وہیں رہو اور اس بنیاد پر زندگی کو اٹھاؤ کہ کرتا کون ہے اور ہوتا کس سے ہے اور اس طریقے پر مشق کرو جو تمہارے رب کو اچھا لگتا ہے، یہ بات نہیں ہے کہ جو چیزیں تمہاری محنت سے بنتی ہیں اور چیزوں سے ذرا تمہاری زندگی بناتے ہیں، بہت سے ایسے ہیں جنھیں ملک و مال دے کرنا کام کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جس سے سب کچھ چھین کر کامیاب کرتے ہیں۔

بات تو یہ ہے کہ تم اپنی زندگی کے طریقوں کو خدا کے فرمان کے مطابق لے آؤ، جب تک دنیا میں رہو گے خدا اپنی قدرت سے کامیابی عطاء فرمائیں گے اور مرنے کے بعد اور جہاں گزر ہوگا، اللہ رب العزت سلامی کے ساتھ رکھیں گے، جب غیر خدا کو سامنے رکھ کر محنت کرو گے تو خدا زندگی بگاڑ دے گا، کچھ لائینیں ہیں جو ہمارے سامنے ہر وقت رہنی ضروری ہے

(۱) خدا کی ذات سے ہوتا ہے اور کسی سے نہیں ہوتا ہے،

(۲) خدا کے سامنے سارے زمانے ہیں انسان کو صرف آج کا دن نظر آتا ہے،

(۳) تمہارے نظاموں سے نہیں ہوتا بلکہ خدا کا ایک زبردست نظام ہے اس سے ہوتا ہے، ہمارا دیکھنا، بولنا، چلنا وغیرہ روح کی طاقت سے ہوتا ہے، لیکن روح ہمیں دکھائی نہیں دیتی، مردہ کیوں نہیں بولتا، اس وجہ سے کہ اس کی اصلی طاقت جدا ہوگئی، جتنے اجسام دکھائی دیتے ہیں ان سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کے اندر جو چھپی ہوئی طاقت ہے اس سے ہوتا

ہے، جوتمہاری ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس سے نہیں ہوتا ہے، خدا نے ہر انسان کے دائیں بائیں فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، اس دنیا میں اتنی بلائیں ہیں کہ اگر خدا کے مقرر کردہ فرشتے نہ ہوں تو پانچ قدم نہیں چل سکتا (۸)۔

وہ فرشتے ہر دم بلاؤں کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں (۹)، لیکن جب خدا کے حکم سے روح نکلنے کا وقت آ جاتا ہے تو وہ فرشتے اس سے جدا ہو جاتے ہیں (۱۰)، دانہ دانہ پر نام لکھا ہوا ہے فرشتہ اس پر مقرر رہے، جب تک وہ جس کی قسمت کا ہے پیٹ میں نہ چلا جاوے اس کی ڈیوٹی ختم نہیں ہوتی (۱۱)، حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی بالشت زمین ایسی نہیں ہے کہ جس پر یہ نہ طے ہوا ہو کہ قیامت تک اس پر کیا کیا ہونے والا ہے، اس طرح سے ہر انسان کے ماتھے پر لکھا ہوا ہے، لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہے (۱۲)، اب بتاؤ نظام کا تعلق سائنسدانوں سے ہے یا خدا کی ذات سے ہے، آدمی خیال کرتا ہے کہ اگر میں یوں کروں گا تو کیسے ہوگا، حالانکہ ایمان میں یہ بات داخل ہے کہ اپنے نظاموں سے نظریں ہٹا کر خدا کے نظام پر یقین کو لایا جاوے۔

ہم رزق زمینوں میں دیکھتے ہیں اور فیصلہ آسمان سے آتا ہے، لہٰذا زمین کو دیکھ کر چلنا حماقت کی بات ہے، جس رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے، بنی مرارہ کے لوگ ان کی حفاظت کے لئے آئے آپ نے ارشاد فرمایا جاؤ پڑ کر سو جاؤ، زمین والوں سے حفاظت نہیں آسمان والوں سے ہے، زمینوں پر کچھ نہیں ہوتا جب تک آسمانوں پر اس کا فیصلہ نہ ہو جائے (۱۳) اور نظاموں سے وجود کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس نظام سے وجود کا تعلق ہے جو خدا چلا رہے ہیں اور فرشتے خدا کے حکم سے اس نظام کے اندر لگے ہوئے ہیں، جتنا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشے پر اپنی زندگی کو لانے کوشش کروں گا خدا کا نظام موافقت میں جاوے گا۔

۱۔ذات ۲۔نظام ۳۔علم ۴۔نمونہ ۵۔دن ۶۔تقدیر ۶۔خدائی ہستی، جب تک اللہ کا علم نہ ہو غیر خدا کو بھی وہ نہیں جانتا، لہٰذا اپنے علم پر سے یقین کو ہٹایا جاوے، علم کے بارے میں یقین بدلنا پڑے گا، جو اپنے علم کا یقین کرے گا وہ شرک ہی کا نمونہ سامنے رکھ کر چلتا ہے، ایک بات یہ آئی کہ رسولوں پر یقین کرو کہ وہ خدا کے پسندیدہ ہیں، خدا نے ان کو مقتدائیت کے لئے پسند کیا ہے، اگر کوئی ان کے خلاف چاند پر بھی چاہے نظر آئے اس کو جھوٹا سمجھا جاوے، یہاں تک کہ دجال بھی آ جاوے اور وہ مردوں کو زندہ کر کے دکھلاوے (۱۴) اس پر یقین نہیں کیا جاوے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت آدم علیہ السلام تک پر یقین لانا ہوگا اور نمونے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کو دیکھ کر چلنا ہوگا (۱۵)، سامنے رکھ کر چلنے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو خدا بنا کر چلنا ہے، بلکہ زندگی گذارنے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو نمونہ بنا کر چلنے کی سعی کرنا ہے، جو ان کے اصولوں پر چلے گا وہ خدا کا پیارا ہوگا اور جو ان کے اصولوں پر نہیں چلے گا وہ مردود ہوگا (۱۶)، آج کے مسائل کو تو ختم ہونے کا یقین کرو اور جس طرح مسائل کبھی ختم نہیں ہوں گے، اگر امتحان میں کامیاب ہو گئے تو ہمیشہ کے لئے راحت ملے گی ورنہ ہمیشہ کی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایک مسئلہ تقدیر کا ہے، عام انسان تدبیروں کا یقین کرتے ہیں، خدا کا حکم ہے کہ تقدیر کو سامنے رکھ کر چلا جاوے، حکم

بھی اسی وقت ہوگا جب مقدر میں ہوگا، اگر آج تو اللہ کے حکموں کو پورا کرنے والا ہے تو اس پر اکڑ مت اور دوسروں کی توہین وتذلیل مت کرو، کیا خبر ہے کہ اللہ کے حکموں پر چلنے والا بن جاوے اور تو اللہ کا نافرمان بن جاوے، یقین کی تبدیلی سے زندگی کے اندر تبدیلی پیدا ہوتی ہے، خدا کی ذات اور اس کے نظام چونکہ اپنی نظروں سے غائب ہے اس واسطے ان کو اتنا کہا جاوے کہ وہ مشاہدہ میں آنے لگیں، اگر دعوت دینے والے نظام رائج پر یقین کرتے ہوئے دعوت دیں گے تو ایسی دعوت نہیں چلے گی، ان پچھلے بزرگان دین انسانوں کی زندگی کو سامنے رکھ کر دعوت دو گے تو دعوت چل جاوے گی۔

یقین کی حیثیت ایسی ہے جیسے درخت کی جڑ، تو سارا درخت ہرا بھرا ہو جاتا ہے، زندگی کے کام کئے تو وہ ہوئے نہیں عمر بھر زمین، یقین کی تبدیلی کی ضرورت ہے، جو کام تو خدا کا کریں اور شطرنج کے مہروں کو ادھر سے ادھر بدلتے رہیں گے تو ایمان کے اندر قوت پیدا نہیں ہوگی، جب لوگ کھانے پینے وغیرہ کی فکر بنا کر یقین کی تبدیلی کی محنت کرتے ہیں تو یقین وجود میں نہیں آتا ہے۔

---

(۱) سورۃ النحل: ۹۷

(۲) سورۃ آل عمران: ۱۸۵

(۳) سورۃ طٰہ: ۱۳۱

(۴) سورۃ الواقعہ: ۶۴

(۵) سورۃ محمد: ۳۸

(۶) ابوداؤد صفحہ ۶ جلد ۱

(۷) کنز العمال صفحہ ۴۴ جلد ۷

(۸) تفسیر ابن کثیر صفحہ ۵۰۴ جلد ۲

(۹) حوالہ سابق

(۱۰) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۴ جلد ۳

(۱۱) الحبائک فی اخبار الملائک صفحہ ۳۹ جلد ۱

(۱۲) مشکوٰۃ صفحہ ۱۹

(۱۳) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۲۱ جلد ۲

(۱۴) مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۴

(۱۵) سورۃ الاحزاب: ۲۱

(۱۶) سورۃ آل عمران: ۸۵

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقامِ خوف ورجاء

{۲۵ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۵۸ء، بعد عصر}

بمقام: بنگلہ والی مسجد۔ نئی دہلی

اقتباس

اب دعا مانگو کہ اے اللہ اسلام کو ٹھونس دے کام کرنے والے ہیں سب کے لئے ہدایت مانگو، زندگی کے آسمانی طریقے مانگو جتنی محنت صحیح ہوگی محنت کر کے محنت میں عیب خود نکال کر اس پر روئے تو محنت صحیح ہو جائے گی یہ محنت کے صحیح کرنے کی ترکیب ہے، کھوٹ نکال کر خوب روئے محنت صحیح ہو جائے گی، عمل پر روئے نماز حج روزہ ہجرت جہاد پر روئے کہ اے اللہ جیسے تیرے لئے کرنا چاہئے نہیں کیا جب آدمی عمل کر کے رونے بیٹھ گیا تو اللہ آنسو پونچھ کر قبول کریں گے اور اگر یہ کہا کہ میں نے تو ایسی محنت کی تو اللہ عجب وتکبر بتائیں گے، تخلقوا باخلاق اللہ، بزرگوں کے ہاں ہے اٹکنا مٹکنا جاوے تو عیب نکالتے ہیں ورنہ آنسو پونچھتے ہیں اللہ غلطی نکالیں گے تو سینکڑوں نکالیں گے، لہٰذا تو نکالے گا تو دس بیس نکالے گا اس پر روئے تو اللہ معاف کرے گا، کرتے وقت اچھا کر، کر کے پھر روؤ پہلے دین کے پھیلنے کی دعا مانگو پھر اپنے لئے آخرت و دنیا مانگو اس ترکیب سے مانگو گے تو ساری چیزیں ملیں گی۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

دوستو بزرگو! رمضان کا مہینہ اللہ سے لینے کا مہینہ ہے اس مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے مدد لی اور پانچ ہزار فرشتے اتروائے تا کہ روحانیت ونور کے ساتھ روحانی فضاء قائم ہو، یہ طاقت ملی، استعمال ہوئی، مانگی کس طرح؟ حالانکہ ابوبکرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم مشرب تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ دونوں بہت رونے والے ہاتھ پھیلانے والے تھے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے مدد مانگنے کے لئے بہت زیادہ رونا شروع کیا، بدن پر اثر پڑ رہا تھا چادر گر رہی تھی، ابوبکرؓ اڑھا رہے تھے ابوبکرؓ سے صبر نہ ہوا تو کہا بس کرو آگے مت مانگو (۱) اور لوگ تو مقام خوف ورجاء کہتے ہیں (۲)، بات یہ ہے کہ دعا کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ابوبکرؓ تو پہرے کے لئے ٹھہرائے گئے تھے عشق ومحبت وایمان کمال درجہ کا تھا اللہ کی مدد تو آوے گی ہی اتنا کیوں رو رہے ہیں (۳)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۳۱۳ کے لئے نہیں روئے بلکہ اے اللہ اگر یہ مارے گئے تو قیامت تک کوئی پوجنے والا نہ رہے گا، ۳۱۳ پہلی گھاٹی اعلیٰ اشرف چلے گئے تو تیرا کام ختم □ ہوگا، تو عبادت کا سلسلہ قیامت تک کیسے چلے گا،

قیامت تک کے لئے رور ہے تھے، فلن تعبد علی الارض ابدا، (۴) فرشتے قیامت تک کے لئے اتروائے، جب بھی تم کام کے لئے میدان میں اترو گے تو فرشتے خوب آویں گے بدر میں دعا مانگی (۵)، رمضان اللہ سے مانگنے کا مہینہ ہے فتح مکہ رمضان میں ہوا (۶) بدر سے محنت کا سلسلہ چلا، رنگ فتح مکہ رمضان میں دکھلایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور سارے عرب کے قبائل ساتھ ہیں ابوسفیان تفصیلی طور پر قبائل دیکھے تو لڑنے کا خیال ہی نکل گیا، بیوی اور مکہ والوں سے کہا کہ بھاری لشکر ہے جو میرے گھر میں گھسے اسے امن، بیت اللہ میں گھسنے والے کو امن، ہندہ نے ابوسفیان کی داڑھی پکڑ کر مروڑ دی (۷)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دس ہزار مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن تواضع کی وجہ سے اونٹ پر ہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ (۸) یہاں حسب حال کلمہ کا مطلب ہے کہ کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکرؓ صحابہؓ کسی نے نہیں کیا صرف اللہ نے کیا، فقط اللہ تن تنہا کیا، دس سال کے قصے میں کسی نے کچھ نہیں کیا، صرف اللہ نے کیا ہے، وعدہ پورا کیا، غلام کی مدد کی ہم تو ان کے کہنے سے کھڑے ہوئے انھوں نے کیا، اکیلے نے لشکروں کو شکست دی، خدا سے مدد مانگی رمضان کی ترقیات کی ابتداء بدر سے، انتہا فتح مکہ پر ہے، اللہ کی مدد یں مانگ کر کرتے کرتے سب کچھ ہو جائے لیکن دل و دماغ میں یہ رہے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا ہے صرف اللہ نے کیا ہے، سارا عرب ہاتھ میں ہے عرب نے کہا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں گے ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اللہ کریں گے، انسان کا کمال یہ ہے کہ اللہ اس کے ہاتھ سب کچھ کرادیں لیکن یہ انسان اللہ کو جانے، استمداد باللہ سے مسئلہ چلا ہزاروں پھرے محنت کیا دعا مانگی جان بھی لگایا تو سب کچھ ہو گیا، ایمان کی ہوا چلی مکہ والے اسلام میں آئے پھر اخیر میں رمضان آیا تو کہا کہ ہم نے کچھ نہیں کیا صرف تو نے کیا، کام کرنے والے آئے اور کہا ہم نے کچھ نہیں کیا اللہ نے کیا، اس میں کبر و تعلّی کا قصہ ختم ہو گیا، صرف محبت ہی محبت ہے یہ وجوہ محبت ہیں جب اللہ نے کیا تو آپس میں محبت ہوگی کہ ایک دوسرے کے مکان وروٹی کو کوئی نہیں دیکھے گا، اگر خود اپنے کو کرنے والا جانو گے تو جو زیادہ کرے گا وہ زیادہ مانگے گا، جب اللہ نے کیا تو جھگڑا ختم ہو گیا، رمضان کا مہینہ ترقی کا ہے اللہ کے دین کا کام کرنے والے ہیں اللہ سے مدد لو ان کی مدد پر بھروسہ رکھنا کام کی شکلوں کو صحیح کریں، یقین رکھو کہ قربانی صحیح ہوگی تو اللہ کا وعدہ حق ہے قوموں کو اسلام میں داخل کرنے کے فیصلے کراؤ، ابوسفیان کے دل میں اسلام کو ٹھونس دیا، ایسے ہی اب بھی اللہ ٹھونس سکتے ہیں، ابوسفیان نے کلمہ پڑھ کر بھی حملہ کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا کرے گا تو خدا تجھے رسوا کرے گا مکہ میں بات ہوئی ابوسفیان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا لاملئنھا خیلا ورجالاً بغاوت کروں گا، بات بھی ایسی کہ اسلام زبردستی آیا (۹)۔

اب دعا مانگو کہ اے اللہ اسلام کو ٹھونس دے کام کرنے والے ہیں سب کے لئے ہدایت مانگو، زندگی کے آسمانی طریقے مانگو جتنی محنت صحیح ہوگی محنت کر کے محنت میں عیب خود نکال کر اس پر روئے تو محنت صحیح ہو جائے گی یہ محنت کے صحیح کرنے کی ترکیب ہے، کھوٹ نکال کر خوب روئے محنت صحیح ہو جائے گی، عمل پر روئے نماز حج روزہ ہجرت جہاد پر روئے کہ اے اللہ جیسے تیرے لئے کرنا چاہئے نہیں کیا جب آدمی عمل کر کے رونے بیٹھ گیا تو اللہ آنسو پونچھ کر قبول کریں گے اور اگر یہ کہا کہ میں نے تو ایسی محنت کی تو اللہ عجب و تکبر بتائیں گے، تخلقوا باخلاق اللہ، (۱۰) بزرگوں کے ہاں ہے انکا

مٹکتا جاوے تو عیب نکالتے ہیں ورنہ آنسو پونچھتے ہیں اللہ غلطی نکالیں گے تو سینکڑوں نکالیں گے، لہٰذا تو نکالے گا تو دس بیس نکالے گا اس پر روئے تو اللہ معاف کرے گا، کرتے وقت اچھا کر، کر کے پھر روؤ پہلے دین کے پھیلنے کی دعا مانگو پھر اپنے لئے آخرت و دنیا مانگو اس ترکیب سے مانگو گے تو ساری چیزیں ملیں گی، آخری وقت ہے ذکر کر کے استغفار کر کے اسی طرح مانگو جس طرح میں نے کہا، مالیات کے قصے ہیں مسلمان کو مال لینے کے لئے اللہ نے کمائی مقرر نہیں فرمائی ہے بلکہ جتنا زیادہ خدا کے کام اور بندوں کی ضرورت میں لگاؤ گے تنگی ترشی قرض لے کر خرچ کرو تو مال دیں گے کمائی سے مال نہ ملے گا کروڑ ملے لیکن غنا نہ ہوگا جتنا کمائی کرو گے اتنا کم ملے گا جتنا اپنی جان پر جھیل کر خدا کی راہ کی نقل وحرکت بڑھاؤ گے اور بندوں پر لگاؤ گے اتنا ہی دیں گے چند مہینے تکلیف اٹھاؤ اللہ دیں گے چند سال تکلیف اٹھاؤ پچاس سال والی سمٹ کر آجاوے گی، اللہ دے گا تو خوب کھلانا پلانا تقسیم کرنا، مال کا موضوع اپنے اوپر لگانا نہیں ہے بلکہ اللہ کے راستے کی نقل وحرکت اور بندوں کی ضرورت پر مال لگاؤ تو اللہ مال دے گا وہ بھی خود اپنے پر نہ لگاؤ جب بھی مال کا موضوع دوسروں پر لگانا ہے، اس وقت تین موضوع چل رہے ہیں ایک میٹھا اور دو کڑوے ہیں جو دو کڑوؤں کو کرے گا میٹھا ملے گا میٹھا یہ ہے کہ خود بہت مال ملا دوسروں کو کھلایا اور کڑوا یہ ہے کہ اپنے پر جھیلنا اور دوسروں پر لگانا یہ کڑوا ہے اب سنو! پہلے تو کھلانے کا قصہ ہے مجاہدین کو کھلانے کا شوق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر بھیجا قیس بن سعد بن عبادہؓ بھی تھے پیسے ختم ہو گئے آج کل تو جماعت واپس آتی ہے حالانکہ جس کے پاس تھا اسے لگانا چاہئے تھا جب بھوک کی سختی آئی تو حضرت قیسؓ نے ۹ اونٹنی کاٹی اور کہا کہ تنگی چوگنی قیمت مدینہ میں دوں گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا تو فرمایا کہ سخاوت تو اس گھرانے کی عادت ہے۔

ابوعبیدہؓ امیر تھے سفر میں تھے امیر نے جبری حکم دیا کہ اونٹ کاٹ کر مت کھلاؤ تو بھی کھلایا، ایک روایت میں قیسؓ امیر تھے فاقہ آیا سات اونٹ کاٹے پھر فاقہ آیا تو عنبر مچھلی دی بڑی مچھلی تھی ایک ماہ تک کھایا تین سو آدمی تھے خوب کھایا مدینہ میں آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کھایا اتنی بڑی تھی کہ پسلی کی ایک ہڈی لے کر کھڑی کی اور سب سے لمبا اونٹ اور سب سے لمبا آدمی بیٹھ کر چلا تو اس کا سر نہ لگا، اس کی آنکھ میں جو چربی تھی اس کے نکالنے کے لئے تیرہ آدمی بالٹیاں وغیرہ لے کر اترے تھے (۱۱) مچھلی والے محنت کر کے تھکتے ہیں، ایک دفعہ قافلہ گیا خشکی دیکھ کر اترا کھانا پکانا شروع کیا تو گرمی سے مچھلی ہلی اتنی بڑی مچھلی اللہ نے بنائی (۱۲)، سلیمان علیہ السلام والی مچھلی بھی ایسی ہی ہوگی کتنے مہینوں کا کھانا ایک لقمہ میں کھا گئی اور کہا کہ پیٹ بھرا نہیں ہے، اے سلیمان علیہ السلام اتنے سات لقمے روزانہ اللہ مجھے کھلاتے ہیں تو نے صرف ایک دیا تب توبہ کی، ہم سب تو کہویں ہم کھلاتے کھلاتے ہیں، سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی ہم نے چربی مشکیزوں میں بھری آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصہ سنایا ایک روایت میں ہے کہ بلالؓ عمرؓ کے پاس شام میں آئے لشکر بیٹھا تھا بلالؓ نے کہا کہ اے عمرؓ تو تو ان آدمیوں اور اللہ کے درمیان ہے تیرے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے دیکھو یہ سب پرندوں کا گوشت کھاتے ہیں، عمرؓ نے کہا کہ پھر امیر ہو تو گیہوں کے دو اور زیتون اور سرکہ پر آدمی کو دیدو اب سب نے ذمہ داری لی اور دیا (۱۳) یہ کھلانا پلانا کا دروازہ کیسے کھلا، سونا پٹرول تو کھلانا نہ تھا ٹیکس بھی نہ لیا تھا بلکہ دین کا کام کیا تھا اس لئے اللہ نے دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

جہاد میں خرچ کیا اور لوگوں پر کیسے خرچ کیا؟ بلالؓ سے کسی نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خرچ کہاں سے آتا تھا بلالؓ نے کہا کہ بلال کے پاس سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ تھا (۱۴) آج تو ۵۰ بیگھہ زمین ہوتی ہے دوکان میں پچاس ہزار کا مال ہوتا ہے پھر بھی تبلیغ نہیں کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ بھی نہ تھا، سعد بن خثیمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی پر کھجور کی ٹہنی کا مکان بنائے تھے (۱۵)، عائشہؓ کا گھر اتنا تھا کہ چار قبر بنے اور عروہؓ نے کہا کہ میں اوپر ہاتھ لگاتا تھا کھجور کی ٹہنی کا مکان تھا (۱۶)، عرب فتح ہوا یہودی نکلے دین زندہ ہوا تب اللہ نے دیا، دین کے زندہ کرنے کا خرچ کہاں سے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ نہ تھا میں بلالؓ خزانچی تھا میں بتا سکتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ نہ تھا ایک مسلمان آیا اسے ننگا دیکھا فقیر دیکھا مجھے حکم فرماتے کہیں سے اس کے واسطے لے کر آ، میں قرض لے کر چادر کھانا لے کر دیتا، یوں ہی دوسرے کو دیا اسیے ہی دیتے خدا کے راستے میں بھیجنا ہوتا تو قرض لیتے، میں قرض لیتا پھرتا بیس تیس آدمی کے پاس جاتا تب نکلتا۔

ایک مشرک نے کہا کہ مجھ سے قرض لے لے کسی اور جگہ نہ جا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتہ چلا کہ ایک جگہ قرض ملتا ہے تو ہاتھ اور بھی تیز ہوئے فوراً دیدیتے تھے، مشرک سے خوب قرض لیا، ایک دن وضو کر کے میں جماعت کے لئے کھڑا ہوا تو وہ تاجروں کی جماعت لے کر آیا اور کہا کہ او حبشی چار رات میں قرض دیدے ورنہ غلام بنا دوں گا، تیرے نبی کے اکرام کی وجہ سے قرض نہ دیا تھا بلکہ تجھے غلام بنانا ہے تاکہ بکری چرواؤں اور ماروں، میں نے جب یہ سنا تو بہت گزری تفکرات آئے اذان تو دی عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ مشرک نے سخت مطالبہ کیا ہے اور قرض ادا کرنے کو نہیں ہے اگر اجازت ہو تو کسی مسلم قبیلہ میں جا کر چھپ جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مال آئے تو آؤں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی تو تلوار نیزہ جوتی سرہانے رکھی، افق کی طرف منہ کر کے لیٹا تڑکے بھاگوں گا شاید رات کو پکڑے، آنکھ لگے تو خواب میں وہی نظر آوے، سہم کر آنکھ کھلے صبح کاذب کی وقت چلنے کا ارادہ کیا، اب قبائل کی ٹھوکریں کھاؤں گا ایک آدمی نے بلایا راستے میں مال سے لدی ہوئی کپڑے اور کھانے کی چار اونٹنیاں ہیں، فدک کے بادشاہ نے بھیجی تھی کہ اپنا قرض ادا کرے، بعد نماز فجر قرضہ دیدیا، زور سے آواز دی کہ جس کا قرض ہو لے لو، بیچ کر قرض ادا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سارا قرض ادا کیا، ڈیڑھ اوقیہ باقی رہا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تنہا تشریف فرما رہے ہیں میں نے کہا قرض ادا ہو گیا تو فرمایا کہ روپئے باقی تو نہیں رہے کہا کہ دو اشرفی باقی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرضہ کا فکر نہ تھا، اشرفی خرچ نہ ہونے کا فکر تھا فرمایا کہ جب تک یہ دو اشرفی خرچ نہ ہوں گی تو گھر نہ جاؤں گا، اس دن کوئی نہ آیا تو اگلے دن شام تک مسجد میں رہے دو سوار شام کو آئے تو کپڑے کھانا خرید کر دیا، بعد عشاء کے اللہ نے راحت پہنچائی، اللہ اکبر کہہ کر نکلے ڈر یہ تھا کہ دو اشرفی ہوں اور موت آئے تو کیا کہوں گا بیویوں کے پاس جا کر سلام کیا جیسے کہ سفر سے آئے ہیں (۱۷)۔

ہمارے پاس جائیداد زمین وغیرہ سب ہے اگر بیچ کر لگاویں تو مجمع میں دس پانچ امریکہ جا سکتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہم سب کر سکتے ہیں جب اس طرح اللہ سے معاملہ یا تو خدا نے دینا شروع کیا اب مالیات کی تقسیم سنو، یہ زکوٰۃ کا مال

نہ تھا سب سے زیادہ مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں رات کو آیا، ۸۰۰ درہم تھے ام سلمہؓ کے مکان میں تھے میں انتظار میں تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی پھر چلے گئے پھر آئے ساری رات یہی رہا، صبح ہوئی نماز پڑھ کر مال منگایا کہ اس نے ساری رات فتنہ میں ڈالا، نماز میں دھیان آیا کہ کہیں مال ضائع نہ ہو، جا کر دیکھ آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو مال سے خشوع جاتا رہا(۱۸)، آج تو مال ہو کر خشوع آتا ہے، ہم تو خشوع جانتے ہی نہیں ایک کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنا نماز بعد نکال دیا کیوں کہ اس نے مشغول کر دیا(۱۹)، ہم خشوع جانتے ہی نہیں ہے۔

حاکمؒ کی روایت ہے کہ علاء حضرمیؓ نے بحرین سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ۸۰ ہزار اشرفیاں بھیجیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو جمع کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال دے رہے تھے دینے میں نہ عدد تھا نہ وزن تھا مٹھی بھر کر دیتے تھے، عباسؓ آئے اور کہا کہ بدر میں فدیہ عقیل کا بھی مجھ سے دلوایا، اب مال لاؤ تو چادر کو مال سے اتنا بھرا کہ اٹھا نہ سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد چاہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا کہ خدا نے دو وعدے کئے تھے ایک پورا کیا دوسرے کا پتہ نہیں ہے، جتنا لیا ہے اس سے زیادہ دیں گے وہ دیدیا، اب دعا کے بارے میں اور گناہ کی مغفرت کے پتہ نہیں ہے مغفرت کی آیت اتری نہ ہوگی (۲۰)۔

---

(۱) مسند احمد صفحہ ۲۰۷ جلد ا
(۲) فتح الباری صفحہ ۳۶۷ جلد ۷
(۳) حوالہ سابق
(۴) دلائل النبوۃ للبیہقی ص ۵۷ جلد ۳
(۵) فتح الباری صفحہ ۳۶۷ جلد ۷
(۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۱۹ جلد ا
(۷) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۳۲ جلد ا
(۸) مسلم صفحہ ۳۹۶ جلد ا
(۹) تفسیر نیشاپوری صفحہ ۱۹۴ جلد ۴
(۱۰) مدارج السالکین صفحہ ۲۴۱ جلد ۳
(۱۱) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۹۳ جلد ۳
(۱۲) بدائع الزھور فی وقائع الدھور صفحہ ۷۹ جلد ا
(۱۳) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۶۷ جلد ۲
(۱۴) کنز العمال صفحہ ۳۹ جلد ۴
(۱۵) البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۵۹ جلد ۳
(۱۶) حوالہ سابق
(۱۷) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۶۷ تا ۲۰۷ جلد ۲
(۱۸) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۰ جلد ۲
(۱۹) بخاری صفحہ ۵۴ جلد ا
(۲۰) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۱ جلد ۲

حج کی درستگی پر عالم کی درستگی ہے

{۲۶ / رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ / اپریل ۱۹۵۸ء، بعد فجر}

بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں دو بات ہیں ایک نبوت ہے دوسری ختم نبوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کتنی ہی بڑی ہو بڑے نبی چار ہیں ایک نہ کہو گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین اور ملے، خاتم النبیین صرف ایک ہیں دو بھی نہیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونچی نسبت ختم نبوت کی ہے اور نبوت اور نبیوں کی طرح ہے، قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا اس میں تو اور نبیوں سے میل ہے، خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چیز بلا شرکت غیرے ختم نبوت ہے، اونچی نسبت ختم نبوت ہے، اسی طرح اعمال بھی دو قسم کے ہیں، نبوت کی لائن والے اعمال ختم نبوت والے عمل، ایک تو نبی کی محنت دوسرے وہ طریقہ جس کے رواج کی محنت ہے، ایک نبوت دوسرے اس کی محنت ہے، ایک تو نبی ہے ایک محنت ہے موسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام ہیں ایک توحید وغیرہ کی محنت ہے، ختم نبوت کیا ہے؟ نبی کی محنت موقوف علیہ ہے اس کے دین کے زندہ ہونے کو، توریت کے قیام کا موقوف علیہ موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی محنت ہے، اگر محنت نہ ہو تو توریت کی زندگی قائم نہ ہوگی، انجیل کے طریقے کے قیام کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی محنت ہے، پہلے محنت پھر دین ہے۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

دوستو! اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں دو لائن کے عمل دیئے ہیں ایک نبوت کی لائن کے عمل دوسرے ختم نبوت کی لائن کے عمل، ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی جیسے اور نبی تھے اور امتیازی بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا شرف ختم نبوت میں ہے، نبی ختم ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو کوئی اور ختم نہ کرے گا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی نبوت کو ختم کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف نبی نہ تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے بعد سلیمان علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت دنیا میں ہمیشہ کے لئے رہے گی (۱) اور بعض فرائض نبوت حشر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے نبی ہوں گے، حشر میں سب گھبرا کر کہیں گے کہ بروں کے ساتھ میں اچھے بھی مصیبت میں ہیں، یہ مسئلہ ختم ہو سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ

آپ ہمارے باپ ہیں آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا آپ سفارش کرو کہ فیصلہ ہو جہاں پہنچنا ہو پہنچا دیں کہا کہ میں نے غلطی سے دانا کھایا ہے اپنا فکر ہے پھر نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے کہ تم کو وجود بخش دیا، آپ علیہ السلام آدم ثانی ہیں کہیں گے کہ آج غصہ ہے کہ ساری مخلوق ایک دعا سے مروا دی یہ کہا تو کیا ہوگا، ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ تین جھوٹ بولے تھے حالانکہ توریہ تھا نبی نے اسے بھی جھوٹ کہا، عیسیٰ علیہ السلام اپنی غلطی ذکر نہ کریں گے بلکہ میری امت نے مجھے خدا کا بیٹا کہہ کر پوجا پھر نبی اگلے نبی کا پتہ دے گا، عیسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پتہ دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کہ میں جاتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں روئیں گے بہت تعریف کریں گے تب اللہ فرمائیں گے' ارفع رأسک سل تعطه ا شفع فتشفع'' سر اٹھائے مانگئے دیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی' تب شفاعت کریں گے کہ مخلوق کا فیصلہ ہو (۲) تو نبوت کا یہ کام حشر میں بھی ہوگا اور سارے نبیوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ اور امتی مدعی اور مدعیٰ علیہ ہوں گے، قوم لوط وصالح وغیرہ سے اللہ کہیں گے کہ رسول بھیجا تھا بات نہ مانی تو جواب یہ کہ رسول تو آیا ہی نہیں جیسے تین چلہ کا وعدہ کر کے نہیں دیتے ہیں تو تین چلے لکھنے بند کر دیئے ہیں، نبی کا ہی انکار کر دیا نبی وامت مدعی اور مدعا علیہ بنے تو سفارش کہاں ہوگی، تو اوروں کی نبوت اپنے زمانے میں ختم ہوگی پھر اللہ نبیوں سے کہیں گے کہ کیا کیا؟ گواہ لاؤ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت گواہ ہوگی گواہی میں مناسبت ضروری ہے یہاں مناسبت یہ ہے کہ نبیوں کا کام ختم نبوت کی نسبت سے امت کرے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اتنے ارفع کہ گواہی بھی نہ دیں گے خدام گواہی دیں گے اللہ فرمائیں گے کہ تم تو اس وقت نہ تھے، آنکھ دیکھی تو ہے نہیں کہیں گے ہم سے تو غیب پر ایمان لانے کے لئے کہا تھا قرآن میں سارے تذکرے موجود ہیں (۳) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا کام تشریف آوری سے شروع ہوا حشر میں بقیہ پورا ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو اللہ نے دعا دی تھی سارے انبیاء علیہم السلام نے کام اپنے کر کے یہیں دعا مانگ لی نماز کا سلام پھیر کر دعا مانگی کام ختم نبیوں کا کام ختم ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی عصر فجر میں نماز کے بعد تسبیح پڑھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر فجر والے ہیں انھیں نمازوں میں فرشتے آتے ہیں تسبیح پڑھ رہے ہیں اب امت کے لئے تسبیح کا وقفہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت تک تسبیح ہے سب نبی دعا مانگ چکے، میں تو کام کر چکا دعا نہ مانگی، قیامت میں شفاعت کروں گا (۴) یہی میری دعا ہے اور امتوں کے لئے بھی مانگیں گے حشر میں جانور بھی ہوں گے تو جانوروں کی بھی سفارش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریں گے، جو اجنبیوں تک کے لئے اتنا کریں گے تو اپنوں کے لئے کتنا کریں گے؟ اکرام مسلم اس لئے ضروری ہے گناہگار ہو تو ہو لیکن نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جذبہ رحمت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے کہیں گے کہ امت میرے حوالے کریں میں حساب لوں گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حساب لیں گے تو اوروں کی نگاہ میں اور تمہاری نگاہ میں رسوا ہوگی اللہ نے فرمایا کہ میں اس طور پر حساب لوں گا کہ تمہیں بھی پتہ نہ چلے گا اس واسطے خوارج کی وعیدیں سخت ہیں، زنا چوری سے بھی زیادہ وعید ہے، یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیة، لایجاوز ایمانھم حناجرھم، (۵) ان خوارج کو قتل کیا جا رہا ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا بیٹھا تھا بیٹے نے کہا الی النار ہے صحابیؓ نے کہا کہ خارجی کو یوں نہ کہو کیوں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ اس امت کا عذاب صرف دنیا میں تو گا آخر خوارج بھی امت میں ہیں، علیؓ سے پوچھا گیا کہ خواج کافر

ہیں؟ کہا کہ نرے بھاگے ہیں کیا منافق ہیں؟ کہا منافق ذکر اللہ کم کرتے ہیں یہ تو 'اخوا ننا بغوا علینا' ہمارے باغی ہیں یہیں مسئلہ نمٹ گیا یہیں کی تکلیف میں تکفیر سئیات ہے (۶) دنیا کی زندگی مصیبت عیش کچھ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں دو بات ہیں (۱) نبوت ہے، آپ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کتنی ہی بڑی ہو بڑے نبی چار ہیں ایک نہ کہو گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تین اور ملے فرشتے کتابیں خلفاء ائمہ سب چار چار بڑے ہیں، خیر الصحابہ رضی اللہ عنہ اربعة (۷) بڑے نبی چار ہیں (۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) موسیٰ علیہ السلام (۳) عیسیٰ علیہ السلام (۴) ابراہیم علیہ السلام، تین اور جوڑے گئے اولوالعزم چار ہیں (۸)، اب چار ہیں اب خاتم النبیین صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ہے کسی اور کا مقام نہیں ہے (۹)۔

خاتم النبیین صرف ایک ہیں دو بھی نہیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونچی نسبت ختم نبوت کی ہے اور نبوت اور نبیوں کی طرح ہے، قرآن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیا اس میں تو اور نبیوں سے میل ہے، خاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چیز بلاشرکت غیرے ختم نبوت ہے، اونچی نسبت ختم نبوت ہے، اسی طرح اعمال بھی دو قسم کے ہیں (۱) نبوت کی لائن والے اعمال (۲) ختم نبوت والے عمل۔

ایک تو نبی کی محنت دوسرے وہ طریقہ جس کے رواج کی محنت ہے، ایک نبوت دوسرے اس کی محنت ہے، ایک تو نبی ہے ایک محنت ہے موسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام ہیں ایک توحید وغیرہ کی محنت ہے، ختم نبوت کیا ہے؟ نبی کی محنت موقوف علیہ ہے اس کے دین کے زندہ ہونے کو، توریت کے قیام کا موقوف علیہ موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کی محنت ہے، اگر محنت نہ ہو تو توریت کی زندگی قائم نہ ہوگی، انجیل کے طریقے کے قیام کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی محنت ہے، پہلے محنت پھر دین ہے، دین پر تو ساری امت چلی مگر محنت نبی نے کی نبی محنت نہ کرتا تو دین نہ ہوتا، (۱) نبی (۲) نبی کی وہ محنت جس سے دین قائم ہو۔

محنت بڑی چیز ہے ختم نبوت یہ ہے کہ نبی نہ آئیں گے اس لئے محنت کو امت کی طرف منتقل کیا، بحیثیت نبی ہونے کے جو محنت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھی بحیثیت ختم نبوت کے وہ محنت امت کو دی ایک تو دین دیا اور دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی محنت امت کو ملی دین کا موقوف علیہ محنت ہے دین کب زندہ ہوگا؟ جب زندہ ہوگا حالات ساز گار ہیں سارا نقشہ بنے گا دین بگڑا تو سارا نقشہ بگڑے گا، ہٹیں گے کھیت جائیں گے کسی نے کہا کہ مصیبت کے دور ہونے کی دعا کرو جب تو بے دینی پر راضی ہے تو مصیبت پر راضی ہے، دین پر صبر کرو تو مکان جائے، تو صبر کر مکان کی کوئی حیثیت نہیں، دین پر جنت ملتی ہے جب دین نہ ہوگا تو مصیبت ہوگی دین ہوگا تو نعمت ہوگی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی محنتوں کو ہم اپنے اوپر لیں گے تو دین زندہ ہوگا، بٹن دباؤ تو بجلی چلے گی کرنٹ صحیح ہو تو جلے گی، یہ شرط ہے بادل کے ساتھ سایہ ہے، ساری کامیابی دین پر موقوف ہے اور دین موقوف ہے محنت پر جیسے زمین کے بغیر کھیت نہیں ہے ایسے ہی محنت کے بغیر دین نہیں ہے، محنت کے بغیر روزہ نماز ایمان زکوٰۃ حج نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمازوں، کمائی، روزے کے نقشے بغیر محنت کے نہیں ہیں۔

لہٰذا محنت کی اہمیت ہے سب سے اونچی چیز محنت ہے، اس لئے محنت کے فضائل بتائے کیوں کہ اس سے ایمان اخلاص اذکار اخلاق قائم ہوں گے، حرام مٹے گا سارا مسئلہ ہی محنت پر موقوف ہے، اس لئے فرمایا کہ مجاہد اور نبی میں سوائے درجہ نبوت

کے فرق نہیں (۱۰)، نبیوں کی طرح دعا قبول ہوگی، جس طرح لوگوں کے لئے اپنی ماؤں کا احترام ضروری ہے اسی طرح مجاہد کی بیوی کا احترام ماں کی طرح ہو توکل، صبر، اخلاق سب محنت سے آئیں گے جیسے ہمیں نبوت کی لائن سے ایمان، نماز، روزہ ملا ختم نبوت کی لائن سے ایمان کے زندہ ہونے کی محنت ہے، نماز تو امتی ہونے کی حیثیت سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب ہیں اپنے اندر ایمان پیدا کرنے کی محنت نبوت کی لائن ہے، اور دوسروں میں ایمان گھسانے کی محنت ختم نبوت کی لائن سے ہے نماز پڑھنا نبوت کی لائن سے ہے اور امت میں سو فیصد نماز کی محنت ختم نبوت کی لائن سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی نماز روزہ پڑھنے کی محنت اپنی ذات کے اعتبار سے ہو یہ نبوت کی لائن والا عمل ہے اب اس نماز روزے کے نقشے کماً و کیفاً دنیا میں پھیلانے کی محنت ختم نبوت کی محنت ہے، میں حج کروں حج اونچا بنے ذکر کروں، کتاب سے حج دیکھو، اخلاص ہو طواف قیام عرفات سب ہو یہ محنت کر کے اپنا بنایا ایک امتی ہے امتی پن کے فریضہ کو اچھا کیا لیکن ختم نبوت کی لائن سے یہ ہے کہ سارے حاجیوں کا حج ٹھیک ہو، اس صحیح نقشہ حج کے دوسروں میں پھیلنے کی محنت ختم نبوت ہے عالم پر اثرات کب ہوں گے دنیا میں حکومت لوہا پیتل ایٹم بم وغیرہ پر اثر ختم نبوت کی لائن کی محنت کا اثر ہوگا، دنیا میں باطل کی جڑیں گرنا ختم نبوت کی لائن کی محنت میں ہے، اول تو دین کا شوق نہیں ہے اگر ہے تو صرف اپنے کو ٹھیک کرنا ہے کہ میری نماز روزہ ٹھیک ہو جائے صرف میں ایسا بن جاؤں اور باقی کے لئے عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (۱۱) لیکن اپنے کو اچھا کر کے نبوت کی لائن سے ہدایت پائی ختم نبوت کے اعتبار سے ضال ہیں، لو لا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ مولوی صدیق نے کہا کہ لو لا الاعتبارات لبطلت الافکار خوب نماز روزہ دین پر عمل کیا، صرف ذات پر محنت کی، نبوت کی لائن سے مطیع ہے خطرہ ہے کہ ختم نبوت کا سوال ہو لم یتبعر لی ساعۃ قط تھوڑی دیر کے لئے بھی اس کے چہرہ پر شکن نہیں آیا' اللہ نے کہا فلاں بستی پلٹ دو فرشتوں نے کہا اس میں ایک آدمی پکا دین دار ہے فرمایا بیشک ذاتی زندگی ایسی ہی ہے لیکن میری نافرمانی گاؤں میں ہوتی تھی بل بھی نہ پڑا دوسری لائن سے مجرم ہے (۱۲)۔

عالم میں تبدیلی ختم نبوت کی لائن کے اعمال پر آئے گی، پہلے قومیں دعوت، جہاد، قتال کرتی تھیں نبی ساتھ ہوتا تھا نبیوں نے ساتھ رہ کر کرایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت نے دعوت، جہاد، قتال، ہجرت و نصرت محنت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی پر کیا، قرآن میں دعوت کے قصوں میں نبی ساتھ تھا، اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ' (۱۳) یرموک و قادسیہ میں بلا نبی جنگ کی، (یہ دونوں جنگ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئیں) پہلی امتوں نے نبی کے ساتھ جو کیا اس امت نے بلا نبی کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو کسی نے کہا کاش ہم سب مرتے، سعد بن عدیؓ نے کہا کہ میری تمنا تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں ہم اس طرح اطاعت کریں گے جیسے کہ زندہ تھے، لا طیعنہ حیاً و میتاً (۱۴) اس امت کو دولت یہ ملی کہ سارے عالم کا نظام حقیقی امت کے ہاتھ ہے نظام ظاہری کو خدا جسے چاہے اسے پکڑوائے، قیامت تک کا نظام حقیقی امت کے پاس ہے نظام ظاہری فرعون کے ساتھ تھا، نظام حقیقی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، آج نظام ظاہری گھس کھودوں کے پاس ہوگا آج کے حاکم جانوروں کی قسم کے آدمی ہیں، اسی لئے اللہ نے کیا کیا؟

انسان کو بدلا تو سور بندر کیا، انسان بھی حیوان ہے، ناطق کہہ کر نکالا، جانوروں کے ساتھ انسان کو جوڑ ہے مچھر جیسے مکڑی جیسے انسانوں کو نظام ظاہری ملے بلکہ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلّ (۱۵) کو نظام ظاہری دیں لیکن نظام حقیقی آپ ﷺ تک نبیوں کے ساتھ تھا، آپ ﷺ سے قیامت تک امت کے ساتھ ہے جب امت آپ ﷺ کے طریقہ کو چھوڑے گی تو حالات بگڑیں گے یہ نذیر ہیں (۱۶)، ورنہ نہیں بگڑیں گے یہ بشیر ہیں، آپ ﷺ قیامت تک بشیر و نذیر ہیں، مانیں گے تو بنیں گے ورنہ بگڑیں گے، آپ ﷺ عرب اور اپنے زمانے کے صرف نبی نہ تھے، ساری دنیا اور قیامت تک کے نبی ہیں (۱۷)، صحابہؓ والا قانون بھی قیامت تک رہے گا پیداوار امن صحت، کامیابی وغیرہ کا تعلق ہم سے ہے، حکومت سے نہیں ہے، ہمارے اوپر معاملہ ہے اگر ہم بات مان جائیں ختم نبوت والے اعمال کا احساس ہو آج نبوت کے لائن کے دیندار ہیں ختم نبوت کی لائن سے مجرم ہیں، ساری امت کے اولیاء اقطاب وغیرہ ایک صحابیؓ کے برابر نہیں ہے، بدر والے عقبہ والے سب سے افضل ہیں، عقبہ سے اور بدر سے اسلام کا افتتاح ہوا ہے، بیعت، نصرت اور قتال بدر دونوں جڑیں ہیں، کعبؓ بیعت عقبہ والے، ہلالؓ مرارہؓ بدر والے ہیں، بعد کے سارے صحابہؓ سے افضل ہیں، امت کے اولیاء سے اونچے تو ہیں ہی، خواجہ اجمیریؒ، نظام الدین اولیاءؒ، امام ابوحنیفہؒ جیسوں سے دنیا بھر دو سارے مل کر ایک صحابیؓ کے برابر نہیں، لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْم بَعْدِ وَقَاتَلُوْا (۱۸) صحابہؓ میں آپس میں فرق ہیں، فتح مکہ کے پہلے والے افضل ہیں عقبہ و بدر والے سب سے افضل ہیں، نبوت کی لائن میں کھوٹ نہ تھی، تبوک نہ گئے تو نماز وغیرہ کے پابند تھے، حب رسول ایمان وغیرہ میں فرق نہ تھا، ختم نبوت کا عمل عائد تھا نہ کیا پکڑ ہوئی نبوت کی لائن سے مطیع تھے ان کی سب سے بڑی مصیبت قتل ہونا نہ تھا، بلکہ آپ ﷺ بات نہ کریں بلکہ سارے مدینہ کو بات کرنے سے روکا دو ماہ ایسے گزرے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (۱۹) ہے زمین تنگ ہوئی جی میں آتا تھا کہ زمین پھٹ جائے ہم دب جائیں ختم نبوت والا فریضہ ٹوٹا تھا دوسری لائن کے قصور معاف، آپ ﷺ نے کئے قرآن ہی میں معافی آئی آپ ﷺ نے نہ کیا، چلہ لکھوا کر نہیں آتے ہیں پورا وقت کئے آ کر معاف کراتے ہیں، ہم کیسے معاف کریں قیامت میں خدا سے معاف کراؤ، آپ ﷺ نے تو معاف کیا نہیں ہے، قرآن کی آیت سے معاف ہوا، صحابیؓ پر مصیبت آئی معاف نہ کیا (۲۰) ختم نبوت کا عمل اہم ہے کھیتی کرنی اہم غلہ کی وجہ سے ہے، محنت پر دین کا پھل موقوف ہے، اس لئے محنت کی ضرورت ہے، ایک آدمی زنا کرے احساس پر روئے گا، تبلیغ میں جانے والے نہ روئیں گے قرآن میں نص قطعی ہے۔

آپ ﷺ تو یوں لے جاتے ہو کہ تقویٰ ہو لیکن عورت دیکھ کر مجھے چین نہیں پڑتا ہے زنا میں مبتلا ہوتا ہوں، شام میں حسین عورتوں میں زانی بنوں گا، لہٰذا تبوک سے بچنا فرض جد ابن قیس منافق تھا اس نے ایسا کہا آپ ﷺ نے منہ موڑ لیا معاف نہ کیا نہ مانا تو منہ موڑ لیا اللہ نے آیت اتاری وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّىْ، (۲۱) اجازت مانگی تو اللہ نے کہا الا کان کھول کر سن لو یہ لوگ فتنے میں پڑ گئے (۲۲) ایک لائن کے فتنے سے بچے کہ زانی نہ بنے ختم نبوت کی لائن سے پھنسے یہ

زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، نِسَاءٌ هُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ (۲۳) بغیر محنت کے یہ ہوا ہے زنا بغیر محنت کے ہو رہا ہے، محنت نہ ہونے سے زنا چل پڑا عورتیں بن ٹھن کر آتی ہیں بے پردہ پھرتی ہیں، زنا کرتی ہیں، فیشن میں مبتلا ہیں یہ فیشن ایشیاء میں یورپ سے آیا ملک برطانیہ میں دو کے علاوہ سب حرام نطفے کے ہیں وہاں کے لیڈر نے یہ بات کہی وہ دو آدمی (۱) ایک تو بادشاہ جارج ایڈورڈ ہے (۲) ایک لیڈر صاحب ہیں یہ دونوں مستثنیٰ، اس لئے نہیں کئے کہ حلال کے ہیں بادشاہ کو حرامی کہوں گا تو قتل کرے گا اور اپنے کو کون حرامی کہے، یورپ والے نے ڈاڑھی منڈوائی تو ہندو والے کو بھی اچھی لگی کہ زن فیشن تھوڑی ڈاڑھی رکھی باقی رہ گئی کسی کام کی وجہ سے ادھوری ڈاڑھی منڈائی کام کی وجہ سے اٹھا تو یہی فیشن بن گیا تھوڑا سا کالا کیا اب یوں اندازہ نہ کیا کہ کیسے ہوا اندھی تقلید کرتے ہیں، اسلام میں تحقیق کی سوجھتی ہے کوٹ پتلون کیسے چلا، ذمی تھے سزا میں کھڑے رکھے جاتے تھے کوٹ پتلون اس وقت سے چلا اس کی حکومت میں سورج نہ ڈوبا تو گدھا ہی بولا تو تقلید ہو رہی ہے، فیشن جب انگریز کا ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اثرات نہ ہوں گے، زنا، شراب، چوری، خیانت سب چلے گا فیشن کے ساتھ تو لازم ہے محنت نہ ہونے سے زنا ہے، بے نمازی بغیر محنت کے ہوئے نماز چھوڑنے سے زیادہ سخت محنت چھوڑنا ہے، جلسے تو دنیاداری کے ہوتے ہیں محنت والے جلسے کرو فرض کے وقت پر محنت کرو تو فرض ٹھیک ہوگا، حج کے وقت میں حاجی کو ٹھیک کرو حج جو ہو رہا ہو اس وقت محنت کے لئے کو دو، زنا، شراب سے زیادہ سخت دوسری لائن سے دین کی محنت چھوڑنا سخت ہے، یہ محنت چھوٹی تو ساری بدمعاشی پھیل رہی ہے پھیلی ہے، سارا نظام عالم درہم برہم ہے، دین کی محنت چھوٹی اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز روزہ حج کی اہمیت بتلائی ساتھ میں فرمایا کبھی بھی جس کے دل میں جہاد کا داعیہ پیدا نہ ہو تو نفاق کے شعبہ پر مرا ہے، قیامت میں بدن میں دراڑیں ہوں گی جیسے دیواریں ہوتی ہیں (۲۴)۔

۱۳ سال مکی زندگی کے بعد مدینہ میں ہجرت نصرت ہوئی، اس کے نتیجے میں دین آیا تھا، محنت سب سے اہم ہے، خود ایماندار اچھی نماز والا بننا دیندار بننا خود سب پر ضروری ہے، دوسری محنت پچھلے انبیاء علیہم السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میل ہے ان ساری چیزوں کے دنیا میں لانے کی محنت کرنا ہے، ایمان واعمال کی دعوت دو، وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (۲۵) قرآن میں ایمان واعمال کی دعوت ہے، عمل حج کی دعوت دو لیکن ایمان پر اٹھاؤ پیسوں اور سواریوں کی سہولت پر نہ اٹھاؤ ایمان اور شکل صحیح پر اٹھاؤ یہ اعمال آ گئے حرام کا مال لے کر نہ جانا اگر حرام کا ہو تو حیلہ ہم نہیں بتلاتے ہیں، کمائی ٹھیک کرے ترکیب یہ ہے کہ قرض لے کر جائے حج کے بعد قرض ادا کرے تو لبیک لا لبیک نہ ہوگا غصب کا مال لے کر جا رہا ہے بڑے بڑے حاکم فوجی سود خوار ہوتے ہیں گناہوں سے پاک ہونے کے لئے مسجد بناتے ہیں یہ بیوقوف ہیں، حرام روپیوں کی مسجد کارآمد نہ ہوئی حرام کی گرفت برابر ہوگی سود کی مصیبت کی پکڑ ہوگی قبر اور دوزخ میں سانپ لپٹیں گے، حرام کمائی جھوٹی گواہی دی، اخیر میں حج کر دیا حرام کا پیسہ لیا تو یہ حج اسے نہ بچوائے گا، دوزخ میں ڈنڈے پڑیں گے، ملازمت حرام تھی اس لئے کافی نہ ہوگا حرام روپئے سے حج کرنے سے فریضہ ادا ہوگا لیکن حرام کا سوال ہوگا نہ کرنے سے کرنا اچھا ہے، قرضہ لے کر جاتے مر مرا جاؤں تو ادا کر دینا یہ بہت رونا ہے، ہم تو خالی چیز کے ملنے پر خوش

ہوتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا تھا اس لئے حاجی پر ہم محنت کرتے ہیں تا کہ حج ٹھیک ہو جہاں گھسو مال زندگی کے طریقے غلط ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت مفقود ہے، اخلاقیات، دعا، ذکر، قرآن، خدمت یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے اسی طرح ان ساری چیزوں کے پھیلنے کی محنت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے، ذکر سے افضل ذکر والی محنت ہے، ذکر کرتا ہے اور کراتا ہے کیوں کہ کرانے سے ابتداء ہوتی ہے اب یہ محنت اللہ کسی سے لے لیں تو زمین پر ساری چیزیں آئیں گی، محنت ہوگی تو روزہ نماز وغیرہ سب زندہ ہوگا، سارا نقشہ ٹھیک ہوگا، اب جنت دو ہیں (۱) حج روزہ زکوٰۃ نماز علم کی جنت (۲) ان سب کی محنت کی جنت ہے محنت پر بھی درجے ہیں، امیر نے اپنے گاؤں والوں پر محنت کی کہ حج پر تعلیم کریں اس پر بھی جنت ہے، نمبر دو اس کے لئے چلنا پھرنا علاقوں میں جانا ہے حج کے مقابلے میں محنت کی جنت اونچی ہے، اسی طرح اپنے گاؤں کی محنت سے نقل وحرکت والی محنت اونچی ہوگی، پہلے تو محنت کی یا نہیں کی اگر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بناؤ، ۲۱ سال محنت کی پھر حج کے لئے گئے سارے عرب میں سفر ہوئے، ۲۵ سفر خود فرمائے، صحابہؓ سے ۱۲۵ سفر کرائے، پہلے ایمان، نماز، زکوٰۃ، تعلیم، دعا، اذکار، معاشرت، غربا پروری سب سے پہلے پھیلایا پھر اونٹوں پر دوڑایا ساری طرف کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو جا رہے ہیں، علماء نے علت بتائی تا کہ حج کا طریقہ مجھ سے لے لیں، اس کے لئے با قاعدہ اعلان کروایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا ہوازن کا قصہ ہوا، حج تک تھوڑے دن تھے، رمضان میں مکہ فتح ہوا، ذیقعدہ کے اخیر میں مدینہ واپس ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج نہ کیا، کیا مصلحت تھی؟ (۱) زمانہ حج کا بگڑا پڑا تھا مشرکین مکہ کے جی میں تھی کہ اشہر حرم میں جنگ نہ ہو اب قوم کی لڑائی آئی تو مہینہ کو سرکا دیتے تھے، اب کے رجب شعبان میں آئے گا، پنچ بیٹھ کر طے کر دیا اندھے پنچ تھے اندھا فیصلہ ہوا سیدھی بات تھی کہ زمانہ نہ بدلے شوال محرم میں گنا، اب حج حج کے دنوں میں نہ تھا گھوم رہا تھا گھومتے گھومتے ابوبکرؓ والے حج میں بھی ایک سال کی کسر تھی، حج کے زمانے میں اصل وقت میں حج فرمایا اب حج ٹھیک ہوا علت (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اختلاط مسلمین مع المشرکین اپنی معیت میں پسند نہ کیا، گو ابوبکرؓ پہلے سال اعلان کیا تھا کریم بن الکریم تھے فوراً عین وقت پر نہ نکالا (۳) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں حج کرتے فتح مکہ کے بعد حج کرتے ہوازن اور طائف سے فارغ ہو کر حج کرتے تو سارا عرب اکٹھا نہ ہوتا اگر ہوتا تو گھر سے چلنے کا نقشہ پتہ نہ چلتا، آپ کو حج کا اپنا طریقہ دینا تھا اس لئے حج نہ کیا اگلے سال تشریف لے گئے سارے عرب میں خبر دی ایمان نماز روزہ پہلے پھیل چکا تھا، ان سب اوصاف والے آئے، سارے نقشے قائم تھے، اسی نقشہ پر آئے مدینہ میں بیس ہزار آدمی اکٹھے تھے حج کی جماعت چلی میواتی تو ۱۲ سو چلے ایک بھی بندھن نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ ساتھ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایھا الناس السکینۃ والوقار (۲۶) فرمایا، سوا لاکھ میں ایک بھی تیز نہ چلا اتنی اطاعت تھی، نماز والا نقشہ ہے، اللہ اکبر والا نقشہ ہے حج کا بھی یہی نقشہ ہے، سب اپنی طبیعت کو توڑیں گے تو نماز ٹھیک حج ٹھیک ہے، اب امیر بناتے ہیں بعض علاقوں میں مہاجر انصار بنائے، سب بڑے بڑے جمع ہوئے مجلس برخواست ہوئی اس سے پہلے مال دیا بعد میں واپس دیا امیر بنایا تھا تا کہ تعلیم تسبیح گشت نماز وغیرہ کے لئے تا کہ خدمت

کرائے لیکن یہاں سے چلتے ہی امیر سے کہا کہ تو سواری لا اب امیر صاحب سواری لائے سواری میں کمی بیشی ہوتی ہے یہاں ذمہ دار مبلغ رکشہ کر کے لایا حاجی خود کر کے لائے تو حاجی آٹھ آنہ کم دیئے تو سارے حاجیوں نے بمبئی تک کہا کہ مولوی نے آٹھ آنہ نکالے اب امیر کو خادم کیوں بنایا اگر ایسا کرو گے تو نقشہ نہ بدلے گا، مکہ میں بھی آٹھ آنے پر دو ماہ لڑے تھے، اب ٹکٹ ماسٹر سے خود ہی بات کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشہ سے ہم بہت دور ہیں، خدمت خلق کا نقشہ تھا وہ نقشہ ہمارے پاس نہیں ہے جو خالی حج کو جاوے تو حج ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا نقشہ قائم کرو موجود نقشے کے مقابلے میں خوب محنت کریں حج تو وہی کرے گا جس کے پاس پیسے ہوں، لیکن محنت حج کی ہر جگہ ہوگی حج کی محنت بڑی چیز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کفار میں حج تھا لیکن شکل صحیح نہ تھی، ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بھی تھا، آدم علیہ السلام نے ہر سال حج کیا ہے، سارے انبیاء علیہم السلام نے حج کیا (۲۷)، بیت اللہ بڑی زوردار جگہ ہے ادھر یا ادھر فیصلہ ہو جائے گا عین عرش کے نیچے ہے (۲۸)، اس میں حکمت ہے۔

برکت والا اللہ کا نام ہے برکت سے زندگی کے نقشے قائم ہوں گے، آسمان سے نظام چلتا ہے بیچ میں بیت اللہ ہے، سارے عالم کے نظام کو بیت اللہ سے جوڑا ساری دنیا کو بیت اللہ پر بلایا اور وہاں سے نظام قائم ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ جب کسی علاقے کے لئے تخریبی یا تعمیری حکم دیتے ہیں تو فرشتے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کر کے پھر اس علاقے میں جاتے ہیں (۲۹) براہ راست آسمان سے گاؤں میں نہیں آئے گا طواف کر کے جائے گا اور یہ بات ہے کہ چاہے درخت کتنا ہی بڑا ہو ہمیشہ جڑ کے تابع ہوتا ہے، جڑ میں زیادہ طاقت ہوتی ہے، پوری دنیا پھیلاؤ ہے بیت اللہ جڑ ہے، حدیث میں ہے کہ سارا پانی تھا پہلے بلبلہ اٹھایا جہاں بیت اللہ ہے (۳۰) وہاں سے زمین نکالی زمین کی جڑ بیت اللہ کی چار دیواری میں ہے اور سارے نظام کی جڑ بھی بیت اللہ ہے پھر دنیا میں جاتی ہے پہلے مرکز میں آتی ہے وہیں چکر بنایا کہ ہر وقت خدا کا نام چلے سارا زمین و آسمان خدائی مانگ سے قائم ہے، آسمان سب ہیں اس پر برابر عبادت چالو ہے فرشتے آج تک نماز کی نیت باندھ کر ایک آسمان پر کھڑے ہیں، بعض فرشتے رکوع مسلسل کر رہے ہیں، آسمانوں پر عبادت ہوتی ہے، ہم تو فرشتوں کے ساتھ تھوڑی دیر رہ کر ترقی کی رکوع سجدہ کر کے آسمان والوں کے ساتھ رہے، لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ (۳۱) پر نظام ہے، آسمان جیسا نظام زمین پر بنایا بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو، توجہ کا اثر پڑتا ہے، روحانیت بیت اللہ سے ہوئی، زمین کا قبلہ بیت اللہ ہے، نماز کی لائن سے جڑ سے جوڑا نماز نہیں آتی ورنہ ساری دنیا چل جائے، براہ راست وہاں کی آبادی یہ حج آ گیا، پہلے وہاں کھانے والے نہ تھے، ریل موٹر نہ تھی لوگ پیدل اور اونٹ گھوڑوں پر نو ماہ میں چل کر پہنچتے تھے پہلا وہ پندرہ دن میں کیسے لوٹے گا، جلدی بھاگنے کا ارادہ نہ رکھے گا مکہ کو کیسے چھوڑے گا، مرنے کا ارادہ رکھتے تھے، آج تو ایسے جا رہے ہیں کہ مہینے ہوئے جا رہے ہیں، یہ پتہ نہیں کہ کہاں جا رہے ہیں وہاں جا کر بھاگنے کا ارادہ کوئی نہیں کرتا تھا، وہاں سال ڈیڑھ سال تک ٹھہرے بعض موت تک ٹھہرتے تھے، اس جگہ جو اللہ کے نام کے واسطے پڑیں طواف کریں روئیں تو ساری دنیا کے حالات بننے کا نقشہ ہے، وہاں وہ حج اور نمازیں نہ رہیں تو سارے عالم کا نظام بگڑا۔

آدم علیہ السلام کے زمانے سے تھا کہ جو نبی اپنا کام پورا کرتا تھا جس قوم پر عذاب آیا تو باقی عمر انبیا علیہم السلام بیت اللہ

پر گزارتے تھے، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام زمزم اور حجر اسود کے درمیان رہتے تھے (۳۲)، مطاف بڑی زوردار جگہ ہے، ۷۰ ہزار نبی دفن ہیں، لوگ یہاں عمریں گزارتے تھے، نبیوں نے محنتیں کیں اور امتیں تیار کر کے گھر پر پیش کیں، آقا کے گھر پر محنت کر کے پیش کی تب معاوضہ ملتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے ایک روایت میں ہے مغازی میں ہے طبرانی میں ہے، ۷۰ ہزار امتی تھے، بیت اللہ پر تشریف لائے ایسے ۷۰ ہزار جن میں وطن و گھر کا جذبہ نہ تھا، مدینہ سے گزرے تو دل میں آیا یہ تو ہجرت نبی آخری الزماں کی جگہ ہے، بنی اسرائیل نے ٹھہرنے کی اجازت چاہی تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کریں پتہ نہ تھا کہ کب تشریف لاویں، ۵۰۰ گھرانے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لئے وہاں ٹھہرے تھے انھیں کی اولادوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غداری کی بنوقریظہ بنونضیر انھیں کی اولادیں ہیں، بڑے جلالی نبی تھے، اللہ نے بندوں کو جلال و جمال کا مظہر بنایا، موسیٰ ونوح علیہم السلام جلال کا مظہر، ابراہیم وعیسیٰ علیہم السلام جمال کا مظہر ہیں، انبیاء علیہم السلام دو طرح کے بیت اللہ آئے (۱) امت بنا کر لا کر پیش کیا (۲) بددعا کر کے امت مروا کر بیت اللہ پر عمر گزار دی (۳۳)۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی زندگی بنا کر پہنچے قوم عاد والے بھی بیت اللہ پر پہنچے بارش نہ ہونے کی وجہ سے بیت اللہ بھیجا کہ طواف نماز کے بعد رو کر دعا کریں گے قوم کے نمائندے تھے حاجی قوم کا نمائندہ ہے وہاں گئے مکہ میں گرمی پیاس ہے، طائف راستہ میں ملا وہاں باغات تھے وہیں ٹھہرے کھانے پینے شراب میں مست ہوئے، قوم وہیں رکی بیت اللہ نہ گئے صحیح رخ کیسے ہوگا روئے نہیں، اپنے کھانے پینے میں لگ گئے قوم کے نمائندے بن کر آئے کھانے پینے میں لگ گئے، بادل دیکھا تو یاد آیا کہ ہم تو بارش کے لئے آئے ہیں تب وہیں بیٹھ کر مانگنا شروع کیا، ان بادلوں کو چھانٹو تو کالا بادل چھانٹا کہ اسے ہماری قوم پر بھیجو اس میں اللہ نے عذاب جمع کر رکھا تھا، پوری قوم برباد ہوئی (۳۴) وہاں جانے والے نااہل تھے، بیت اللہ کا حق نہ ادا کیا وہاں کے فرائض کو ادا نہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہؓ اولیاؒ جاتے رہے مسئلے حل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب مالدار شہرت کے لئے حج کریں گے (۳۵)، دنیا میں اس حج پر قحط سالی زلزلے آئیں گے پیداوار کم ہوگی سب اسی حج پر ہوگا، بیت اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا وقت آئے گا کہ لوگ چھوڑ دیں گے بھیڑیا پیر اٹھا کر پیشاب کرے گا، حبشہ کا ایک آدمی بیت اللہ کی ایک ایک اینٹ توڑے گا (۳۶) کہیں ہم نہ ہوں سیرت میں پہلے ڈھایا جاتا ہے، صورت میں بعد میں ڈھایا جاتا ہے، مسجد میں نماز نہ پڑھی ذکر نہ کیا پہلے مسجد کو حقیقت وسیرت کے اعتبار سے ڈھایا غیروں نے صورت کے اعتبار سے ڈھایا ان پر الزام نہ دو ہم نے نماز تعلیم ذکر تہجد اشراق کو ڈھایا خالی خولی کو اسی نے ڈھایا۔

اب حج کا زمانہ آرہا ہے، دو قسم کے آدمی ہیں یہاں والے بھی دو قسم کے ہیں (۱) ان کے نزدیک کوئی بات بھی نہیں ہے کہ حج ہو رہا ہے اس سے نقشے بدلیں گے کوئی پرواہ نہیں، صرف کما رہے ہیں وہاں جانے والے بھی ایسے ہوتے ہیں کہ کھانے پینے میں رہتے ہیں، وہاں یہ نہیں کہ کیوں جارہے ہیں، کہاں جارہے ہیں جن کے ہاتھ میں باگ ہو، ہند کا سفیر یورپ جائے کشمیر کے لئے وفد جائے تو سارے ملک کے کان اقوام متحدہ پر لگیں گے یہاں بیت اللہ پر حاجی جارہے ہیں لیکن پتہ نہیں ہے نظام حقیقی سے اندھے بن چکے ہیں، اقوام متحدہ میں چوکس آدمی چھانٹ کر بھیجیں گے یہاں کے رہنے

والوں جانے والوں کسی کو فکر نہیں حجر اسود کے بوسے کے وقت اگر خیر کا غلبہ ہوتا ہے تو شرک چوستا ہے ورنہ خیر کو چوستا ہے جو حج کے آداب کو لے کر جائے گا وہ اچھا ہو کر آئے گا ورنہ بگڑ کر آئے گا لہٰذا جانے والے اور رہنے والے بڑے بے فکر ہیں، زندگی کے نقشوں کو سامنے رکھتے ہوئے ڈرتے ہوئے جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حج کی شباہت پیدا کرو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے پر نماز اچھی اخلاق ہمدردی تعاون ہو حدود اللہ کا احترام ہو، بیت اللہ کے حقوق قائم کئے گھانس تک نہ کاٹو، شکار نہ کرنا ورنہ جرمانہ دینا ہوگا، بیت اللہ کی زمین تھی کیوں مار احق کیا تھا، جہاں دنیا بھر کی حلال حرام بنی تو دنیا بھر کی حرام کتنی حرام ہوگی، غیبت جھگڑا کتنا حرام ہوگا، پہلے سے حرام تھا وہ زیادہ حرام ہوگا معمولی بات نہیں ہے، خدا کے دربار میں حاضری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ معاملہ بگڑ جاوے دھکے کا بھی خطرہ ہے تھوڑا احساس کرو گے تو چمٹا لیں گے۔

حافظ فخر الدین صاحب فسادات کے بعد حج کو گئے تو کہا کہ مکہ سے آجاتا تو میں زندگی نہ گزار سکتا تھا، مدینہ گیا تب سکون ہوا، مکہ میں زور کا عتاب تھا کہ تم نے اسلام کو تباہ کیا، نیند نہ آتی تھی بڑی مصیبت سے وقت گزارا ہے کواڑ لگا کر سنایا، اتنے زور سے روئے کہ سڑک تک آواز گئی تم نے اسلام مٹایا مدینہ میں گئے تو پتہ چلا کہ جیسے بھی ہو میرے ہو آجاؤ تب ہندوستان میں زندہ رہ سکا ہوں ورنہ پہلے مدینہ جاتا تو معاملہ خطرناک ہوتا، بہت آداب سے جانا ہے کہیں رد نہ ہو جائے، بیت اللہ پر ایسے آدمی جمیں گے تو ان کی محنت سے عالمیت آئے گی جو وہاں نہ جائیں وہ اور محنت کریں کہ پہلے تو حاجیوں میں محنت کریں طریقوں کو ٹھیک کریں کتاب سناؤ، کچھ بمبئی جاؤ گاڑیوں پر جاؤ کلکتہ بھوپال ہر جگہ جا کر حاجیوں پر محنت کرو، بیت اللہ پر محنت ہوگی روپے نہ ہوں تو حج سے بڑا ثواب لے لو محنت والا، جاتے آتے ان میں کام کرو گاڑیوں پر جاؤ اور ان میں محنت کرو، مکی تہامی مدنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا طریقہ ہو، آتے جاتے حاجیوں پر محنت کرو یقین جانو محنت کا ثواب زیادہ ملے گا اب دونوں طرح کے آدمی بتائیں حاجی تو بتائیں ڈرتے ہوئے تیاری کرتے ہوئے جائیں، چلے دے کر جاویں اور باقی حضرات بھی حجاج پر محنت کریں، رمضان کا کام ختم ہو رہا ہے حج کا کام شروع ہو رہا ہے حاجی جا رہا ہو تو اس پر محنت کرو حج پر محنت کرو حج کے فریضہ کے صحیح ہونے کی محنت کے لئے کون اپنے کو پیش کرتا ہے۔

---

(١) سورہ الاعراف: ١٥٨

(٢) بخاری صفحہ ٢٨٥ جلد ٢

(٣) روح المعانی صفحہ ٥ جلد ٢

(٤) مجمع الزوائد صفحہ ٣١٧ جلد ١٠

(٥) کنز العمال صفحہ ٢٠٤ جلد ١١

(٦) کنز العمال صفحہ ٣٣٥ جلد ١١

(٧) کنز العمال صفحہ ٣٥٩ جلد ٤

(٨) روح المعانی صفحہ ٣٥ جلد ٢٦

(۹) سورۃ الاحزاب: ۴۰

(۱۰) کنز العمال صفحہ ۳۱۰ جلد ۴

(۱۱) سورۃ المائدہ: ۱۰۵

(۱۲) المعجم الاوسط باب المیم من اسمہ: محمد

(۱۳) سورۃ المائدہ: ۲۴

(۱۴) سیر اعلام النبلاء صفحہ ۲۲۱ جلد ۱

(۱۵) سورۃ الاعراف: ۱۷۹

(۱۶) سورۃ ہود: ۲

(۱۷) سورۃ الاعراف: ۱۵۸

(۱۸) سورۃ الحدید: ۱۰

(۱۹) سورۃ التوبہ: ۲۵

(۲۰) سورۃ التوبہ: ۱۱۸

(۲۱) سورۃ التوبہ: ۴۹

(۲۲) سورۃ التوبہ: ۴۹

(۲۳) صحیح ابن حبان صفحہ ۶۵ جلد ۱۳

(۲۴) زاد المعاد صفحہ ۸۶ جلد ۳

(۲۵) سورۃ فصلت: ۳۳

(۲۶) السیرۃ النبویہ لابن کثیر صفحہ ۳۵۵ جلد ۴

(۲۷) اخبار مکۃ للازرقی صفحہ ۸۹ جلد ۱

(۲۸) حوالہ سابق صفحہ ۸ جلد ۱

(۲۹) سبل الھدیٰ صفحہ ۲۰۸ جلد ۱

(۳۰) سبل الھدیٰ صفحہ ۲۸۱ جلد ۳

(۳۱) سورۃ التحریم: ۶

(۳۲) اخبار مکہ للازرقی صفحہ ۲۰۴ جلد ۲

(۳۳) اخبار مکۃ للازرقی صفحہ ۲۰۴ جلد ۲

(۳۴) تفسیر طبری صفحہ ۲۵۶ جلد ۸

(۳۵) کنز العمال صفحہ ۱۳۳ جلد ۵

(۳۶) اخبار مکۃ للفاکہی صفحہ ۲۹۷ جلد ۲

حکم سے نہیں حکم دینے والے سے تعلق پیدا کرو

{۲۶؍رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶؍اپریل ۱۹۵۸ء، بعد عصر}

بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

آدمی کی کامیابی ملک و مال میں نہیں ہے بس نسبت بدل جائے جی چاہنے کے بجائے حکم پر چلنے والا ہو حکم کی تعمیل کرے تو نسبت بدلے گی، ہے تو گندہ لیکن خدا کے حکم پر قدم اٹھایا تو قیمتی ہے، یہی اس کا مجاہدہ ہے کہ جی چاہنا رکھ کر خلاف احکام دیئے جی چاہی سے گندہ ہوگا، ورنہ مقرب ہوگا، فرشتوں میں جی چاہی نہیں ہے اس لئے عبادت کرتے ہیں لاکھوں سال سے عبادت کرر ہے ہیں، ایک حور بھی نہ ملے گی کیوں کہ حکم پورا کیا لیکن مخالف مادے کے دبانے کی ضرورت پیش نہ آئی، بعض لوگ دعا کراتے ہیں کہ سارا بکھیڑا ہٹے تو تبلیغ کروں جب کوئی کام نہ ہو تو تبلیغ کرر ہے تو ملے گا کیا؟ جی چاہی توڑ کر خدا کی مان، جی چاہی پر قدم بڑھانے سے نقصان ہوگا، حکم پر قدم بڑھایا تو نفع ہوگا، حکم جی چاہی گرانے کے لئے ہے، حکیم جی نے کہا گڑ نہ کھا جی چاہا تو بھی نہ کھا، سمِ قاتل ہے، مرنا ہوگا تو گڑ کھائے گا ورنہ نہ کھائے گا، نقصان ہوگا یہ بات سامنے آئی تو گڑ نہ کھائے گا جی چاہی سے نقصان ہوگا۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو! انسان کی اپنی نسبت ناقص اور گندی ہے، اللہ کی نسبت پاک و کامل ہے، انسان اگر اپنی نسبت پر چلے تو اللہ نے نقصان رکھا ہے اور اگر اللہ کی نسبت پر قدم رکھے تو کامیاب ہوگا، انسان کا بولنا، سننا، کہنا سر سے پیر تک اجزاء ہیں، منی کے گندے قطرے سے ہیں (۱)، ایسے ہی یہ سب ضعیف اور گندے ہیں، منی کی طرح ہیں، اور اللہ جس نے سب بنایا وہ پاک ہے قطرہ ناپاک ہے، بنانے والا پاک ہے قوی ہے، اب انسان دو نسبت سے سے خرچ ہوگا (۱) اپنی نسبت سے خرچ ہوگا تو جیسا گندہ ماں کے پیٹ سے آیا تھا اس سے زیادہ گندہ ہو کر دوزخ میں جائے گا، اپنی جی چاہے گا کرے گا تو منی پنا آئے گا، ضعف پراگندگی بد بو آ گئی اپنی جی چاہی سے یہ ہوگا، پہلے تو صرف قطرہ گندہ تھا اب تو سر سے پیر تک گندہ ہے، منہ کان سب گندہ ہے کیوں کہ اپنے اوپر اپنے آپ کو چلایا تو گندگی پھیلی بچپن میں کبوتر پکڑ کر کاٹا کلیجی کے پاس پتہ تھا ہوشیاری

سے کاٹو اگر کلیجی کا لالچ کرو گے اور پتہ کٹ گیا تو سارا گوشت کڑوا ہوگا، اگر کلیجی کٹی تو حرج نہیں ہے، ایسی انسان کی اپنی نسبت گندگی کی ہے، اس کے تئیں یہ گندگی ہے اگر میں نے کہا میرا یہ جی چاہتا ہے میں سے گندگی پھیلے گی کہ اگر آنسو کے دریا اندر کی ہچکیاں الحاج وزاری تقویٰ اگر نہ ملے تو گندگی دور نہ ہوگی تو دوزخ میں صاف ہوگی، دوزخ کی بھی حد ہے جب تک فسق وفجور ہے تو لاکھ یا کچھ کم وبیش میں صاف ہو کر جنت میں جائے گا اگر شرک حقیقی ہو تو ابدالآباد والی دوزخ بھی صاف وپاک نہ کر سکے گی، اس کی سزا پوری نہ ہوگی، ہمیشہ دوزخ میں جلے گا (۲)، اور سب باتوں کی سزا پوری ہوگی، لیکن شرک حقیقی کی سزا کبھی پوری نہ ہوگی، ہمیشہ دوزخ میں جلے گا اور گندہ رہے گا یا تو آنسو وندامت اور اضطراب معافی مانگنا نہیں تو آگ اور دوزخ ہے، انسان کی نسبت گندی ہے اللہ نے ترکیب رکھی ہے پتہ والی ترکیب ہے کہ پتہ کاٹو استعمال نہ ہونے دو گندگی تو تجھ میں ہے لیکن اس گندگی پر نہ چل، اللہ کا حکم سامنے رکھ کر چل جی چاہنے پر نہ چل حکم پر چل، اللہ کی نسبت ہے تم اپنے طور پر جارہے ہو منی والے ہو تھانیدار بھی منی والا ہے مگر حکومت والا ہے ایک تھپڑ مارو تو حکومت بدلہ لے گی، تم مار کھاؤ گے تو کچھ نہ ہوگا حکومت کی نسبت نہیں ہے، تھانیدار کو مارا تو حکومت کی انسلٹ ہوئی، جب آدمی نسبت بدل کر حکم والا ہوا تو اللہ کے ہاں اس کی قیمت بنتی ہے پھر کوئی مارے تو گویا ہاتھ اللہ پر ڈالا صورت میں انسان ہے مگر اللہ کہتا ہے کہ میں اس کا ہاتھ پاؤں بنتا ہوں، اللہ نے اپنا قرار دیا (۳)۔

آدمی کی کامیابی ملک ومال میں نہیں ہے بس نسبت بدل جائے جی چاہنے کے بجائے حکم پر چلنے والا ہو حکم کی تعمیل کرے تو نسبت بدلے گی، ہے تو گندہ لیکن خدا کے حکم پر قدم اٹھایا تو قیمتی ہے، یہی اس کا مجاہدہ ہے کہ جی چاہنا رکھ کر خلاف احکام دیئے جی چاہی سے گندہ ہوگا، ورنہ مقرب ہوگا، فرشتوں میں جی چاہی نہیں ہے اس لئے عبادت کرتے ہیں لاکھوں سال سے عبادت کر رہے ہیں، ایک حور بھی نہ ملے گی کیوں کہ حکم پورا کیا لیکن مخالف مادے کے دبانے کی ضرورت پیش نہ آئی، بعض لوگ دعا کراتے ہیں کہ سارا بکھیڑا ہٹے تو تبلیغ کروں جب کوئی کام نہ ہو تو تبلیغ کررہے ہو تو ملے گا کیا؟ جی چاہی توڑ کر خدا کی مان، جی چاہی پر قدم بڑھانے سے نقصان ہوگا، حکم پر قدم بڑھایا تو نفع ہوگا، حکم جی چاہی گرانے کے لئے ہے، حکیم جی نے کہا گڑ نہ کھا جی چاہا تو بھی نہ کھا، سم قاتل ہے، مرنا ہوگا تو گڑ کھائے گا ورنہ نہ کھائے گا، نقصان ہوگا یہ بات سامنے آئی تو گڑ نہ کھائے گا جی چاہی سے نقصان ہوگا، یہ جی چاہنے کو پورا کرنے کے واسطے نہیں دیا بلکہ حکم پر انعام دینے کے لئے مقرر کیا، فرشتوں کو ثواب نہ ملے گا کیوں کہ جی چاہی ان میں نہیں ہے، تم جی چاہنے کو دبا کر حکم پورا کرو تو فرشتوں سے امتیاز ہوگا فرشتے نے جی چاہے کو دبائے بغیر حکم پورا کیا، موٹر دیکھو ایک کو دباتے اور ایک کھینچتے ہیں، اگر خالی کھینچنا ہو تو موٹر نہ چلے گی جی چاہی کو دبانا پڑے، حکم کو کھینچنا پڑے اور فرشتوں کو صرف کھینچنا پڑتا ہے، ایک کام ہے۔

انسان کے اندر مخالف مادہ ہے دو کام کرنے پڑے حکم پورا کرنا دینے کے لئے نہیں ہے بلکہ جی چاہی دبا کر حکم پورا کرنے پر ملتا ہے ورنہ فرشتے بھی حکم پورا کرتے ہیں، مگر انہیں کچھ نہیں ملتا ہے، جی چاہنے کو دبا کر حکم پورا کرنا مجاہدہ ہے جی چاہنا نہ ہو تو حکم کو پورا کرنا مجاہدہ نہیں ہے جی چاہتا ہے کہ کھیتی کرے اسے دبا کر حکم پورا کرنا ہے، نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ

وَنُقَدِّسُ لَكَ (۴) کہا، یہ آدمی جب مادہ دبا کر حکم کو پورا کرتا ہے تو لاکھوں فرشتوں سے افضل ہوجاتا ہے جب کہ جی چاہی کو دبا کر حکم پورا کرے اسی میں انسان کی پاکی و نور ہے اپنی نسبت میں نور اور پاکی نہیں ہے، پہلا درجہ یہ ہے کہ اللہ کے حکموں پر جی چاہنا آنے نہ دے گا تو بعد میں حکموں میں صرف ایک دو چیز میں جی لگوائے گا، نماز کا شوق ہوگا سفر نہ کرنے دے گا، نماز کی نیت باندھی ریل چھوٹی، روزہ جی لگا نفس پہلے تو جی چاہنا حکموں پر نہ آنے دے گا، دوسرے پھیر میں ایک دو طاعت پر جی لگاتا ہے اور ساری طاعتیں کرواتا ہے نماز ضرور پڑھے لیکن جی چاہنے سے نہ کرے حکم دیکھے اسی لئے کچھ وقت میں نماز حرام کی تاکہ مشق ہو حکم پر پڑھنا ہے ہمارا نماز سے تعلق پیدا نہیں کرنا بلکہ نماز دینے والے اللہ سے تعلق پیدا کرنا ہے، اندھا ہے تو اسے بچاؤ پھر نماز پڑھو یہ اللہ کا حکم ہے نماز توڑا اور بچا، کمال یہ ہے کہ اعمال سے تعلق نہ رہے جس کے لئے عمل کرتا ہو اس سے تعلق ہو جب یہ تحقیق کرے گا تو فقه في الدين دین میں سمجھ پیدا ہوگا، عملوں کے ساتھ محبت کرنے سے فقه في الدين نہ ہوگا، خدا کے ساتھ محبت کرنے سے فقه في الدين ہوگا، کسی بیٹے سے زیادہ محبت ہو تو عدل نہ ہوگا بچوں کے بنانے والے خدا سے محبت ہو تو عدل کرے گا، اگر خدا سے تعلق ہو تو سارے اعمال یکساں ہیں چاہے نماز پڑھاؤ یا زکوۃ دو، اگر کسی عمل سے تعلق ہوا تو سارے اعمال ضائع ہوں گے دعا مانگو کہ اللہ عملوں کے بجائے اپنے سے تعلق پیدا کریں اور ہمیں ہماری خواہشات سے نکالیں احکام پر عمل کی توفیق دیں۔

---

(۱) سورۃ الطارق:۶

(۲) سورۃ النحل:۲۸،۲۹

(۳) کنز العمال صفحہ ۷۷۰ جلد ۷

(۴) سورۃ البقرہ:۳۰

محنت اور قربانی ہر شخص کے ساتھ ہے

{ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۷/۱پریل ۱۹۵۸ء، بعد فجر }

بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

سارے نبیوں کی مشترک محنت ایمان پر اور ایمان والے عملوں کی ترویج پر ہے جو نبی آیا اس نے ایمان کی آواز لگائی، سمجھایا ایمان کے لئے عیش کو قربان کیا عہدے، خاندان، بیوی بچے چھوڑے قرآن میں سب ہے، لوط علیہ السلام کو بیوی چھوڑنی پڑی، انہ مصیبها ما اصابهم، نوح علیہ السلام کو بیٹا چھوڑنا پڑا، بہت سے انبیا علیہم السلام کو قومیں چھوڑنی پڑیں، جیسا کہ نوح علیہ السلام، صالح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام وغیرہ کو، ابراہیم علیہ السلام کو بیوی بچوں کی پرورش کا خاکہ چھوڑنا پڑا ہر نبی سے ہر مسئلہ قربانی کر کے ایمانی محنت کی ایمان پر محنت ہے اور اعمال پر محنت ہے یہ محنت جو ایمان و اعمال صالحہ پر ہو یہ محنت سب سے زیادہ قیمتی ہے۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو! دیکھو کہنے سننے کا مزہ تب ہے کہ کہنے والے سب مانتے، ہم تم مانتے اور درمیانی بات یہ ہے کہ ہم مانتے اور تم نہ مانتے اور گھٹیا بات یہ ہے کہ نہ ہم مانیں نہ تم مانو روز کہنے کو کھڑے ہوتے ہیں، آج بغیر مزے کے گاڑی چل رہی ہے، ہم اور تم اسی طرح جان دیتے جس طرح کہ جان دینے کے لئے کہا جا رہا ہے بھائی دیکھو کہ دنیا محنت کی جگہ ہے بلا محنت کوئی نہ رہے گا جونسی چاہے محنت کرے اچھی صحیح اعلیٰ کرے یا بری غلط، ادانیٰ محنت کرے جونسی محنت کرے اس کے علاوہ محنت قربان ہوگی اور چھوٹے گی لہٰذا محنت اور قربانی ہر شخص کے ساتھ میں ہے یا تو غلط کو قربانی کر کے صحیح پر لگا ورنہ صحیح قربان ہوگا، اگر اعلیٰ اور صحیح کے لئے قربانی نہ دی تو ادنیٰ کے لئے قربانی دینی پڑے گی، صحیح پر محنت کرے گا تو چمکے گا ورنہ مٹے گا اگر اعلیٰ کو ادنیٰ کے لئے قربان کیا تو تھوڑا پاوے گا زیادہ کھوئے گا، جو محنتیں غیر اللہ سے متعلق ہیں وہ غلط ہیں خواہ غلہ سے ملک و مال سے ہوں خدا کی نسبت سے خالی محنت ساری غلط ہے محنتیں صحیح وہی ہیں جو خدا کی ذات سے تعلق رکھیں، اس میں بھی درجات ہیں سب سے اونچی محنت وہ ہوگی جس پر نبی اٹھے تمام محنتوں میں نبیوں والی محنت اونچی ہے، نبیوں نے ایمان اور اعمال ایمانیہ پر محنت کی تھی کہ اعمال کی ترویج ہو۔

انھوں نے ملک کے لئے مال کے لئے محنت نہ کی بلکہ ملک واولاد تو دعا سے لی ہے(۱)، سارے نبیوں کی مشترک محنت ایمان پر اور ایمان والے عملوں کی ترویج پر ہے جو نبی آیا اس نے ایمان کی آواز لگائی، سمجھایا ایمان کے لئے عیش کو قربان کیا عہدے، خاندان، بیوی بچے چھوڑے قرآن میں سب ہے، لوط علیہ السلام کو بیوی چھوڑنی پڑی، اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ، (۲) نوح علیہ السلام کو بیٹا چھوڑنا پڑا، (۳) بہت سے انبیا علیہم السلام کو قومیں چھوڑنی پڑیں، جیسا کہ نوح علیہ السلام، صالح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام وغیرہ کو، ابراہیم علیہ السلام کو بیوی بچوں کی پرورش کا خاکہ چھوڑنا پڑا(۴) ہر نبی سے ہر مسئلہ قربانی کرکے ایمانی محنت کی ایمان پر محنت ہے اور اعمال پر محنت ہے یہ محنت جو ایمان واعمال صالحہ پر ہو یہ محنت سب سے زیادہ قیمتی ہے، ذاتی نماز، روزہ، حج سے زیادہ قیمتی ہے نبیوں کے طریقے پر ایمان کے لئے اور دوسروں میں آنے کی محنت پر جان کھپانا اس محنت کے طریقے ہیں، اپنے گھر والوں پر محنت کرنا کان یأمر اهله، (۵) اسماعیل علیہ السلام یا اپنے علاقے پر محنت کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت سب سے اونچی محنت ہے، طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ہے کہ تمام محنتوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، سارے نبیوں کی محنت اس میں ہے، ہر گھر کی محنت ہے، اسماعیل علیہ السلام صرف گھر پر محنت کرتے تھے(۶) نوح علیہ السلام قوم پر(۷) شعیب علیہ السلام مدین پر(۸)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت گھر پر زبان پر قوم پر علاقہ پر محنت کو لئے ہوئے ہے(۹) اور مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت اس شکل کو لئے ہوئے ہے جو کسی نبی کے پاس نہیں ہے تمام قوموں ملکوں ساری دنیا میں خود پھرنا اور دوسروں کو پھرانا یہ دیا ہے یہ چیز سارے نبیوں کی تمہیں ملی ہے، خاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی ہے، نبیوں والی جتنی محنتیں ہیں اپنے گھر شہر برادری قوم میں محنت کرنا یہ ساری محنتیں کا ہے سے چلیں گی اگر صرف گھر یا قوم یا اپنی زبان پر محنت کریں تو ساری شکل زندہ نہ ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت سے ساری شکلیں وجود میں آئیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر سارے ملکوں قوموں میں جانے سے ہوگا تو ہر گھر ملک علاقہ قوم میں محنت ہوگی۔

جب محنت تمام شکلوں پر ہو گھر میں گاؤں میں شہر میں ملک میں زبان میں محنت ہو تو سارے طبقات میں اسلام کی سرسبزی ہوگی اسلام جو خدا سے لامحدود عطا یا لینے کا طریقہ ہے وہ حکومت واکثریت سے نہ چلے گا بلکہ نبیوں کی محنت کے طریقے پر چلے گا چاہے مبلغوں کے پاس روٹی کپڑا نہ ہو اجب بھی نبیوں کے طریقے پر محنت سے خدا اسلام کو زندہ کریں گے مال وغیرہ نہیں ہے لیکن نبی کے طریقہ پر محنت ہو رہی ہو تو اللہ خوش ہو کر دین کو دنیا میں زندہ کریں گے اگر وہ نبی والی محنت نہ ہو تو چاہے کروڑوں کا مال کھیت دوکان ہو چاہے جتنے آدمی ہوں حکومت ہو اسلام زندہ نہ ہوگا اور سارے مصیبت میں ہوں گے اسلام کے مٹنے کی مصیبت سب کو اٹھانی ہے، اسلام خدا کی ذات سے فائدہ لینے کا تعلق صرف جانوں سے ہے جب وہ طریقہ ہوگا تو زمین دی جائے گی، زمینوں اور حکومتوں پر اسلام موقوف نہیں بلکہ اسلام پر حکومتیں زمین موقوف ہیں اور اسلام صرف نبی کے طریقے پر محنت پر موقوف ہے، صحابہؓ نے مکہ میں نبی والی محنت کی، خبابؓ انگاروں پر لٹایا گیا کمر کی چربی سے آگ بجھی (۱۰) پیروں میں رسی باندھی ہے لڑکوں سے کہا تو گھسیٹا کنکریلی زمین خون آلود ہوئی لیکن احد احد کہا، یہ بلالؓ ہیں(۱۱) مارنا شروع کیا حضرت عمارؓ کی ماں کی شرم گاہ پر برچھا لگا مر گئیں، عمارؓ، سمیہؓ یاسرؓ سب کو مارا گیا(۱۲) کلمہ سے ہٹانے کے لئے کیا تھا پھیلنے والے کلمے سے ہٹاتے تھے، ایک ذات میں کلمہ رہے اس سے نہیں ہٹاتے تھے کلمہ دیمک کی

طرح پھیلتا تھا اگر اکیلا کلمہ پڑھتا تو حرج نہ تھا دشمنی تو پھیلانے سے تھی اور کیا کیا مشک میں لپیٹ کر الٹا لٹکا یا گیا اور دھونی دی گئی مگر کلمہ نہ چھوڑا (۱۳) عثمانؓ تھے۔

دونوں آدمیوں کو رسی میں باندھ کر ریت میں ڈال دیا، ابوبکرؓ اور طلحہؓ دونوں تھے (۱۴) مکہ والوں نے خوب مصیبت اٹھائی پٹائی ہوتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو تین سال بائیکاٹ ہوا چھوٹے بچے روتے ان کو دودھ نہ ملتا (۱۵) یہ نبیوں کے طریقے کی محنت تھی ہر شخص داعی تھا اس لئے مصیبت اٹھائی، خبابؓ آئے بیت اللہ کی دیوار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے ہم کیسے مصیبت میں ہیں میرے لئے دعا کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا چہرہ سرخ ہو گیا ٹیک چھوڑ کر فرمایا کہ ابھی سے مدد کی دعا منگوار ہے ہو پہلے نبیوں نے کیسی محنت کی یہ آگ پر لٹائے جانے والوں سے فرما رہے ہیں، جب پہلے نبی اس محنت پر آئے تھے تو لوہے کی دھار دار بڑی بڑی کنگھیاں تیار کی گئیں ہڈیوں پر سے گوشت اتارا گیا حتیٰ کہ پورے بدن کا گوشت ہڈی سے اتار کر پھینکا تھا ابھی کیا تکلیف اٹھائی ہے تکلیف جتنی اٹھاؤ گے مقرر شدہ تکلیف اٹھا چکو گے تو خدا کی قسم مدد ہوگی، حتیٰ کہ بصریٰ سے ایک عورت مکہ تک آئے گی اسے خطرہ نہ ہوگا اسلام ہی اسلام ہوگا (۱۶) یہ مکہ والی محنت کا نقشہ ہے مکہ میں تیرہ سال نبیوں کے نقشے کی محنت ہے، مدینہ جا کر حرکت والی محنت شروع ہوئی قوموں اور علاقوں میں بھیجا، ۵۰۰ کا دستہ سعدؓ کے ساتھ بھیجا تھا، ابوامامہ باہلیؓ کو باہلہ میں بھیجا (۱۷) خالدؓ کو ہمدان یعنی یمن میں بھیجا (۱۸)، لڑنے کے لئے نہ بھیجا تھا کلمہ کے لئے بھیجا تھا قوموں اور ملکوں میں بھیجا مصر، شام، افریقہ، عراق، ایران، افغانستان، چین، ہندوستان، سندھ، ملتان، لاہور تک محنت آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت سکھلائی تھی جس محنت سے ساری دنیا میں محنت ہوئی، جان مال کا سرمایہ لگایا، تب دروازے کھلے، اندلس میں طارق نے کشتیاں جلائیں کہ واپس نہیں جانا ہے مرنا ہے یا اسلام پھیلے دشمنوں کا ملک ہے اماں ابا کا ملک نہیں یا تو انہیں بدلو یا خود مرو، وقت سے نکل گئے عمریں لگا دیں تھیں جان پر جھیلنا ہے خواہ مخواہ دوسری جگہ محنت کریں اللہ سب دیں گے اللہ نے کہا ہے کہ تَمْكِيْنَ فِي الْاَرْضِ (۱۹)، سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (۲۰)، استخلاف فی الارض (۲۱)' سارے خدا کے وعدے ہیں شاعری نہیں ہے۔

آج تو یقین نہ رہا محنت پر اللہ سب کچھ دیں گے اس پر جب یقین نہیں آرہا ہے تو جنت کا یقین کیسے ہوگا، دشمن دوست بنیں گے کافر مسلم بنیں گے یہ معمولی باتوں کا جب یقین نہیں ہے تو جنت کا یقین کہاں ہوگا کیسے ہوگا، زبان کا نام یقین نہیں ہے دل سے یقین کا تعلق ہے اور عمل اس کی دلیل ہے ایمان قلب میں ہوگا گواہ خود ہو سکتے ہیں، زبان سے دعویٰ کیا اب عمل سے ثابت کرو تو دعویٰ سچا ورنہ جھوٹا ہے اللہ نے منافقوں کو جھوٹا کہا ہے، اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ، (۲۲) منافقوں کا قول یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں لیکن عمل جھٹلاتا تھا اللہ نے قول کو دلیل نہ بنایا بلکہ عمل کو دلیل بنایا، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ، ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (۲۳) تاجروں کو کوڑیاں بھی

نہیں ملتیں ایمان پر تو دنیا و آخرت میں بہت ملتا ہے۔

آج زمین دوکان پر جتنا یقین ہے اللہ پر اتنا بھی یقین نہیں ہے، بس کھانے پینے کی زندگی کو سمجھا ہے کہ دوکان سے ملے گی اگر تین چلے کی محنت پر ۱۵ ہزار ملے تو سب نکل جائیں گے قسم کھا کر کہتا ہوں ایک بھی واپس نہ جائے گا اگر کہا جائے گا کہ جنت ملے گی، خدا کی مدد آئے گی یہ کہا جائے تو کوئی بھی کھڑا نہ ہوگا یہی دلیل ہے بے ایمانی کی، اسی وجہ سے چار ماہ مانگتے ہیں کہ قرآن وحدیث جس محنت کو پیش کر رہے ہیں اس پر یقین نہیں ہے بس روٹی کپڑا تو مروج محنت پر سمجھ میں آرہے ہیں، حالانکہ اللہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ جب تم دین کی محنت چھوڑ کر کھیتوں اور دوکانوں میں لگو گے اللہ ذلت میں ڈالیں گے جب تک محنت دین کی نہ کرو گے تو ذلت نہ ہٹے گی اور ایسے حاکم مسلط ہوں گے جو بوڑھوں اور شریفوں کا احترام نہ کریں گے (۲۴) جب کھیتی میں لگ کر دین کی محنت چھوٹ جائے تو ساری محنتوں کے باوجود ذلیل ورسوا کریں گے آج دنیا میں کتنے مسلمان ہیں اگر آنکھ بند کر کے ڈلا ڈالا مسلمان کے گھر پڑے گا اتنے زیادہ مسلمان ہیں لیکن جتنے آج ذلیل ہیں پہلے نہ تھے۔

پورا بہادر ملک ہے دس لاکھ کی فوج ہے امریکہ کا یہودی چلانے والا ہے، ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ' (۲۵) یہ یہودی ذلیل حاکم ہے جہاں کا وہ ہے وہاں والے جہاں چاہے استعمال ہوں اس سے زیادہ بے بس اور کیا ہوں ملک کے ملک بھی عاجز وذلیل ہیں، دوکانیں چلا کر کیا کرو گے کھٹل کی طرح مارے جاتے ہو یہ نقشہ کیوں ہوا میری اگر کوئی مانے تو کمائیوں پر لعنت بھیجے اور تھوکے یہ ہماری وہی غذا ہے جس سے دست ہوئے ہیں پیر ٹوٹے ہیں اسے ہی کھاتے رہو گے تو ختم ہو جاؤ گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر وقت آئے گا کہ چاروں طرف سے لوگ کھائیں گے کہ آؤ کھائیں، صحابہؓ نے کہا کہ کیا مسلمان تھوڑے ہوں گے؟ بدر میں ۳۱۳ کو نہ کھا سکے مدینہ والوں کو عرب نہ کھا سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کثیر تعداد میں ہوں گے لیکن وہن پیدا ہوگا وہن کیا ہے؟ دنیا کی محبت اور موت کی ناگواری پیدا ہوگی (۲۶)، جب آدمی حیات اور دنیا پر محنت کریں گے تو حیات اور دنیا کی محبت پیدا ہوگی اور جب آدمی موت پر اور آخرت پر محنت کرتا ہے تو موت کی محبت پیدا ہوتی ہے یاد رکھو قرآن میں مومن اور کافر کا فرق بتادیا ہے کہ مسلمان موت سے محبت کرتے ہیں اور کافر ڈرتے ہیں، وَلَتَجِدَنَّهُ' اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ، (۲۷) مشرک یہودی زندہ رہنا چاہتے ہیں۔

آج مسلمان بھی ایسا بن گیا دنیا کی محبت اور کراہیت موت ہے، حیات کی محبت ہے تین چلے کی کہو تو کھیتی کا ڈر ہے حیات کی محبت ہوئی دوکان فیل ہونے کا خطرہ ہے حیات سے محبت ہے حالانکہ یہ دوکان قبر حشر برزخ نہیں ہے بلکہ دنیا ہے دنیا کی محبت ہے موت کی محبت نہیں ہے، خدا کے دین کی محنت موت کو سامنے رکھ کر محنت کی تھی اور مال دوسروں کو دیا نقل وحرکت میں رہے تو مسلم و کافر میں فرق تھا، فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۸) تمنا دل کے اندر کی چاہ کو کہتے ہیں، صرف زبان ناکافی ہے، وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ' اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (۲۹) وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ' (۳۰) مرنے

کے واسطے انتظام نہیں کیا ہے زندگی کی اصل ہجرت ہے لیکن آج ایسی جگہ ہی نہیں ہے کھانے پینے والی ہجرت تو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی ہجرت کی تو اہمیت ہی نہ رہی دین کی ہجرت نہ رہی، اصل ہجرت نہ رہی دوسری گھٹیا ہجرت، حدیث میں ہجرت بادیہ ہے گاؤدی ہجرت ہے، اصل ہجرت میں ہمیشہ کے لئے ہجرت کرنا ہے گھٹیا ہجرت یہ ہے کہ دین سیکھنے کے لئے کچھ دن کے لئے نکلنا سارا مال موجود ہے پھر واپس آجانا یہ ہجرت بادیہ ہے، گاؤدی ہجرت ہے گاؤں والوں کی ہجرت بے عقلوں کی ہے تو اسلام اور ہجرت کے بیچ میں شیطان آتا ہے کہ دیکھ سب لٹ جائے گا زمین جاتی رہے روٹی نہ ملے گی لمبا چوڑا جال پھیلائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مہاجر بنا تو شیطان ہجرت اور جہاد کے درمیان میں بیٹھے گا دیکھ اگر خدا کے نام پر جہاد کیا تو اب گلا ضرور کٹے گا اب اس میں بھی نہ مانا تو پار اترا ایک سے تو خدا نے نکالا کہ ماں کے پیٹ سے مسلمان بنا کر نکالا (۳۱) یہ صرف خدا کا احسان ہے، ہم نے کچھ بھی قربانی نہ دی ہم اسلام سیکھنے کو بھی تیار نہیں ہیں۔

اب سارا مسئلہ اس پر ہے کہ مسلمان بغیر اسلام کے ایسا ہے جیسا کہ بغیر دوکان کے دوکاندار ہو مثلاً کھیتی نہ ہو نام زمیندار ہو صرف نام سے روٹی نہ ملے گی بلکہ زمین ہونی چاہئے ماں باپ نے نام رکھا ہے دوکاندار اس سے روپیہ نہ ملے گا، آپ کون ہے؟ ملازم لیکن ملازمت نہیں کرتا ہے نام رکھا ہے اب زمیندار دوکاندار دو قسم کے ہیں، جو (۱) زمیندارہ کرتے ہیں (۲) جن کے ماں باپ نے رکھ دیا گورنر نام رکھ دیا صدر جمہوریہ امریکہ کا صدر نام رکھ دیا صدر جمہوریہ آئے لیکن پولیس ساتھ نہ تھی صرف نام رکھ دیا ہے، پھر چیز دو طرح کی بنی ہوئی ہے صرف نام رکھ دیا اس سے کچھ نہ ہوگا، گورنر وزیر سب دو طرح کے، ایسے ہی مسلمان بھی دو طرح کے ہیں نام کے مسلمان ہیں چلو بنگال تو زمیندارہ کا بہانہ ہے ماں نے مسلمان نام رکھ دیا ہے لیکن ہے زمیندار، اللہ کے حکم پورا نہیں کرتا ہے اسلام پر محنت کرنے والا، مسلمان نہیں ہوں نام مسلمان ہے محنت چکر میں ہیں، جیل میں جاویں پھانسی کا حکم لگے تب ساری عمر تبلیغ میں دینا ہے اب سمجھ میں آیا کہ ایمان کی محنت سے آخرت بنے گی۔

ہمارے یہ حضرات جنہوں نے جان کی بازی لگائی اور برطانیہ کو ہٹانے کی محنت کی ان کے قصے دیکھو مقدمہ بغاوت قائم ہوا پھانسی طے ہوئی فیصلہ ہوا کہ کل پھانسی ہے تو خوشی کے مارے رات کو سوتے نہ تھے ہنستے تھے جیسے برطانیہ مر گیا ہو ایسے مزے آرہے ہیں جیسے شاہ محمد اسحٰق صاحب، شاہ محمد یعقوب صاحب ۱۸۵۷ء کے بعد ہجرت کو گئے، صبح کو خوب ہنسے عرب والے سمجھے کہ ہندوستان سے کئی ہزار روپیہ آ گیا پوچھا کہ کیا ہوا تو کہا کہ برطانیہ نے ہماری جائیدادیں لے لیں اب تک وہاں سے کمائی آتی تھی وہ ختم ہوگئی اب پیسہ نہ آئے گا اس کی خوشی ہوئی ہے کہ حج کے زمانے میں روپیوں کا دھیان رہتا تھا توجہ میں فرق آتا تھا اب یکسوئی سے عبادت ہوگی۔

اب برطانوی کو تعجب ہے کہ پھانسی پر کیوں ہنستے ہیں نمائندہ آیا کہ کیوں خوش ہو رہے ہو، غداً نلقی الاحبة محمداً واصحابہ رضی اللہ عنہ، دوستوں سے ملیں گے یہ جواب دیا کل ان سے ملاقات ہوگی ان رضی اللہ عنہم سے ملنے کے لئے تو ساری محنت کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہو انگریز اتنا جلا ہوا تھا کہ رنجیدہ کرنے کے لئے پھانسی تھی لیکن جب تم خوش ہو تو پھانسی نہ ہوگی بس کالے پانی کرایا، جعفر صادق صاحب تھے مرنے پر خوش ہوتے ہیں اب اگر موت آئے تو حیات پر پورا مال دینے کو

تیار ہوتے ہیں مرنے سے ڈرتے ہیں آج کی محنت حیات کے لئے ہے، یہ پہلے کافروں کا شعار تھا لَا یَتَمَنَّوْنَہٗ اَبَدًا (۳۲) موت کی تمنا یا تو جاہل کرے گا کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ یا یہ کہ بعد الموت جانتا ہو پوری تیاری کی ہو، اگر تیاری نہ کی تو موت سے محبت نہ ہوگی آج تو حیات ہی کے لئے محنت ہے اس لئے موت سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔

پہلوں کی محنت آخرت پر بھی نماز روزہ صدقہ خیرات، نفر فی سبیل اللہ یہ سب کچھ کر رہے تھے مرنے کے بعد کام آئے گا اب موت کا شوق ہے منتظر رہتے تھے، خالدؓ نے بہت سے خط لکھے کہ دیکھو ہم تم پر اسلام پیش کرتے ہیں مانو ورنہ جزیہ دو یعنی اللہ کے احکامات والے نظام کو تم چلاؤ یہ اسلام ہے خود غرضی نہیں ہے طاقت ہوتے ہوئے نہیں لیتے یہ کمال اخلاص ہے اگر نہیں مانتے تو ملک ہمارے حوالے کرو ہم چلائیں گے تم ماتحت رہو ورنہ میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت سے اس طرح محبت کرتی ہے جس طرح تمہاری قوم حیات اور شراب سے محبت کرتے ہیں، (۳۳) اگر چلہ مانگو تو موت سے ڈرتے ہیں شروع سے ہی قدم نہیں اٹھاتے مرنے پر کام آنے والی چیزوں کو چھوڑا تو موت کی محبت جاتی رہی۔

آپ ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ دنیا کی محبت تو حیات والے سامان کی محبت ہوگی موت سے ناگواری ہوگی، حدیث میں ہے کہ شیطان اسلام اور آدمی کے درمیان آکر بیٹھتا ہے اگر کلمہ پڑھا تو کاٹا جاوے گا مال چھنے گا بچے یتیم عورتیں بیوہ ہوں گی تو اگر زندگی کا خیال ہوگا تو کافر رہے گا اب اگر مسلمان ہوا تو شیطان مسلمان کو بہکاتا ہے منزل طے کر و گھاٹی پار نہیں کی ہے مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں غیر اسلام سے اسلام میں آتے تو اس گھاٹی سے پار اترتے، آج ہزاروں انسان اسلام کو اچھا جانتے ہیں موت کے خوف سے اسلام نہیں لاتے ہیں تو یہ گھاٹی ہم نے عبور نہیں کی ہے اللہ نے مسلمان کے گھر میں پیدا کیا ہے اگر یہ گھاٹی آتی تو اسلام میں ہم نہ آتے قسم کھا کر کہتا ہوں ہمارا مزاج اسلام میں نہ آنے دیتا ہمارا کوئی کمال نہیں ہے، آگے چلو جب مسلمان ہوا تو اسلام اور ہجرت کے بیچ میں شیطان آئے گا ہجرت اور ہجرت بادیہ ساری ہجرت آئے گی گاؤدی ہجرت اور بالکل ہجرت ساری ہجرت آئے گی، اصل ہجرت تو آپ ﷺ کے دین کے پھیلنے کے جذبہ کے ماتحت ایسی جگہ جانا کہ دین پھیلا سکو یہ زمیندارہ کی ہے تاجر نام ہے ہاتھ میں پھاؤڑہ ہے مٹی کھود کر چار آنے لے نام تاجر ہے ایسے ہی مسلمان بھی دو طرح کے ہیں صرف نام مسلم کا ہے زمین آجاوے، عہدہ مسلمان کو ملے تو سب مسلمان بنیں گے، مسلمانوں کے حقوق لیں گے زمین ملک و مسجد و قبرستان وغیرہ سب مسلمان کے نام پر لیتے ہیں اب تبلیغ میں نکالو تو کہیں گے دوکاندار ہوں۔

حکومت سے لینے کے لئے تو مسلمان اور دوسری جگہ دوسرا سائن بورڈ وارنٹ نکلنا چاہئے جعل سازی میں پکڑے جاتے خدا کا کرم ہے کہ بچے ہوئے ہو کان پکڑ کر نکالے جانے کا ڈر ہے اب تعویذ لینے آتا ہے کہ دوکان چل پڑے حالانکہ یہ دوکاندار مسلم سودلیتا ہے لینے کے لئے مسلمان کرنے کے لئے مسلمان نہ رہا، اللہ کا شکر ہے کہ مسلمان بنایا، ان شاء اللہ جنت میں جائیں گے فائدہ حاصل کرنے کی شکل یہ ہے کہ اسلام کا کام کرنے والو بنو، دوکان زمین سے کھانا نہ ملے گا اسلام پر محنت کرو اسلام پھیلے گا تو دوکانوں میں بھی اسلام داخل ہوگا سارے نبیوں والی محنت آپ ﷺ والی محنت زندہ کرو پہلے مسلم دوکاندار بنو دوکاندار مسلم نہ بنو، پہلے اسلام پر محنت پھر دوکان پر جتنا وقت دوکان پر بیٹھو اتنی دوکان کرو اسلام مکمل پروگرام ہے اس میں کمائی

بھی آئے گی کمائی تو پورے اسلام سے تھوڑی ہے اگر دوکاندار مسلم ہے تو پہلے دوکان تک اسلام ہے لہٰذا نقشہ بدلو۔

تین چلے سے نقشہ چلے گا دس بیس دن صرف اس لئے لینے ہیں تا کہ مناسبت پیدا ہو، تین چلوں میں اولیاء اللہ نہ بنو گے ولایت کا تصور ہے ساری عمر لگا کر بھی ولایت آئے تو غنیمت ہے یہ تو صرف جذبات کا رخ بدلے یقین بدلے حلال پر جم جاؤ یہ موٹا سا نقشہ آنے کے لئے چار ماہ ہیں، اگر ولی بننا ہو تو ساری عمر لگا کر بنو، پی۔ ایچ۔ ڈی مزدور کی طرح نہیں کھاتا بلکہ رئیس گھرانے کی طرح کھائے گا ہوائی جہاز بنے گا ۵۰ ہزار میں ۱۷ برس محنت کی پی۔ ایچ۔ ڈی بنے جن سے گدھا بھی اچھا ہوگا کیوں کہ دنیا کی ایک لائن کا آدمی تو اچھا کہے گا اور قبر اور فرشتے عذاب کے انتظار میں رہیں گے، صدیقین بڑی ڈگری ہے شہداء کے پہلے قطرہ خون پر سارے گناہ معاف ہوئے، (۳۴) موٹی بات کے لئے چار ماہ ہیں جب ترقی کرو تو سالہا سال چلتے رہے تو خدا صدیق وشہید بناوے بولو بھائی کون تیار ہے؟ کوئی بغیر وقت کے باقی نہ رہے۔

---

(۱) سورۃ ص:۳۵
(۲) سورۃ ہود:۸۱
(۳) سورۃ ہود:۴۵،۴۶
(۴) سورۃ ابراہیم:۳۷
(۵) سورۃ مریم:۵۵
(۶) حوالہ سابق:
(۷) سورۃ الاعراف:۵۹
(۸) سورۃ الاعراف:۸۵
(۹) سورۃ الاعراف:۱۵۸
(۱۰) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۸۳ جلد ۱
(۱۱) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۷۹ جلد ۱
(۱۲) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۸۰،۳۸۱ جلد ۱
(۱۳) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۷۵ جلد ۱
(۱۴) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۷۶ جلد ۱
(۱۵) السیرۃ النبویہ لابن کثیر صفحہ ۴۴ جلد ۲
(۱۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۸۴ جلد ۱
(۱۷) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۱۴۹ جلد ۱
(۱۸) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۱۵۴ جلد ۱
(۱۹) سورۃ النور:۵۵
(۲۰) سورۃ مریم:۹۶
(۲۱) سورۃ النور:۵۵
(۲۲) سورۃ المنافقون:۱ تا ۳
(۲۳) سورۃ الحجرات:۱۵
(۲۴) کنز العمال صفحہ ۲۸۳ جلد ۴
(۲۵) سورۃ البقرہ : ۶۱
(۲۶) مسند احمد صفحہ ۲۶۱ جلد ۵
(۲۷) سورۃ البقرہ:۹۶
(۲۸) سورۃ البقرہ:۹۴
(۲۹) سورۃ البقرہ:۹۵
(۳۰) سورۃ الجمعہ:۷
(۳۱) کنز العمال صفحہ ۲۶۱ جلد ۱
(۳۲) سورۃ الجمعہ:۷
(۳۳) البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۳۷ جلد ۶
(۳۴) کنز العمال صفحہ ۴۰۷ جلد ۴

تشریعی نظام تکوینی نظام سے افضل ہے

{۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۷؍اپریل ۱۹۵۸ء، بعد عصر}

بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہیں کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریعی احکام تھے، خضر علیہ السلام کے پاس تکوینی اوامر کا ظہور تھا انتظامی اوامر تھے، فتو کلوا، فتبینوا، اذھب الیٰ فرعون' یہ احکامات تشریعی ہیں اور کہاں کشتی توڑنا، بچہ مارنا ہے اور ایک حکم یہ کہ ایسی نماز بنی اسرائیل سے پڑھوائی کہ من وسلویٰ اترے، ایک احکامات تو ذلت عزت کے ہیں مثلاً مرغی کو پکڑے اس میں بھی دیر لگتی ہے بلی منہ مارنے چلے تو چوہا پہلے سے بے جان ہوتا ہے یہ خدا کا حکم آتا ہے تو بڑی حکومتیں بھی دب جاتی ہیں، تکوینی احکامات انتظامی ہیں، زندگی نقشے اور پرورش کے احکامات اللہ نے اپنے پاس رکھے تشریعی احکامات یہ ہیں کہ اگر تو یہ حکم پورا کرے گا میں یہ کروں گا ایمان لاؤ تشریعی حکم ہے عزت تکوینی حکم ہے اب قرآن پکڑا دیا کہ اس پر محنت کر کے احکام پورے کرو تو اللہ زندگی اپنے حکموں سے بنائیں گے ورنہ بگاڑیں گے اللہ نے حکم ہمیں دیا ایمان کے توڑنے پر یہ حکم اور جوڑنے پر یہ حکم ہوگا۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو اور بزرگو! انسان جتنے بھی ہیں اللہ نے ان کو محنت کے لئے بنایا ہے تاکہ خدا کی نعمتوں کے ذریعہ کامیابی حاصل کرے اور ناکامی سے بچے انسان بھی کامیابی کے لئے محنت کرتا ہے لیکن محنت کا طریقہ کار گھٹیا ہے، ذہن یہ ہے کہ دنیا سے زمین وآسمان کے درمیانی مادہ کے سلسلے پر محنت کر کے چیزوں سے کامیابی لیتے ہیں یہ خراب ذہن ہے روپئے ہوں تو کام بنیں گے روپئے ہوں تو نماز روزہ زکوٰۃ کریں گے زمین اصل بن گئی باقی چیزیں تابع بن گئیں، اللہ کی ذات اور احکام اور اعمال اور طریقوں کو دوسرے درجہ میں رکھا، پہلے روپئے ہوں یہ جانتے ہیں اللہ کی ذات سے نکلی ہوئی چیز کو موقوف کر دیا اور زمین کو موقوف علیہ کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں لیکن سفلی ذہن ہیں بعض سرے سے اللہ کو ہی نہیں مانتے ہیں مشرک ہیں اور مسلمان جو اللہ رسول کو موقوف مانتے ہیں موقوف علیہ نہیں مانتے ہیں حالانکہ سارا عالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نہ بناتے تو عالم کو نہ بناتے وجود اصلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے زمین کا تبعیہ ہے

کس کی وجہ سے کون بنا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے زمین بنی سورج بنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بننا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سورج بنایا تو اصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، سونا نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے سے سونا ملتا ہے سونے کے راستے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ملتے ہیں، ذہن سفلی میں زمین سے نکلنے والی چیز اصل ہوتی ہے اوچھا ذہن ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اصل ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے نکلنے والی چیز بھی اصل ہے ایمان کی شعاعیں سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلیں تو یہ سب اصل ہیں کھیتی اور غلہ اصل نہیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصول اصل ہیں تابع میں تغیر ہوتا ہے اصل میں تغیر نہیں ہوتا مشغول دونوں میں ہونا ہے مقابلے کے وقت تابع کو توڑتے ہیں اصل کو لیتے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کے مقابلے میں زمین کی چیز پڑے تو زمین والی چیز ٹوٹ جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والی چیز کو اختیار کرنا ہوگا زمین وغیرہ کا درجہ ثانوی ہے جب اللہ کہنے والا ایک بھی ہوگا زمین آسمان رہیں گے اگر ایسا نہ ہوگا تو زمین وآسمان ٹوٹیں گے(۱)۔

اصل اللہ ہیں اللہ کی ذات سے حکم نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے حکم کی تعمیل اور طریقہ نکلا دونوں مل کر ایک بنیں، مثلاً اللہ کا حکم لے کر بطور خود تعمیل کی تو ہماری تعمیل اللہ کے حکم کی تعمیل نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا طریقہ ہونا چاہئے، قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (۲)، اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (۳)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے حکم پورا ہوگا طریقہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات چلے گی مقصود اللہ ہیں یقین اور نفع اللہ میں ہے طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، (اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) زراعت دوکان وغیرہ سب لا الہ الا اللہ (اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں) میں آئے گا جو لوگ زمین کو اصل کریں گے وہ چیزوں کے طریقوں سے کریں گے جو اللہ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصل جانیں گے تو طریقہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوگا تو حکم پورا کرو گے تو اللہ پالیں گے پلنے کی صورت یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (۴) پالنے والے اللہ ہیں، اور ساری چیزیں پلنے کے لئے استعمال ہو رہی ہیں جس طرح احکامات سے چیزیں بنیں اسی طرح احکامات سے تقسیم ہوں گے ان احکامات سے نفع مند ہوں گے، بیج پر خدا کا حکم ہو یہ پھٹے درخت بنے پھول پھل آئے کٹے تقسیم ہو کر کس کے پاس جائے استعمال کے بعد پیٹ میں زندگی بنے گی یا بگڑے گی سب احکامات پر ہے شروع سے لے کر اخیر تک سب احکامات پر ہے، حدیث میں ہے کہ لقمہ خدا سے پوچھتا ہے کہ کیا حکم ہے اگر ہیضہ کا حکم ہو تو چھ مہینہ کی محنت پر نمونیہ ہیضہ ہوا پرورش خدا کے احکامات پر ہے چیزوں پر نہیں ہے دودھ سے پیٹ نہ بھرے گا خدا کے حکم سے پیٹ بھرے گا اگر خدا ایک دفعہ کہیں کہ دودھ سے بیماری ہو تو ہم کروڑ دفعہ کہیں کہ صحت ہو تو ہرگز نہ ہوگی، (۵) پرورش کی اصل عزت ذلت ملک مال آنا چھننا ان کی اصل کیا ہے انسان کی اپنی محنت سے نہیں ہے ورنہ ایک دفعہ کوئی مال دار بنا تو کبھی غریب نہ ہوتا زمیندار تھے اب نہ رہے آدمی کرنے والے نہیں ہیں اگر کرنے والا ہوتا تو نہ بدلتا سارا نظام ہر ایک خدا کے حکموں پر چل رہا ہے چیزوں پر تو حکم چلے گا لیکن بغیر چیز کے بھی خدا کا حکم چلے گا چیزوں پر اللہ کا حکم ہوگا اللہ کے حکم میں تو فرق نہیں ہے کوڑی نہ ہو تو بھی حکم ہو تو مریں گے ورنہ نہ مریں گے جب چیز ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی خدا کا حکم اصل ہے۔

اصل مسئلہ احکامات پر ہے دنیا آخرت کے نقشوں کا قیام آخرت پر ہے احکامات کا ضابطہ یہ ہے(۱) احکامات جو پرورش کے لئے دیئے جاتے ہیں یہ تکوینی ہیں (۲) پرورش کے احکامات دینے کے لئے احکامات دیئے جائے یہ تشریعی ہیں، تشریعی احکامات کا سرا مسلم کے پاس ہے تکوینی احکامات کا سرا خدا کے ہاتھ میں ہے، قرآن حبل اللہ ہے اصل سرا یہ ہے ہمارے ہاتھ میں اصلی دیا اور اصلی کے اوپر تکوینی جو متفرع ہوگا یہ اللہ کے ہاتھ رہا۔

خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہیں (۶) کیوں کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریعی احکام تھے، خضر علیہ السلام کے پاس تکوینی اوامر کا ظہور تھا انتظامی اوامر تھے، فَتَوَكَّلُوا (۷)، فَتَبَيَّنُوا (۸) اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ (۹)' یہ احکامات تشریعی ہیں اور کہاں کشتی توڑنا، بچہ مارنا ہے (۱۰) اور ایک حکم یہ کہ ایسی نماز بنی اسرائیل سے پڑھوائی کہ من وسلویٰ اترے (۱۱) ایک احکامات تو ذلت عزت کے ہیں مثلاً مرغی کو پکڑے اس میں بھی دیر لگتی ہے بلی منہ مارنے چلے تو چوہا پہلے سے بے جان ہوتا ہے یہ خدا کا حکم آتا ہے تو بڑی حکومتیں بھی دب جاتی ہیں، تکوینی احکامات انتظامی ہیں، زندگی نقشے اور پرورش کے احکامات اللہ نے اپنے پاس رکھے تشریعی احکامات یہ ہیں کہ اگر تو یہ حکم پورا کرے گا میں یہ کروں گا ایمان لاؤ تشریعی حکم ہے عزت تکوینی حکم ہے اب قرآن پکڑا دیا کہ اس پر محنت کر کے احکام پورے کر و تو اللہ زندگی اپنے حکموں سے بنائیں گے ورنہ بگاڑیں گے اللہ نے حکم ہمیں دیا ایمان کے توڑنے پر یہ حکم اور جوڑنے پر یہ حکم ہوگا، تربیتی احکامات موقوف ہیں، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (۱۲)، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (۱۳) میں ساری شریعت ہے، سارا قرآن اسی پر پھیلے گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسی مانی اور اللہ نے کیسے کیا، رب العلمین میں منّ وسلوٰی اور سارا تربیتی نظام ہے، مناسبت یہ ہے کہ الحمد پڑھ کر سورۃ ملاؤ رب العلمین سے جوڑ ہوگا یا اللہ کی ذات سے یا حمد سے، رب سے جوڑ بیٹھے گا، ایاک نعبد' الغرض کسی نہ کسی جز سے جوڑ بیٹھے گا سارا قرآن اسی میں آئے گا، هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (۱۴)' کی نسبت چلی يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۱۵) یہ نَعْبُدُ چلا اَلْحَمْدُ میں دو جز ہیں کہ اللہ کیسے ہیں؟ پالنے والے ہیں وہی کرتے ہیں جیسی بنائیں گے بنے گی دیں گے ملے گا نہ دیں گے نہ ملے گا اللہ سے ہوگا، دنیا میں نقشے جتنے بھی ہیں اللہ سے قائم ہیں جب چاہیں گے تو کریں گے۔

امام صاحبؒ کے پاس دہریہ آیا تین سوال کیئے (۱) اللہ سے پہلے کون تھا؟ (۲) اللہ کیا کرتے ہیں؟ (۳) اللہ کہاں ہیں؟ امام صاحبؒ نے کہا کہ تو سائل ہے لہٰذا نیچا ہے لہٰذا میں ممبر پر بیٹھوں گا ایک ڈلا سر پر مارا تو درد ہوا، اللہ سے پہلے ایک سے پہلے کچھ نہیں مجازی ایک سے پہلے کچھ نہیں تو حقیقی ایک سے پہلے کون ہے، سر کا درد سر میں ہے تو اللہ ہر جگہ ہیں سر میں درد دکھا دے تو اللہ بھی نظر آئیں گے جو بکل شئ محیط ہیں اللہ نے یہ کیا کہ تجھ نا اہل کو نیچے بٹھایا مجھے اوپر چڑھایا، بس ایسا کرتے ہیں وہی سب کام کرتے ہیں جتنی محنت کر جو اس کا حکم ہوگا وہی ہوگا جب حقیقت یہ ہے کہ خدا کا ضابطہ یہ ہے کہ جو اللہ کے احکام پورا کرنے والا ہوگا تو اللہ بھی پالیں گے تشریعی حکم کے لئے سوائے جان کے کسی چیز کی ضرورت نہیں پہلے حکم پورا کر پھر مکان ملے گا پہلے مکان لینا ہو تو حکم کے بغیر کیسے مکان لے گا مختصر بات یہ ہے کہ تم جب یہ کہتے ہو کہ یہ ہونے کے بعد حکم پورا

کریں گے تو اللہ نے قرآن دیا کہ پہلے حکم پورا کرو پھر میں دوں گا یقین بدلو حکم اصل ہے، لہٰذا خدا کے حکم کو پورا کرو ساری چیزوں کو پیچھے ڈالو احکام کی تعمیل کرو احکامات میں درجات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے نبی ہیں، تجارت، زراعت بیماری وغیرہ کے احکامات ہیں یہ سارے احکامات طبیعت کے مخالف ہیں احکامات والی زندگی کی محنت کرو ایک طرف زندگی گزارنے کے طریقے کے احکامات ہیں دوسرے احکامات یہ ہیں کہ محنت کر کے لوگوں میں پھیلاؤ کہ لوگ احکامات کو بنیاد بنائیں، محنت کب زندہ ہوگی اللہ کے بھی نقشے ہیں اپنی قوم، ملک، زبان، گھر کی محنت پہلے انبیاء علیہم السلام میں تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری محنت دی، فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (۱۶) میں ساری محنت لیکن محنت کرانا اور ساری دنیا میں کرانا اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالاً (۱۷) یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا تو ترتیب یہ ہے کہ نقل وحرکت والی محنت زندہ ہوگی تو علاقائی گھر میں محنت زندہ ہوگی تو ایمان، عبادات، علم وذکر، اخلاق زندہ ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے میں تجارت، کھیتی، بیاہ میں اخلاق ہیں اب تھوڑا کماؤ گے زیادہ چمکو گے اب تو احکامات توڑ کر کماتے ہو اس لئے کرتے ہیں ملکوں میں پھرنے کا حکم ہے نقل وحرکت سے مقامی محنتیں زندہ ہوں گی تو ایمان وعمل علم کے ساتھ عبادات کا نقشہ ٹھیک ہوگا اخلاق وکمائی میں احکامات آئیں گے تب سرسبزی آئے گی۔

---

(۱) کنز العمال صفحہ ۲۴۴ جلد ۱۴

(۲) سورۃ آل عمران:۳۱

(۳) سورۃ النساء:۵۹

(۴) سورۃ الفاتحہ:۱

(۵) سورۃ الانعام:۵۹

(۶) فتح الباری صفحہ ۲۹۴ جلد ۱

(۷) سوۃ المائدہ:۲۳

(۸) سورۃ النساء:۹۴

(۹) سورۃ طہٰ:۲۴

(۱۰) سورۃ الکہف:۷۴

(۱۱) سورۃ البقرہ:۵۷

(۱۲) سورۃ الفاتحہ:۱

(۱۳) سورۃ الفاتحہ ۴

(۱۴) سورۃ الحشر:۲۲

(۱۵) سورۃ البقرہ :۱۰۴

(۱۶) سورۃ الانعام:۹۰

(۱۷) سورۃ التوبہ:۴۱

دنیا میں صحیح نقشہ قائم کرنے کے لئے محنت کرو

{۲۷ رمضان المبارک ۷۷۳۱ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۵۸ء، بعد تراویح}

بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

اب قصہ سنو مال آتا تھا فوراً خرچ کر دیتے تھے، ابوبکرؓ کا بیت المال کا قیام سخاء میں تھا ایک میل مدینہ سے تھا پیدل آتے تھے عشاء کے بعد وہیں سوتے تھے، آج کل تو خزانے پر مضبوط دیواریں ہوتی ہیں پولیس کھڑی رہتی ہے، مت دیکھو ابوبکرؓ کا بیت المال تھا کوئی پہرہ دار نہ تھا لوگوں نے پہرہ دار رکھنے کو کہا کہ اس پر کوئی خوف نہیں ہے کیوں میں نے اس پر تالا لگا رکھا ہے، حقیقت یہ تھی کہ ابوبکرؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج کے تھے کہ مال کے آنے کے بعد فوراً خرچ کر دو رہنے نہ دو مال آتا تو رکھنے کے لئے بیت المال اور رات سے پہلے خرچ ہو، جہینہ قتیبہ وغیرہ کی کان سے مال آتا فوراً خرچ ہوتا، غلام آزاد وغیرہ سب کو برابر دیتے تھے کمی وبیشی نہ تھی اونٹ گھوڑا، ہتھیار خریدتے مجاہدین کو دیتے لحاف بیواؤں کو دیا، ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد بیت المال میں عمرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، عثمان بن عفانؓ دوامین لے کر مال دیکھنے گئے تو مال کچھ نہ تھا تھیلا جھاڑا تو چونی نکلی، کام کی بنیاد ابوبکرؓ نے ڈالی عمرؓ نے تو چلایا ہے کسریٰ اور ہرقل کے جنگ کا خاکہ قائم و تیار کیا، عمرؓ کے زمانے میں چلا صرف چونی تھی۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

مالیات کے واقعات ہیں جو اس زمانہ میں بہت اہم ہیں، مسلمان کلمہ والا موحد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارے انبیاء علیہم السلام کا سردار ماننے والا، وہ جتنا مال کمانے میں لگ جائے گا اتنا ہی اسے کم ملے گا اور یہ جتنا اللہ کی دین کی محنت پر لگے گا خواہشات کا خون کر کے اجتماعی ضروریات پر دین پر وقت و مال لگائیں گے اتنا اللہ ان کو زیادہ دیں گے، رات دن دعا کی کہتے ہیں، زمیندار دوکاندار مصیبت میں ہیں ہم نے کہا کماتے ہو اس لئے مصیبت آرہی ہے، مالیات کی مصیبتیں اس لئے ہیں کہ مال کمانے لگ گیا ورنہ کمائی پر تھوڑا وقت لگاتے اور دین کی محنت اور بندوں کی حاجت روائی میں مال لگائے تو مال کے دروازے کھلیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خشک علاقے بھوکے پیاسے علاقے میں تشریف لائے وہ لوگ سانپ کھاتے تھے خون ملا تو چوس لیا، بھوک کی شدت تھی وہ مال کا علاقہ نہ تھا اب تو سونا نکل رہا ہے پٹرول، حج کے راستے سے کمائی ہو رہی ہے مزدور کو وہاں ۵ ریال ملتے ہیں بڑھئی کو دن میں ۲۲ روپے ملتے تھے اب کمائی کا علاقہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فقر کا علاقہ تھا افلاس و غربت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ نے کام کیا، چمڑے کی راکھ پھانکی (۱)، ۲۴ گھنٹے میں ایک کھجور کھا کر گزارتے تھے (۲)

بہت سے کمانے والے نہ تھے، انھیں بھی کام پر لگا یا کمانے والوں کی کمائی چھڑوا کر دین کی نقل وحرکت میں لگا یا، اپنا پیٹ کاٹ کر دوسروں کو کھلا نا پلا نا پہنانا اور مکان دینے والا بنایا (۳)۔

پہلے دین کی نقل وحرکت آئی، زندگی کے نقشے بدلے تب مالیات آئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ۲۳ سالہ مال لگانے کا تھا، ابوبکرؓ کے بھی ڈھائی سال مال لگانے کے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس زیادہ سے زیادہ مال ۸۰ ہزار تھا وہ بھی بحرین سے آیا (۴)، عرب سے اونٹ بکری کھجور زکوۃ میں ملتا تھا، ابوبکرؓ کے زمانے میں بھی بحرین سے آیا، عمرؓ کے زمانہ میں بوچھاڑ ہوئی، مال خوب آیا مال والے علاقے میں گھسے کلمہ والے محفوظ رہے، جنھوں نے انکار کیا ان کا مال آیا، عمرؓ کے زمانے میں مال کے ضابطے بنے وظیفے مقرر ہوں (۵)، اب ساڑھے پچیس سال کو تو بھول گئے کیا گزری کہ وظیفہ ذمہ داری وغیرہ کچھ نہ تھا، اخلاقاً کھلا رہے تھے جب یہ مدت گزری تو سارا عرب ایسے بن گیا کہ جب چاہو نکال لو کھیتی کا بہانہ نہیں کرتے تھے دوکاندار بھی نکلتا تھا، عذر نہ کرتے تھے سواری نہیں تو بلا سواری کے جان و مال لگاتے تھے یہ محبوب بن گیا تھا۔

شادی مکان میں پیسہ نہ لگتا تھا لاکھ روپئے والا اور غریب سب موٹے کپڑے پہنتے ہیں موٹا جھوٹا کھاتے ہیں مال سارا خدا پر اور بھوکوں ننگوں پر لگتا تھا جب ایسا نقشہ بنا تب مال کے دروازے کھلے، اب ہم تو عمرؓ کے زمانے میں وظیفے ملتے اسی کو لے لیا، ۲۵ کو چھوڑ دیا بھول گئے دین کا کام بہت ہے مگر عمرؓ کے زمانے کو لیتے ہیں، اس وقت تو آمد تھی آج آمد تو نہیں ہے، وظیفہ مقرر کر دیا تو مانگنا شروع کر دیا جسے دیکھو مانگ رہا ہے، حکومت بھی مانگ رہی ہے تو عوام بھی مانگیں گے لکھ پتی بھی کہتے ہیں حکومت فنڈ دے تو کاروبار کریں ملازم مزدور کہے کہ تنخواہ بڑھاؤ سب مانگتے ہیں صرف مدرسے والے ہی نہیں مانگتے بلکہ سب مانگتے ہیں جب ذلت آئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مانگنے والے خال خال تھے، دینے والے سب تھے مانگنا بندوں کی صفت ہے دینا خدا کی صفت، خدا کی صفت پر آئے تو دروازے کھل گئے، اب تین چلہ مانگو تو کہے گا کہ مال نہیں ہے اگر چلہ بھی دے گا تو آس پاس کا دے گا اگر سب کے گھر کا حساب لگاؤ تو غریب کوئی نہ ہوگا جتنے زمیندار ہیں تبلیغ کے نام پر تو غریب بن جائیں جب مقدمہ آجائے یا بیاہ شادی ہو تو گائے بیل سب بیچیں گے دوکانداروں کی بھی یہی حالت ہے جب ہم نے دین کے ساتھ ایسا کیا تو اللہ نے بھی ایسا کیا، اللہ نے ہمیں خوب دیا، آدم سے لے کر اتنا نہیں دیا نوح علیہ السلام کشتی والے تھے باقی سب ڈوبے اللہ نے ہمیں آخرت و دنیا میں دیا، پہلی امتوں کو بھی وحی پر محنت کرنے پر دیا ہے، وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاةَ (٦) ۔

مجاہدہ ہجرت نصرت اخلاق ہو تو خدا دیتے ہیں پہلے قصے گزرے کھلانے پلانے کپڑوں اور مالیات کی تفصیل گزر چکی ہے، لوگ کہتے ہیں جہاد میں مال غنیمت آتا تھا تو دیکھو مال غنیمت اگر دس نکلتا تھا تو خرچ سو نکلے گا اپنا سارا خرچ کیا سارے عرب کے پاس کھانا آیا لیکن صحابہؓ کنگال ہوئے اسلام سے پہلے کیا تھا؟ جب خندق کے موقع پر سارے عرب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غطفان کے سرداروں کو بلایا اور کچھ آدمی ان میں سے توڑنے چاہے کہ ہم مدینہ کی کھجور کا تہائی دیں گے تم لشکر لے کر چلے جاؤ وہ راضی ہوئے، اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن عبادہؓ اور سعد بن معاذؓ کو بلایا اور پوچھا کہ

یہ کیسا ہے توسعدوں نے کہا کہ کیا اللہ کا حکم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یا فتویٰ ہے، فرمایا نہیں بلکہ تم پر رحم کھا کر کیا ہے، تو جواب دیا کہ عربوں کی کبھی ہمت نہ پڑی کہ تلوار کے زور سے کھائیں خیرات کے طور پر کھاتے تھے اب تو خدا کی مدد ہے اب کیوں کھائیں گے تلوار بتائیں گے، سعد بن معاذؓ نے مصالحت کے پرچے پر تھوکا اور پھینکا اور کہا آجاؤ میدان میں (۷) عرب کے سارے خطوں میں مدینہ کی کھجور تھی اور مدینہ والے فاقے سے تھے جب اس نقشے پر آئے تب خدا نے مالیات کے دروازے کھولے، مال اچھا کھانا مکان بنانے کے لئے نہیں بلکہ قرآن والے نقشے پر مال لگاؤ،

ہمیں تو خدا کیوں مال دے ہم تو صحابہؓ سے اچھا کھا رہے ہیں تو اور مال کیوں ملے اور جگہ لگانے کا دستور نہیں ہے اور جگہ لگانے کو دیا ہے، آج مکان کپڑے ان سے اچھے ہیں خدا کے راہ کی نقل وحرکت نہیں ہے، ان میں یہ سب تھا تو مال دیا، ہم کو کیوں مال دیں گے جب کوئی دعا کراتا ہے کہ مال دے تو دعا کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ خرچ مل رہا ہے اور مال لگانے کا رواج نہیں ہے، چلوں میں پھرو اور اللہ سے مانگو، ہندوستان میں باوجودیکہ مال ہے پھر بھی کنگال ہے قرض لیتا ہے اب بھی سرمایہ دار ملک ہے لیکن تخریب پر خرچ کرتا ہے تعمیر پر جو خرچ کرے گا تو اس کو تخریب والوں کا مال دیں گے اللہ دیتے، سب کو دینے کے لئے تیار ہیں اپنے اپنے موٹر کے لئے اللہ نہ دیں گے آپا دھاپی نفسا نفسی چلتی رہے گی تعمیر نہ آئے گی، ۲۵ سال کے بعد ۲۶ ویں سال میں مال آیا ہے (یعنی حضرت عمرؓ کے زمانے خلافت میں) پہلے تم بھی اتنے سال خرچ کر کے دکھلاؤ پھر اللہ دیں گے اگر اس طرح خرچ کرنے پر آویں تو پھر آدمی تین یا سات چلے دے سکتا ہے، امریکہ اور روس بھی جا سکتے ہو اللہ سے لینے کا ارادہ نہیں ہے، زمین سے لے رہے ہیں۔

اب قصہ سنو مال آتا تھا فوراً خرچ کر دیتے تھے، ابوبکرؓ کا بیت المال کا قیام سخاء میں تھا ایک میل مدینہ سے تھا پیدل آتے تھے عشاء کے بعد وہیں سوتے تھے (۸) آج کل تو خزانے پر مضبوط دیواریں ہوتی ہیں پولیس کھڑی رہتی ہے، مت دیکھو ابوبکرؓ کا بیت المال تھا کوئی پہرہ دار نہ تھا لوگوں نے پہرہ دار رکھنے کو کہا کہ اس پر کوئی خوف نہیں ہے کیوں میں نے اس پر تالا لگا رکھا ہے (۹) حقیقت یہ تھی کہ ابوبکرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج کے تھے کہ مال کے آنے کے بعد فوراً خرچ کر دو رہنے نہ دو مال آتا تو رکھنے کے لئے بیت المال اور رات سے پہلے خرچ ہو، جہینہ قتیبہ وغیرہ کی کان سے مال آتا فوراً خرچ ہوتا، غلام آزاد وغیرہ سب کو برابر دیتے تھے کمی وبیشی نہ تھی اونٹ گھوڑا، ہتھیار خریدتے مجاہدین کو دیتے لحاف بیواؤں کو دیا، ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد بیت المال میں عمرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، عثمان بن عفانؓ دو امین لے کر مال دیکھنے گئے تو مال کچھ نہ تھا تھیلا جھاڑا تو چونی نکلی (۱۰) کام کی بنیاد ابوبکرؓ نے ڈالی عمرؓ نے تو چلایا ہے کسریٰ اور ہرقل کے جنگ کا خاکہ قائم و تیار کیا، عمرؓ کے زمانے میں چلا صرف چونی تھی۔

ابوبکرؓ پر رحمت کی دعا کی اللہ رحم کرے اتنا کام چل رہا ہے اور خزانے میں چار آنے تھے اب وزن کرنے والے کو بلایا کہ مال کتنا آیا تو کہا کہ ڈھائی سال میں دو لاکھ آئے ہیں یہ چونیاں ہیں تو پچاس ہزار ہوئے اسی میں غریبوں کو دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے پورے کئے شام عراق ایران کی جنگ میں لگایا، آج ۵۰ ہزار تو صرف استقبال میں لگتے ہیں،

ابوبکرؓ کے ڈھائی سال کا کام ان کے روپئے پر نہیں ہے، یرموک میں ۲۵ ہزار نقد تھے خرچ کا اندازہ لگاؤ یہ جنگیں ابوبکرؓ والے حکومت کے خرچ پر نہ تھیں ہر شخص اپنا جان و مال لگا رہا تھا اسی ۵۰ ہزار کو غریبوں پر لگایا، صحابہؓ نے ہر ایک نے اپنا جان و مال لگایا پھر جب ملا تو دیا گیا، دوسری روایت میں ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ بدر اور غیر بدر سب کو کیوں برابر کیا، ابوبکرؓ نے کہا کہ متوسط طریقے پر دنیا میں سب کو ملے گا دنیا تو فانی ہے درجات کی بہتری آخرت میں ہوگی دنیا میں نہ ہوگی (۱۱) فضائل اللہ کے ہاں ہیں دنیا میں برابری اچھی ہے کیا میں ان کے پرانے پن کو خریدلوں؟ سبقت کو خریدوں؟ فانی زیادہ دوں؟ تو آخرت میں کیا ہوگا، اس لئے سب کو برابر خرچ کیا، ابوبکرؓ کے پاس بحرین سے مال آیا تو اعلان کیا کہ کسی کا قرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہو تو مجھ سے لے لے، چار نے قرض مانگا، ۱۵۰۰ چونی دیدیں، سارے وعدے پورے کئے بقیہ کو سب میں تقسیم کیا، فی آدمی ۱۰ درہم پہلے سال ملا (۱۲) اسی پہلے سال مسیلمہ کذاب کی بغاوت ہے، ۱۰ درہم ملے اور پہلے سال کی جنگوں میں صحابہؓ نے اپنی جان و مال لگایا، بعد والے سال میں ۲۰ درہم ہر ایک کو اگلے سال ۵ کچھ بچا تو غلاموں کو ۵ درہم ہر ایک کو دیا، لوگوں نے کہا کہ پرانوں کو زیادہ دو تو فرمایا کہ اللہ دیں گے (۱۳)، حضرت علیؓ بھی سب کو برابر دیتے تھے، دو عورتیں آئیں (۱) آزاد عربیہ (۲) باندی عجمیہ، دونوں کو برابر دیا اور فرمایا کہ میں نے قرآن میں یہ دیکھا کہ اسحق و اسمٰعیل علیہم السلام کی اولاد کو برابر رکھا ہے (۱۴)۔

عمرؓ کے زمانے میں فتوحات ہوئیں، مال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مل کر قتال کیا وہ افضل ہے لڑنے والے مفضول ہیں تو مہاجرین و انصار کو فضیلت دی بدر والوں کو پانچ پانچ ہزار ہر ایک کو دیئے، علاوہ بدر کے پرانے کو چار ہزار، زوجہ مطہرہ کو ۱۲ ہزار، حضرت صفیہؓ و جویریہؓ کو ۶ ہزار دیئے کیوں کہ مہاجرات نہ تھیں اس لئے ۶ ہزار دیئے تو بیوی ہونے کی وجہ سے ۱۲ ہزار دینے پڑے، عباسؓ کے ۱۲ ہزار، اسامہؓ کے ۴ ہزار، حسنؓ حسینؓ علیؓ ۵ ہزار، ابن عمرؓ کے ۳ ہزار تھے، ابن عمرؓ نے اعتراض کیا کہ اسامہؓ کو زیادہ کیوں؟ فضیلت اسامہؓ کی کیا مجھ سے زیادہ ہے اب درجہ کی وجہ سے بولے مال کی وجہ سے نہ بولے تھے، ابوبکرؓ نے حکمت اختیار کی سب کو برابر دیا، فضیلت آخرت میں ہے عمرؓ کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا اس لئے بولنا نہ چلتا تھا، عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہؓ اور اس کا باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زیادہ محبوب تھے، مہاجرین کے بیٹوں کو دو دو ہزار تھے، حضرت سلمہؓ کے تین ہزار تھے، ۲ ہزار مہاجر کی اولاد کو ملتے تھے، عثمان ابن عبداللہ بن عثمانؓ جو طلحہؓ کے بھتیجے ہیں ۸۰۰ دیئے ہر ایک کو درجات کے اعتبار سے دیا، (۱۵)

بیہقی میں ہے کہ مہاجرین کو ۵ ہزار دیئے، ابن عمرؓ کو ۵ ہزار دو تو عمرؓ کو ۴ ہزار ہی ملے گا ورنہ گھر میں دس ہزار آئیں گے جس نے ہجرت میں سرعت کی تو عطا میں بھی سرعت ہوگی، اب آدمی ملامت کرے تو اپنی اونٹنی کو ملامت کرے کیوں جلدی نہ نکلا، خالد بن ولیدؓ کو معزول اس لئے کیا کہ کمزور کو مال نہ دیا، زبان درازوں کو مال دیا، ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امیر بنایا، ایک صحابیؓ نے اعتراض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کا جرنیل تھا اسے معزول کیا تو عمرؓ نے کہا کہ تم قریبی رشتہ دار ہو اٹھتی جوانی کو جوش ہے اپنے بھائی کی طرف سے غصہ آیا اتنا کہہ کر حکم کر دیا (۱۶) اب تم نے جان و مال کے اتنے قصے سنے کہ جان و مال

سب لگا تو اللہ نے مال دیا، ہندوستان تو کنگال ہے سرمایہ تو اور جگہ ہے حساب لگاؤ ایک ایٹم بم کروڑوں کا بنتا ہے امریکہ وروس میں سینکڑوں ایٹم بم ہوں گے لوگوں کو چوس کر ایٹم بم بناتے ہیں، اگر اتنا ہی روپیہ لوگوں میں تقسیم کریں تو لڑائی ختم اور لوگ بھی پبلک کو چوس کر ایٹم بم بناتے ہیں پہلے تو پبلک کو دشمن بنا کر پھر ڈراتے ہیں کہ گڑبڑ کرو گے تو بم ماریں گے گدھے جیسا دماغ ہے ٹیکس کر دیا تو تاجر بددعا کرتے ہیں لاکھ آدمی بددعا کرے گا چار کروڑ زمینداروں کی زمینداری میں فرق پڑا تو خدا سے بددعا کریں گے اجڑنے والا اجاڑنے کی دعا کرے گا عقل تو یہ ہے کہ پہلے سب کو چوس کر ایٹم بم بنایا اب دشمن بنے تو بم سے ڈرا رہے ہیں اتنا ہی پیسہ پھول پتیوں پر استقبال پر لگاتے ہیں، ۵۰ ہزار کا خرچہ کرتے ہیں پہلے زمانے میں تو خوشی میں پیسے بکھیرتے تھے غریبوں کا کام بنے گا یہاں تو ۵۰ ہزار صرف پھولوں میں لگایا تو پبلک کیسے دعا کرے ملک کے غریبوں کو دینا چاہئے تھا تو پورا ملک مسئلہ حل کرے گا ایک نہ کر سکے گا، اندر ہنگامہ کھڑا ہو تو باہر والا کیا کر سکے گا حاکم کے روپے خرچ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ محکوم جان دیدے اور اب تو غلط طریقہ ہے تھپڑ مارا تو بدلہ لاش سے لیا، موقع کا منتظر تھا پوری دنیا بیوقوف ہے لوگوں کو کھانے کے لئے اس لئے دیتے ہیں تا کہ ہماری رائے دے یہ خودغرضی ہے غربا پروری نہیں ہے، ممبر بننے کے لئے خرچ کر رہا ہے بغیر غرض کے غرباء کو ۲۵ لاکھ دیئے تب گیت گائیں گے اب تو کاغذی تعریف ہوتی ہے دلوں کی تعریف سے کام چلے گا دنیا کا نقشہ غلط ہے، صحیح نقشہ قائم کرنے کے لئے محنت کرو۔

---

(۱) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۴۰۷ جلد ۱

(۲) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۴۱۸ جلد ۱

(۳) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۱۸۰ تا ۳۹۶ جلد ۲

(۴) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۱ جلد ۲

(۵) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۸ جلد ۲

(۶) سورۃ المائدہ: ۶۶

(۷) البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷ جلد ۴

(۸) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۲ جلد ۲

(۹) حوالہ سابق

(۱۰) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۳ جلد ۲

(۱۱) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۳ جلد ۲

(۱۲) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۴ جلد ۲

(۱۳) حوالہ سابق

(۱۴) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۱۷ جلد ۲

(۱۵) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۸ جلد ۲

(۱۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۸ جلد ۲

اللہ سے لینے کے دو طریقے ہیں

{۲۸ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء، بعد فجر}

بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

اتنے بڑے خزانے خدا کے ہیں زمین کی کیا حیثیت ہے؟ ساری دنیا جنت کے مقابلے میں ہیچ ہے ساری حیثیتیں خدا کے خزانوں میں ہیچ ہے، خدائی ذات اور خزانے، کائنات جو فنا کرنے کے لئے ہے، حوادثات کے لئے خزانہ ہے وہ دنیا ہے رات دن اس میں بغیر فساد فنا ہوگا ایک تغیر ہوا بننے کی طرف آیا منی کا قطرہ، خون، لوتھڑا، شکل انسانی، روح والا ہو کر باہر آیا اوپر آیا ہے اب اوپر سے نیچے کو آرہا ہے روح نکل گئی فساد آیا کیڑے پڑے کھوپڑی کہیں ختم کیا پھر زندہ کریں گے ایسے ہی کھیتیاں چل رہی ہیں رات دن وجود، پھر فساد، پھر فنا ہوتا ہے، کھیر رکھی شروع میں گرم، پھر ٹھنڈی، پھر باسی، پھر بدمزہ، کیڑے، پھر فنا ہوگئی یہ تغیر ہوگا اس میں سے کچھ نہ رہا یہ دنیا گھٹیا ہے چیزیں بھی گھٹیا ہیں، جو لوگ اس پر جان دیں گے فساد لازمی مالیات کھانا طاقت میں تغیر ہوگا آنکھ گئی تو اس آنکھ کے پیچھے ہے جس میں تغیر وفنا ہے رات ودن گرد وغبار نہ لگے فاقہ نہ پہنچے اللہ بھی آنت آنکھ ناک ریزے ریزے میں کیڑے ڈالیں گے پیٹ پھاڑیں گے سب کیڑے ہوں گے ختم کریں گے دوسرا جسم دوسرے خزانے سے ہوگا جس میں تغیر نہیں ہے تغیر فساد فنا یہ دنیا کی بناء ہے۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو اور بزرگو! اللہ نے اپنے لطف وکرم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام دنیا کے انسانوں کے دنیا وآخرت میں زندگی گزارنے کے طریقے دے کر بھیجا ہے دنیا میں سکھ چین ملنے کے نقشے ہیں اور بلندی ہے اور جب مریں تو ہمیشہ جنت میں رہیں اس کے لئے اللہ نے ساری دنیا کی رحمت کا جذبہ دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور زندگی گزارنے کے طریقے بتلائے جتنے دنیا میں شعبے ہیں حکومت لین دین جرائم کی سزائیں وغیرہ شعبوں میں اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اصول اور طریقے بتلائے تاکہ اللہ کی ذات سے استفادہ ہو فائدہ حاصل کرنے کا ایک رخ یہ ہے کہ اللہ سے فائدہ لیں دوسرا رخ کائنات سے فائدہ لینے کا ہے دو چیزیں الگ الگ ہیں کائنات میں خدا کی ذات کے سارے خزانے نہیں ہیں اور کائنات

مع خزائن کے خدا کے خزانوں میں ہے لیکن خدا کے ذاتی خزانے سارے کائنات میں نہیں ہیں ایک مچھر کے پر کی بھی حیثیت نہیں ہے جنت کے مقابلے میں دنیا مچھر کے پر کا درجہ نہیں رکھتی ہے، جنگل میں پیاز کے چھلکے کی طرح ہے اور ذات کے خزانوں کے مقابلے میں جنت کی حیثیت کیا ہے؟ حدیث میں ہے کہ سارے دنیا والے ایک جگہ کھڑے ہو کر خدا سے مانگیں، آدم علیہ السلام سے قیامت تک سب لوگ ہوں انبیاء کرام سب ہوں ہر ایک اپنے طور پر مبلغ علم پر مانگے، انبیاء اکرم علیہم السلام اور اولیاءؒ جو الدنیا جیفة و طالبها کلاب (دنیا مردار ہے اور اس کے پیچھے بھاگنے والے کتے ہیں) کہتے ہیں وہ تو لامحالہ جنت مانگیں گے دنیا نہ مانگیں گے دنیا تو کتوں والی باتیں ہیں وزارت مانگنا کتوں والی بات ہے پھل زمین سب کتوں والی بات ہے عارفین کی بات نہیں ہے کتے بھی مانگیں اور عارفین باللہ صدیقین مانگیں تو اللہ فرماتے ہیں کہ سب کی بات کو بیک وقت سنوں گا پھر قدرت ہے کہ سب کو ایک دم دیدوں گا بعض کو دینا بعض کے دینے سے حجاب نہ ہو انسان کے دو ہاتھ ہیں دیتے دیتے رک جائے گا وہ تو عطائی کلام عذابی کلام وجود امر ہے ایک وقت میں لامحدود اوامر صادر ہو سکتے ہیں انسان تو ایک وقت میں کئی بات نہیں کر سکتا ہے اللہ سب کی بات ایک دم کہیں گے اللہ کی ہر بات نرالی ہے بالاتر ہے ان کی سب کی بیک وقت سنوں گا اور ایک وقت دے سکتا ہوں تو بھی سوئی کا پانی سمندر کے پانی کو کم نہ کرے گا، اسی طرح میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہ ہوگی۔

اتنے بڑے خزانے خدا کے ہیں زمین کی کیا حیثیت ہے؟ ساری دنیا جنت کے مقابلے میں ہیچ ہے ساری حیثیتیں خدا کے خزانوں میں ہیچ ہے (۱) خدائی ذات اور خزانے (۲) کائنات جو فنا کرنے کے لئے ہے، حوادثات کے لئے خزانہ ہے وہ دنیا ہے رات دن اس میں بغیر فساد فنا ہوگا ایک تغیر ہوا بننے کی طرف آیا منی کا قطرہ، خون، لوتھڑا، شکل انسانی، روح والا ہو کر باہر آیا اوپر آیا ہے اب اوپر سے نیچے کو آرہا ہے روح نکل گئی فساد آیا کیڑے پڑے کھوپڑی کہیں ختم کیا پھر زندہ کریں گے ایسے ہی کھیتیاں چل رہی ہیں رات دن وجود، پھر فساد، پھر فنا ہوتا ہے، کھیر رکھی شروع میں گرم، پھر ٹھنڈی، پھر باسی، پھر بدمزہ، کیڑے، پھر فنا ہوگئی یہ تغیر ہوگا اس میں سے کچھ نہ رہا یہ دنیا گھٹیا ہے چیزیں بھی گھٹیا ہیں، جو لوگ اس پر جان دیں گے فساد لازمی مالیات کھانا طاقت میں تغیر ہوگا آنکھ گئی تو اس آنکھ کے پیچھے ہے جس میں تغیر و فنا ہے رات و دن گرد و غبار نہ لگے فاقہ نہ پہنچے اللہ بھی آنت آنکھ ناک ریزے ریزے میں کیڑے ڈالیں گے پیٹ پھاڑیں گے سب کیڑے ہوں گے ختم کریں گے دوسرا جسم دوسرے خزانے سے ہوگا جس میں تغیر نہیں ہے تغیر فساد فنا یہ دنیا کی بناء ہے۔

اگلے عالم میں تغیر فساد فنا سے پاک ہے اللہ کے خزانے جنتوں سے بھی بڑے ہیں خدا کی ذات میں نرالے نرالے خزانے ہیں دو نوعتیں بن گئیں (۱) خدا کی ذات کے خزانے جس میں جنت اور دنیا سب آگیا (۲) کائنات کے خزانے یہ اللہ کے سارے خزانے نہیں ہیں، دنیا کی روشنی ساری روشنی نہیں ہے حوروں میں سورج سے بھی زیادہ روشنی ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک حور کی انگلی کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب ہوگی (۱) پورے بدن کی ستر حوروں کی روشنی کتنی ہوگی جنت میں اس کے علاوہ بھی روشنی ہوگی، سارے درخت قلم ہوں سارے سمندر روشنائی ہوں سب ختم ہوں تو بھی خدا

کے خزانے کا حساب نہ ہوگا(۲) روشنی لامحدود بے حساب دنیا میں چلائیں گے دنیا کا بھی پورا حساب نہ لگائیں گے ذات کے خزانے لامحدود ہیں، دو قسمیں ہیں (۱) خدا کی ذات کے خزانے جنت، دوزخ، پیٹ، رحم مادر، انڈے سب آ گئے، ہوا تارہ سب خزانے میں آ گئے (۲) خدا کا خزانہ ان سب میں نہیں آیا توڑنے کے لئے بنایا ہے، اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ (۳)، اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ (۴)، آسمان کے پھٹنے کی خبر دے رہے ہیں، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے اس دنیا کی حیثیت نہیں ہے زندہ مرتی ہے پھٹی ہے مردار کتے کی طرح ہے روح نکلی تو مردار ہے اس کے طالبین کو کتے کہا، زمیندار دوکاندار حکومت والے کتے ہیں جو عالم کے جوڑ بٹھاتے ہیں، عالم بنانے والے سے جوڑ نہیں بٹھاتے ہیں یہ خدا کی نگاہ میں کتے ہیں پاخانہ کی حیثیت نہیں بھنگی کی بھی حیثیت نہیں ہے وہ تو پاخانہ کو گندہ قرار دے کر صاف کرتا ہے تو بھی نفرت کرتے ہیں اگر بھنگی سے بھی آگے ہو کہ پاخانہ جمع کر کے چڑیا کتے آدمی کا پاخانہ جمع کر کے دکھائے کہ اچھی چیز ہے منہ پر ملے تو یہ سب کتے ہیں، ساری دنیا بھی پاخانہ کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو بھی پاخانہ خراب ہے سب کے دماغ خراب ہیں اگر دنیا کا ڈیڑھ ارب انسان دنیا کو قیمتی کہے تو دماغ خراب ہے دوسری لائن سامنے نہیں ہے اس بے قیمت کو قیمتی جانتا ہے پاخانہ کا کپڑا پاخانہ سے الگ کرو تو بھی دھبہ آئے گا اور نعمتیں اس کے سامنے نہیں ہے، عالم خدا کے ہاں قیمتی نہیں ہے خدا کے خزانے بڑے ہیں، دنیا بھی اللہ کے خزانوں سے چل رہی ہے دنیا میں کچھ نہیں رکھا ہے، وجود ہے لیکن فانی ہے۔

صوفیاء نے کہا کہ دنیا عالم امثال ہے جو اصل آئے گا اس کو مٹی والا بنا کر دیا ہے مٹی کا انار، انگور، پھول سب مٹی کے کھلونے ہیں اس سے پیٹ نہ بھرے گا بلکہ کھلونا ہوگا کیوں کہ سب مٹی کا ہے روٹی پانی دودھ لڈو میوے جلیبی سب مٹی کا ہے اللہ نے دنیا کو کھلونا کہا اصل آگے آئے گا مٹی کا نمونہ دیکھو آگے نور کا آئے گا مٹی جو ہے اصل کو ذہن میں لانے کے لئے ہے اللہ نے مٹی کا خاکہ بنایا ہے تاکہ اصل سمجھ میں آوے آ تو رہا ہے اللہ کے خزانے سے انسان چیکنے مٹی کے کارخانے سے اور مٹی چپکی اللہ سے اب تو اور زمین دونوں قسم ہیں خدا سے لینے والی زمین اور زمین سے لینے والا انسان ہے خدا سے تولے گا یا بھینس لے تو لے گا تو باقی لے گا اور بھینس لے گی تو فانی لے گی، بیچ میں سونے اور زمین کا واسطہ آیا سونا زمین تو خدا کی ذات سے زمین کی حیثیت پر آئے گا انسان کی حیثیت پر نہ آئے گا تھوڑا تھوڑے دن کے لئے آئے گا، جب موت آئی آگے خالی ہاتھ ہے۔

سارے انبیاء تشریف لائے، خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تاکہ اس دنیا میں بھی لینے کی صورت یہ ہے کہ خالق کائنات سے لو حجاب ہٹاؤ، زمین کا حجاب ہٹے خدا سے لینے والے بنو گے تو عالم میں خدا کے حساب سے ملے گا اپنے حساب پر ملے گا دعا پر ناممکن ممکن ہوگا محدود نہ ہوگا مکان کشتی پر معاملہ نہ ہوگا صرف دعا ہوگی بغیر روپیوں سے کام چلے گا بیماریاں دعا سے جائیں گی بہت سی اولادیں دعا سے ملیں گی اب اولاد نہ ہو تو دوا اس کے لئے روپئے ہیں روپئے نہ ہوں تو گاڑی ان کی ہے اولاد نہ ملی روپئے اکٹھے کئے دوا کی اللہ نے نہ دیا قصہ ختم، اور اللہ سے دعا کرو زکریا علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام مانگ لئے (۵) بلا روپئے کے اولاد ملی، جب انسان اللہ سے لینے والا ہو تو دعا سے ملے گا، سلیمان علیہ السلام کو حکومت دنیا دعا سے دی (۶)، عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے کھانا اتارا (۷) راخدا کی ذات سے لو گے تو ملے گا وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ (۸)،

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ (۹)، تقویٰ پر پانچ چیزیں جمع کر دیں (۱۰)، آخرت و دنیا کے سارے دروازے کھلیں گے بلا وہم وگمان ہو جائے گا مسئلہ پر ہے کہ ہم دنیا سے چپکے اور دنیا خدا سے چپکے، خدا سے چپکے بغیر کام نہ چلے گا یا دنیا خدا سے لے کر دے یا ہم خود خدا سے لیں، دنیا فانی تو اس کے راستے سے آنے والی چیزیں بھی فانی ہیں، لوہے پر لوہار نے محنت کی لوہا خدا سے وابستہ ہے لوہا ختم تو خالی ہاتھ کھڑے رہے، درمیان میں سارے وسائل ختم ہوں گے خدا کے سامنے ہو گا لیتا تو خدا سے ہے خواہ ہم لیں یا زمین یا دنیا وغیرہ لے کر دے، آپ کی تو کوئی حیثیت نہ رہی ان سب سے آپ کا گلہ کٹے، چند بالشت زمین میں آپ کا خون ہو تھوڑی بات پر تیرا خون ہو گا اب حیثیت ان کی ہے جن پر مارا جا رہا ہے، زمین خدا سے لے گی اب زمین کی وجہ سے تیرا سر پھوٹے گا تو بے حیثیت ہے خدا سے کیوں نہ لیا، زمین اسی طرح رہی آدمی مرا کیوں کہ زمین خدا سے لیتی تھی، زمین والا مر گیا زمین والا تو اور آئے گا آج کل تو مال کی وجہ سے ہوا ہے، ۵۰۰ مریں تو ۵۰ تیار ہیں، ۵۰۰ کی حیثیت ۵۰ کے برابر ہوئی خاص قسم کے آدمی گنتی کو بتاتے ہیں گاڑی الٹی تو ۵۰ مر گئے حالانکہ ۵۰۰ مر گئے ہوں گے مال وغیرہ پورا ابتلایا کہ اتنا نقصان ہوا ۲۵ ہزار روپیہ لگا روپے کا حساب لگا، انسان کی حیثیت ہی نہیں ہے لوہے کی حیثیت ہے انسان پھٹا مرا ہوا کوڑے کباڑ کی طرح ہے دوسرا راستہ انسان کا اپنا ہے کہ خدا سے ملے، زمینوں پر خدا کی ذات سے لینا، اب اصول خداوندی تجویز ہوئے تا کہ وہ چیز تقریب ہو اصل تو اصول خداوندی ہوں تمام شعبہ رکھو۔

زمین میں دو راستے ہیں (۱) زمین سے تم لو زمین خدا سے لے (۲) خدا کے اصل سے لو جب اللہ کہیں تو لو ورنہ چھوڑ دو، اصول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوں تو خدا کے خزانوں سے غیب سے ملے گا، زمیندارہ اس واسطے نہ کرے کہ زمین سے چیز ملے بلکہ اللہ واسطے کرے کہ اللہ کے اصول سے اللہ سے ملے زمین کے اندر کی محنت کرو گے تو حلال حرام کی بحث ہی نہ رہی صرف معمولی قیدیں رہیں کہ بیل لاؤ وغیرہ یہ سب بے قیمت قیدیں لگیں، دوکان کپڑے سے لینا چاہو تو قیودات ہے (۱) اللہ سے لینا ہے تو قیمتی قیودات ہیں، ایمان خدا پر ہو چیز پر یقین نہ ہو اللہ سے ملے گا کپڑے سے نہ ملے گا، زمین کی بیڑی سے آزاد ہو کر لینا ہے، اللہ کے نظام کا یقین کر کے زمین کی بیڑی سے آزاد ہو کر لو، سارا یقین خدا پر ہو اب زمیندارہ سے خدا کی ذات سے ملے گا، جھوٹ، رشوت وغیرہ نہ ہوں یہ بڑھیا اصول ہیں جو زمین سے لینے کے لئے نہیں ہے بلکہ خدا کی ذات سے لینے کے لئے ہے جب ایمان پر زمیندارہ پورا اترے گا تو جتنے دانے نکلے جانور کھا گئے چرائے گئے صدقہ ہوا، بیچا، کھایا، پیا، یا ضائع ہوئے تو بھی فی دانہ ایک صدقہ لکھا جائے گا اس کے واسطے قیمتی قیدیں لگیں، جھوٹ نہ یقین ہو عبادات علم وغیرہ سب ہو یہ جو لینے کے لئے شرطیں نہیں ہیں، مثلاً چوری کر کے زنا کر کے جائے تو بھی جو ملے گا زمیندارہ کا دین جو کے لئے نہیں ہے زمین دبانے سے تھوڑے دنوں کے لئے ملا ہے یا تو دنیا میں کنگال ہو گا موت کے وقت چھینا جائے گا دوکانداری پر آؤ دوکان سے ملے گا یہ غلط ہے، اگر زمین پر محنت زمین پر یقین کر کے ہو تو اب مرضی سے کرو اب نماز نیت علم وغیرہ سب سے بے بہرہ ہو گیا زنا، رشوت، سود، غصب سب کرو گے گیہوں ملے گا لیکن اور کچھ نہ ملے گا یہی گیہوں ہے چاہے ایسے لو اور لو باقی ثواب نہ ملے گا اور وہاں پر ایک دانے پر جنت ملتی تھی یہاں تو صرف دانے ملے باندھ کر رکھے گا تو خراب ہو گا، الغرض فانی ملا اور کچھ نہ

ملا جہاں تک دانوں کا تعلق ہے مشرک کو بھی دیں گے جنھوں نے کہا کہ خدا کو نکال دیا ایسے ہی دوکاندار کا یقین دوکان پر ہو کہ روپئے دوکان سے ملیں گے وزیر کو دیں گے دوکان دیں گے چار پیسے ہاتھ میں ہوں پھر جو چاہے کرالو، اب حرام، سود، رشوت، ہارمونیم کی قید نہ رہی، اگر خدا کی ذات سے لینا ہے تو یقین دوکان سے ہٹا کر خدا پر لاؤ خدا سے فائدہ لینے کی نیت کرو، حلال حرام دیکھو، جھوٹ دھوکے سے بچے رہو دودھ میں پانی نہ ملاؤ جیسا چاہے ویسا نہ کرسکو گے ہر طرح کا آٹا الگ الگ ہوگا اگر ملا ہوا ہو تو سچ بتا دو چاہے ماہانہ لے، سود، جھوٹ، دھوکہ، حرام، جھوٹی قسمیں سے محفوظ رہو گے۔

اب چاہے کتنا ہی مال آیا تو اللہ کی ذات سے ملے گا خدا راضی ہوگا اب قیامت میں انبیاء علیہم السلام شہداء صدیقین کے ساتھ حشر ہوگا روپئے کے اصول سے نہ ملا بلکہ اللہ کے اصول پر ملے گا مقصد خدا کا یقین ہو جنت کے لئے ہو ساری چیزوں میں اصول آئیں گے (۱) مخلوق سے لینے کا ارادہ ہو تو بھی اصول ہیں (۲) خدا سے لینے کے بھی اصول ہیں دوشاخی مسئلہ ہے دو شکلیں ہیں (۱) اللہ کی ذات سے لینے کی شکل کا نام اسلام، دین اعمال صالحہ ہے دین میں عالی حوصلگی ہے (۲) بے دینی میں تنگ ظرفی ہے دین وہ اصول ہیں جو اللہ نے اپنی ذات سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے بتائے، اجتماعی مفاد کا لحاظ رکھ کر کرے گا زمین پر محنت ہے لیکن خدا کا خلیفہ ہے تا کہ لوگوں کو دے اللہ جیسے سب کے ہیں یہ کھیت والا بھی سب کا ہے پہلے تو وہ اصول اختیار کرے گا لینے میں اللہ کے اصول اور دینے میں اللہ کے اصول دولائن سے جنت ملے گی پہلے وہ اصول اختیار کرے گا کہ زیادہ ملے جب ملے تو مخلوق پر لگائے گا برأت شادی پر روپیہ نہ لگائے مگر وہ طالب علم بھوکے مظلوم کے لئے غلہ خرچ کرے گا اپنا غلہ بڑھانے کے لئے محنت کر کے لے گا لینے میں اللہ کے اصول اور دینے پر اللہ کے اصول، دولائن سے جنت ملے ایمان والا کھیتی کرے گا تا کہ غلہ لے خدا سے پھر غلہ خرچ کرنا بھی رحمت عالم ہے تجارت کرنے سے رحمت نازل ہوگی مال آئے تو خدائی اصول پر لگائے تو رحمت نازل ہوگی، حکومت، تجارت، فقر، سرمایہ داری ہر جگہ اصول ہیں کہ اللہ سے لینے کے لئے کیا تو اللہ کی مددیں آئیں گی پھر خرچ اللہ کے لئے کیا دینے میں لینے میں مخلوق پر رحم کیا تو خدا کے خزانے سے ملیں گے جیسے نماز سے دعا میں جان پڑتی ہے ایسے ہی صحیح تجارت سے بھی دعا میں اثرات ہوں گے، حرام کی کھا کر دعا مردود ہے، نماز اور دعا صورت کی ہے منہ پر پھینک کر ماری جائے گی (۱۱) اگر اصول خدا کے ہوں تو صرف اللہ دیتا ہے یقین خدا پر ہو تو مقدر میں جتنا ہوگا تو اتنا ملے گا ایماندار کی کمائی کھانے کے لئے نہیں ہے کہ کماؤں گا نہیں تو کھاؤں گا کہاں سے، خدا نے غذا سے منی بنائی، منی کو خون بنایا، لوتھڑا انسان بنایا، روح ڈالی اب دنیا میں آیا تو تیرے باپ پر مسئلہ سمجھنے لگا حالانکہ ساری دنیا کی مشین اللہ نے چلائی جب بچہ اٹک گیا دایہ نے خطرہ بتلایا تو کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ میں ہے جب باہر نکلا تو ماں باپ کے ہاتھ میں سمجھنے لگے چار انگل اندر خدا کی حد اور باہر ماں کی حد ہے جس خدا نے ماں کے پیٹ میں پالا اگر خدا حیض ہی نہ بنائے تو کیا ہوتا؟ پیٹ میں خدا نے پالا دنیا میں آئے تو اماں ابا پالے، پھر بڑے ہو کر خود پلنے لگے یہ بے ایمانی کی بات ہے خدا نے اپنے بل بوتے پر بنایا ہے ہماری کمائیوں پر نہیں بنایا ہے، کعب احبارؓ نے کہا کہ زمین کے ہر بالشت پر قیامت تک کیا ہوگا یہ لکھا ہوا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ہر دانہ پر نام لکھا ہوا ہے (۱۲) کمانا کیوں ہے دانے ۲۵ دن میں آویں گے ۲۵ دن تک اگر نہ کماویں گے تو مانگتے پھریں گے چوری کریں گے تو اللہ نے اٹکایا اب اسی دن ملا ترکیب سے ملا یہ جاننا یہ غلط ہے اللہ نے ترکیب کی چوری بچانے کے لئے کمائی میں لگایا ہے، کمائی سے ملتا نہیں ہے اللہ سے بلا کمائی کے بھی ملتا ہے، کمائی سے بھی اتنا ہی ملتا ہے جتنا بلا کمائی سے ملتا ہے شروع میں کھیتی کی اہمیت نہیں ہے نماز کا وقت آیا اللہ سے نظام کے مطابق ملے گا جتنا طے شدہ ہے ملے گا مومن کمائی میں زیادہ نہ الجھے گا جتنا شرک ہوگا اتنا ہی الجھے گا جتنا ہی ایمان ہوگا یہ نہ الجھے گا نماز سے اللہ زیادہ راضی ہوتا ہے اب مسجد میں آ گیا اللہ میں مشغولی تبلیغ کی آواز لگی تو تین چلے نکل گیا اس طرح اللہ نے ایک نقشہ ان ہی کمائیوں میں ایک اصول رکھا تا کہ اللہ کی ذات سے فائدہ حاصل ہو۔

لوگوں نے دین کو کیوں مشکل کیا دنیا سے جوڑ بٹھایا کہ سود سے اتنے پیسے کم ہوئے اب مشکل نظر آئی اب یہ بتاؤ کہ اللہ سے راضی کرنے میں سود ہوگا یا نہیں دین تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہے اب دین آسان ہے جب اللہ خوش ہوں گے کام چلائیں گے جب مومن کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ پیسے سے ہوگا تو اللہ روپئے کہاں سے دیں گے بلکہ خود جو چاہیں گے کریں گے، اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ، (۱۳) سب اللہ کی قدرت میں ہے کھیتی چھوڑی تو کچھ نہ ہوگا کھیتی والا تو اللہ ہے ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (۱۴) کھیتی والے تم ہو یا ہم ہیں کھیتی والا تو اللہ ہے، تُو تو بیج مٹی میں ملاتا ہے کھیتی تو بالیں بیج سے خدا نے پیدا کیا، کریں تو اللہ اور کھیتی والا انسان بنا، انسان نے تو دانا کھویا ہے دانے کو نرم کس نے کیا کونپل کو باہر زمین سے کس نے کیا اگر جانور بھیج دیتے تو کھیتی نہ ہوتی، اصل کرنے والے اللہ ہیں اب ہم کھیتی دوکان سے اللہ کو راضی کریں گے جب خدا کے یقین پر لگو گے تو راضی کرنے کے لئے کرو گے اللہ کو راضی کرو، اب یہ انسان اس طرح محنت کرنے پر آئے کہ اللہ کا کہا مانے اور دعا مانگے، آگے سب کام خدا اپنی قدرت سے کرتے ہیں مال حکومت عہدے سب خدا کریں گے انسان دو باتوں میں پورا اترے جونسے شعبہ میں چلے خدا کے اصول تو سارے شعبے دو طریقے سے چلتے ہیں (۱) خالق کو سامنے رکھ کر محنت کرے (۲) مخلوق پر محنت کر کے نہ لے، اب کمائی کے صحیح اصولوں پر محنت کرو کمائی میں خدائی اصول چلیں یہ بات قوت ایمانی سے ہوگی، عبادات، علم الٰہی، نمازیں، روزے، زکوٰۃ سب اچھا ہو، خدا کا یقین اچھا، آپ ﷺ کے اتباع کا زندہ ہونا، تب زندگی کا نقشہ ٹھیک ہوگا کمائی کو چھوڑنا نہیں ہے صرف قسم بنا ہے کمائی کے ذریعہ خدا سے ملتا ہے، لہٰذا اپنی تربیت کے لئے نکلو، نماز، عبادت، روزہ، حج، زکوٰۃ، اخلاق، توکل، ذکر الٰہی، خدمت خلق کی مشق کرو پھر تجارت بھی اس نقشہ پر چلائیں گے تو خدا کی ذات سے ملے گا بعد الموت بھی ملے گا دنیا کی ہر منزل آسان ہوگی اب کمائی میں سے وقت نکالو تا کہ ایمان آئے علم آئے اتنا جذبہ ہر شخص پر فرض ہے کہ آپ ﷺ کے اصولوں پر رہو اب جذبہ ہے تو علماء سے پوچھ کر چلو آج تو کہتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ حکم میں کیوں کو چھوڑ، اگر کیوں چاہتا ہے تو پڑھ دس سال لگا، کماتا کیوں ہے؟ دس بارہ سال نہ لگائے تو کیوں نہ کہہ ہم کیوں کیوں کہتے ہیں کہ مدرسہ میں ہمارا غلہ جاتا ہے، لہٰذا مدرسہ ہم سے چل رہا ہے تب کیوں کہا حالانکہ علم سے تم چل رہے ہو تم جانتے ہو کہ ہم سے مدرسے چل رہے ہیں، اب ادنیٰ اعلیٰ کے پاس آئے گا اب

مولوی صاحب غلہ لینے کے لئے گئے تو دماغ خراب ہوا کہ مولوی صاحب غلہ لینے کے لئے آتے ہیں تو اب میں اونچا اب دینے میں علماء کی توہین کرتے ہیں پہلے تو اللہ کی رضا کے لئے تھے حلال وحرام پوچھتے تھے، زکوۃ وغیرہ کا طریقہ بتاتے تھے تو جانتے تھے کہ علم کی مایہ سے ہم چل رہے ہیں آج تو حرام کمائی ہے تو جانا کہ ہماری کمائیوں سے مدرسے چل رہے ہیں اب سینما ہٹا کر اور مسجد بنا کر مغفرت سمجھ بیٹھے، مسئلہ بگڑا تبلیغ میں تین چلے صرف علم کا جذبہ ہوگا۔

---

(۱) مجمع الزوائد صفحہ ۴۱۸ جلد ۱۰

(۲) سورۃ لقمان: ۲۷

(۳) سورۃ التکویر: ۱

(۴) سورۃ الانفطار: ۱

(۵) سورۃ آل عمران: ۳۸

(۶) سورۃ ص: ۳۵

(۷) سورۃ المائدہ: ۱۱۴

(۸) سورۃ الطلاق: ۲

(۹) سورۃ الطلاق: ۳

(۱۰) معارف القرآن صفحہ ۴۸۹ جلد ۸

(۱۱) المعجم الاوسط للطبرانی حدیث: ۳۲۱۳

(۱۲) تفسیر درمنثور تحت قولہ تعالیٰ: وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا (الانعام: ۵۹)

(۱۳) سورۃ البقرہ: ۱۴۸

(۱۴) الواقعہ: ۶۴

دین سیکھنے سے زندگی میں آئے گا

{۲۸ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء، شب جمعہ}

بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

ہمارے ذمہ باعتبار مسلمان ہونے کے صرف رمضان کا آخری جمعہ ناکافی ہے جاہلوں کا عقیدہ ہے کہ اگر دہلی کی جامع مسجد میں ۷ جمعہ پڑھے گا تو حج کا ثواب ملے گا یہ جہالت ہے ایسے ہی اجمیر کی بات پھیلائی یا تو جاہلوں نے پھیلائی یا مصلحت والوں نے پھیلائی کہ دیہات میں لوگ مرتد ہوں گے، لہٰذا جمعہ کی نماز پڑھا کر اسلام پر قائم رکھا لیکن غلط ذہن ہو گیا ہے کہ سود رشوت وغیرہ لیتے ہیں اور جنت کی ہوس کرتے ہیں مسلمان کے ذمہ میں پانچ نمازیں فرض ہیں اگر پڑھے گا جنت میں جائے گا ورنہ دوزخ میں ڈالا جائے گا روزہ رکھنے والا جنت میں ورنہ دوزخ میں ایسے ہی زکوٰۃ اور حج ہے حرام کمائی سے جہنم میں جائے گا مسلم کے ذمہ لمبا چوڑا مسئلہ ہے، یہ سب سیکھنے سے آئے گا ورنہ غلط طریقہ ہو گا سب کچھ سیکھنے سے صحیح طریقہ سے آئے گا نماز غلط پڑھی یا روزہ غلط ہوا صبح صادق پر پانی پیا تو روزہ نہ ہوا، غیبت کی تو کمال جاتا رہا سیکھے بغیر کوئی چیز ٹھیک نہ ہوگی۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائیو دوستو بزرگو! ہمارے ذمہ باعتبار مسلمان ہونے کے صرف رمضان کا آخری جمعہ ناکافی ہے جاہلوں کا عقیدہ ہے کہ اگر دہلی کی جامع مسجد میں ۷ جمعہ پڑھے گا تو حج کا ثواب ملے گا یہ جہالت ہے ایسے ہی اجمیر کی بات پھیلائی یا تو جاہلوں نے پھیلائی یا مصلحت والوں نے پھیلائی کہ دیہات میں لوگ مرتد ہوں گے، لہٰذا جمعہ کی نماز پڑھا کر اسلام پر قائم رکھا لیکن غلط ذہن ہو گیا ہے کہ سود رشوت وغیرہ لیتے ہیں اور جنت کی ہوس کرتے ہیں مسلمان کے ذمہ میں پانچ نمازیں فرض ہیں اگر پڑھے گا جنت میں جائے گا ورنہ دوزخ میں ڈالا جائے گا روزہ رکھنے والا جنت میں ورنہ دوزخ میں ایسے ہی زکوٰۃ اور حج ہے حرام کمائی سے جہنم میں جائے گا مسلم کے ذمہ لمبا چوڑا مسئلہ ہے، یہ سب سیکھنے سے آئے گا ورنہ غلط طریقہ ہو گا سب کچھ سیکھنے سے صحیح طریقہ سے آئے گا نماز غلط پڑھی یا روزہ غلط ہوا صبح صادق پر پانی پیا تو روزہ نہ ہوا(۱) غیبت کی تو کمال جاتا رہا(۲)

سیکھے بغیر کوئی چیز ٹھیک نہ ہوگی بغیر سیکھے کنواں نہیں چلتا کوئی کام بغیر سیکھے نہ ہوگا جب بے سیکھے کوئی کام بھی نہ ہوگا پتھر بھی بے سیکھے نہ ہوگا تو نماز روزہ حج وغیرہ بغیر سیکھے نہ ہوں گے یہ بات سمجھ لو یہ بات کہنی ہے جب قرآن وغیرہ ماننا ہے تو سیکھنا فرض ہے، زمیندارہ نہ کرنے سے دوزخ میں نہ جائے گا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کے خلاف کرے گا تو جائے گا کمائی سے زیادہ اہم یہ ہے کہ وقت دیں تا کہ دین سیکھیں تبلیغ میں یہی کہتے ہیں کہ جتنے بھی کمانے والے ہیں وہ سیکھ کر فرض ادا کریں۔

ایک آدمی کو مسائل یاد نہیں ہے لوٹا پاخانہ میں رکھا تلوا ناپاک ہوگیا مٹکے کے اوپر رکھ کر بھرتا ہے نماز نہ ہوگی چادر ناپاک ہے نماز بالکل نہ ہوگی، دعائیں، التحیات سیکھنے سے آئیں گے، قیامت میں یہ نہ چلے گی کہ اے اللہ مجھے پتہ نہ تھا، حرام کی کمائی ہو سود ہو تو اللہ معاف نہ کریں گے جیسے کہ اللہ نے زندگی کا طریقہ فرض کیا ہے سیکھنا بھی فرض کیا ہے مرنے پر آدمی آخرت میں ایک کوڑی بھی لے کر نہ جائے گا سارے اعمال لے کر جائے گا اچھے برے عمل لے کر جائے گا اچھے عملوں سے جنت ملے گی، زمیندارہ پر جنت نہیں ہے اعمال پر معاملہ ہے ہندو پاک کی تقسیم نہیں ہے اگر ہند میں زمین تھی تو پاک میں ملی، ۵۰ ہزار میں ۱۰ ہزار ملے، آخرت میں یوں نہیں ہے وہاں تو اعمال کے گٹھر ساتھ میں ہوں گے جہاں تک نظر جائے گی دفتر اعمال کے وہاں تک پھیلے ہوں گے۔ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً (۳) وہاں گیہوں نہ ہوگا گیہوں کمانے کے اعمال ہوں گے اچھے برے عمل ساتھ ہوں گے ساری دنیا سے بڑی جنت ملے گی (۴)، اگر عمل خراب ہوں گے اس لئے دوزخ میں جائیں گے بہت سے ایسے کہ کچھ نہ ہوگا اعمال پر ہے آخرت کا معاملہ چیز پر نہیں ہے عمل پر ہے اچھا عمل بلا سیکھے نہ ہوگا برا عمل بلا سیکھے بھی ہوگا جھوٹ، زنا، چوری میں سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے بغیر سیکھے کی زندگی خراب ہے سیکھنا ضروری ہے۔

---

(۱) شامی صفحہ ۸۸ جلد ۲

(۲) شرح البخاری لابن بطال صفحہ ۲۶ جلد ۷

(۳) سورۃ الکہف:۴۹

(۴) کنز العمال صفحہ ۵۰۴ جلد ۱۴

مالیات کے نقشوں کی قربانی سے دین چلے گا

{۲۸ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۵۸ء}

شب جمعہ، بعد تراویح، بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کا زمانہ یاد کرو زمین کھود کر پودا لگا پانی دے بعد میں پھل آئے گا اگر کہا کہ پھل دو تو کہاں سے پھل ملے گا، عمرؓ والا نقشہ بنیادی طور پر نہیں ہے نتیجہ کا دور ہے، پھل آیا ہے ۲۵ سال اصل دور ہے بعض درخت دادا بوئے گا پوتا کھائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخت لگایا ابوبکرؓ نے تکمیل کی عمرص کے زمانہ میں پھل کھائے محنت تو جاتی رہی عمرؓ والا عمل کیا، اب مال تو نہیں ہے تو بھیک مانگتے ہیں اس وقت تو سب کنگال ہیں روپیہ پہلے ہرقل وکسریٰ کے پاس تھا اور آج امریکہ وروس کے پاس مال ہے باقی سب کنگال ہیں تاجر زمیندار سب کنگال ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشے پر محنت کرنا سیکھو تو غریبوں کو دینا آئے گا پھر خدا دیں گے زیادہ اچھی صورت یہ ہے کہ اللہ ان کو اسلام دیں وہ ہمارے مشورے پر مال خرچ ہو اگر وہ مال ہمارے پاس آئے تو دین اتنا پکا نہیں ہے ہماری سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ قومیں اور ملک ہدایت پر آئیں۔

بعد خطبہ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو! مسلمانوں کو جو مالیات دینے کا نسخہ اللہ نے دیا ہے وہ ہم نے چھوڑ دیا جو نہ دیا تھا وہ اختیار کر لیا تو ہم کنگال ہوئے کھیتی دوکان کر کے روپے جمع کرنا یہ اللہ نے ہمیں نہ دیا تھا بلکہ اللہ نے ہمیں دین کی محنت دی تھی اتنی محنت کرو کہ دین آئے تو مال ملے گا پھر صحیح خرچ کرو پہلے مال دے کر دین نہیں دیا بلکہ دین پر چلا کر مال دیا، بہت غریب مسلمان تھے دین پر چل کر مال لیا، آج کل سب کنگال ہیں، عمرؓ کے زمانے کے وظیفے ذہن میں ہیں حالانکہ ۲۵ سال، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۲۳ سال اور ابوبکرؓ کے ۲ سال، صرف اپنی جان ومال لگانے کے ہیں مغازی میں مال غنیمت تقسیم ہوا وہ بالکل ناکافی تھا، ابوبکرؓ کے زمانہ میں ۵۰ ہزار آیا، صرف یرموک میں ۳۶ ہزار آدمی تھے سب نے جنگ کی یہ خرچ ابوبکرؓ نے نہیں دیا لوگوں نے اپنی جان ومال دیا یہ شامی بلاک کی خالدؓ کی جنگ تھی، ایرانی بلاک فارس کی جنگ میں عمرو بن عاصؓ تھے بعد میں خالدؓ بھی آئے، ابوبکرؓ کے زمانے میں مال معمولی آیا صرف ۵۰ ہزار آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وعدے پورے کر کے ڈھائی روپے فی نفر، اگلے سال ۵ روپے فی آدمی ملے، اب جہاد میں جان ومال اپنا لے کر گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طبقہ ایسا

بنایا تھا تو پتہ چاپ کر، ٹڈیاں، چمڑے کی راکھ، پیدل، کھیت، دوکان چھوڑ نا یہ سب کر کے نقل وحرکت قائم کی دین پر محنت کرائی ایک طرف نقل وحرکت کے اخراجات اور دوسروں پر مال لگانا جب استعمال ہوا تو مدینے میں دین سیکھنے بلایا، یمن میں معاذؓ کو بھیجا (۱) یہ خال خال تھا ورنہ نومسلموں کو مدینہ بلا کر سکھاتے تھے، خالدؓ نے کہا کہ آپؐ کے کہنے سے یہاں آیا چاروں طرف اونٹ دوڑائے یا بنی حارث اَسۡلِمُوا تَسۡلَمُوا (اسلام لاؤ محفوظ رہو گے) میں ٹھہر کر اسلام سکھاتا ہوں، آپؐ نے خفا ہو کر فرمایا کہ بَشِّرۡهُمۡ وَاَنۡذِرۡهُمۡ وَاَقۡبِلۡ مَعَكَ وَفۡدَهُمۡ (انہیں خوشی وڈر کی بات سناؤ اور ان کی جماعت لے کر مدینہ آجاؤ) اور ان کی جماعت مدینہ میں بھیجو (۲) بھوکے عرب، تھے معمولی کھیت دوکان تھی وہاں کی، آج بھی کھیتی کم ہے آج تو پٹرول اور سونے کا نیا نقشہ بنا ہے، حج کو پیسے لینے کی چیز بنائی اس کے علاوہ عرب میں کوئی کمائی نہیں ہے حاجیوں کے ذیل میں کمائی ہے باقی عرب میں کچھ نہیں ہے۔

طائف بدر میں دیکھو اب بھی وہ کمائی کا علاقہ نہیں ہے تو عرب نے روپیوں سے کام نہ کیا تھا بھوکے پیاسے لوگوں نے پیٹ کاٹ کر خدا کی راہ کی نقل وحرکت کو چالو کیا اب حنین بدر میں مال غنیمت ملا تو بھوکوں کو جو مال غنیمت ملا تو دیکھو اخراجات کتنے زیادہ ہیں ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ اخراجات ہیں، مدینہ آنے والوں کو کھلانا بھی ان کے ذمہ تھا، قوت عاملہ سارا عرب نہ تھا صرف مدینہ تھا دوکان کھیت نہ تھے باہر کے آدمی کم تھے عام غزوات میں مدنی صحابہؓ تھے، بدر خیبر وغیرہ پر جنگ اہل مدینہ نے کی تھی اب ان کی کھیتیاں دوکانیں دیکھو اور مال غنیمت دیکھو اور خرچ دیکھو، تبوک میں ۳۰ ہزار میں سے ۱۰ ہزار کا خرچ، عثمانؓ نے کیا (۳)، روپئے سے کام نہ چلا تھا بلکہ روپئے نہ ہونے سے کام چلا تھا، دس نفر میں ایک اونٹ تھا دین کی نقل وحرکت کا کام چلایا، انصارؓ کی کھیتیاں اجڑیں تو چھ ماہ کی چھٹی بھی نہ ملی، اقتصادی حالت فیل ہو چکی تھی پھر بھی سب سے زیادہ مال اہل مدینہ نے خرچ کیا نقل وحرکت کا ضابطہ نہ تھا جب آواز لگی نکل کھڑے ہوئے کبھی جو تنے کے وقت مطالبہ ہوا دوکان کو تالا مارا اور چل دیئے کافی وقت کے لئے جاتے تھے کمائی پر زد پڑی، ابوبکرؓ ۸۰ ہزار لے کر اسلام میں داخل ہوئے خلافت کے پہلے دن چادر بیچتے ہیں تو عمرؓ نے وظیفہ کی کہی چھ ماہ میں ایک جوڑا اگلے چھ ماہ پر پرانا واپس کریں اور نیا لیں اور سالانہ تھوڑا وظیفہ ہے (۴)، انتقال کے وقت اپنی چیزیں بکوا کر بیت المال کا مال واپس کیا (۵) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کا زمانہ مالیت کے خرچ کا ہے، خیبر، بنوقریظہ، بنونضیر ملا لیکن اخراجات بڑھ رہے تھے تبوک کا سفر اس کے بعد ہوا ہے ان کو جتنا ملا ہے اس سے زیادہ خرچ کیا اسی کسمپرسی میں مسیلمہ کذاب کو مارا غرض کہ نقل وحرکت پہلے چلی۔

ابوبکرؓ نے شام کے بارے میں مشورہ چاہا تو عمرؓ نے کہا کہ اللہ سبقت کا ثواب جسے چاہیں دیں، میری رائے تھی لیکن کہہ نہ سکا ضرور جانا چاہئے (۶)، عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا حدحدید و رکن شدید (۷) کہ تا نتانہ باندھو عربوں کی فوج ٹریننگ شدہ نہ تھی قبائل نوعیت تھی شام میں فوجی نوعیت تھی اور سارے اسباب وسائل تھے اور صحابہؓ بے سامان والے تھے اب ہرقل کی مرتب فوجوں کے پاس جانا ہے اس لئے ابن عوفؓ نے انکار کیا کہ مال ہو اور کچھ سیکھیں للہذا روپیوں پر شب خون کریں تو مالیات ملے گی پھر عرب کو عجم سے جنت کا حوصلہ ہوگا معلوم ہوا کہ کارکنوں کے پاس مال بھی نہ تھا پھر رائے مانگی تو

عثمانؓ نے کہا کہ آپ ناصح و مشفق امیر خیر خواہ ہیں، آپ کی رائے ہماری رائے سارے باقی عشرہ مبشرہ نے عثمانؓ کی تائید کی (۸)، ابوبکرؓ والی رائے دوسری رائے ابن عوفؓ کی ہے کہ جنگ نہ کریں (۹) بعد میں ابوبکرؓ نے فیصلہ کیا کہ بھیجنا ہے مرنے پر تیار کیا مالیات پر کام نہ چلا بلکہ کام سے مالیات چلا اب تو پہلے پیسوں کی فکر کرتے ہیں کنگالوں کے پاس سے کیا نکلے گا اگر مال ہے تو دل سے کنگال ہیں اس لئے ساری اسکیم فیل ہوتی ہے، مکان بھی اس زمانے کے نقشے کا بناتے ہیں جھونپڑا کافی نہیں سمجھتے ہیں نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت کرا کرا ایمان والا نقشہ پیدا کیا خلاف شرع دوکان سے نہ دیں گے غلط نقشوں سے زمین دباتے ہیں اور برکت کی دعا کراتے ہیں حرام پر بسم اللہ کہہ کر کھانا کفر کا خطرہ ہے (۱۰)، اللہ والے طریقے سے پیسے لو دفتر کی محنت پر مال ملے گا حلال کمائی سے کم ملے گا لیکن حلال کمائی بھی نہیں، کمائی میں حرام گھس رہا ہے دوسروں کو دیں گے کیوں کہ ان میں دین نہیں ہے تو اب کیسے اجازت دیں کہ کماؤ۔

ایک آدمی نے کہا کہ دوکان فیل ہوئی تو ہوا کرے کیوں کہ دوکان پر مسئلہ نہیں ہے اصل تو دین کی محنت ہے دوکان بند ہوا کرے ۲۵ سال سارا علاقہ محنت کر رہا تھا مالیات کو قربان کیا حاجتیں کاٹنا اور دوسروں کی ہدایت کے لئے پھرنا یہ طبقہ تیا رہوا مدینہ والوں کے ۸ ماہ نقل و حرکت کے تھے صرف ۴ ماہ کمائی کے نکلے جو ۲۴ گھنٹے کماتا تھا اتنا اب کمانے والا نہ رہا دس سال میں، پچیس تیس سفر بڑے غزوے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے ہیں ۲۵ صحابہؓ والے ہیں ڈیڑھ سو غزوات دس سال میں ہوئے (۱۱) تو کمائی کیسے ہوگی اور سفر بھی زیادہ وقتوں کے تھے مدینہ کا وقت بھی دین پر لگتا تھا آج تو مقامی گشت بھی نہیں کرتے ہیں، صحابہؓ کی کوئی مسجد ایسی نہ تھی کہ تعلیم نہ ہو باہر والے مسجدوں میں قیام کرتے تھے صرف مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسا ہو یعنی (حلقہ ہو) ایسا نہ تھا بلکہ ساری مسجدوں میں یہ رائج کر و مدینہ میں تعلقات والوں کے پاس ٹھہرتے تھے، مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں ہے کہ ایک وفد آیا ہے ان پر تعلیمی محنت کون کرے گا۔

ایک صاحب محلے میں لے گئے آٹھ دن میں کا دو ان یفقھوا اور دوسرے آٹھ دن میں قد فقھوا دوسرے محلے میں ہوئے چار سو افراد پندرہ دن میں فقیہ بنے، مسجد نبوی کے علاوہ سبھی مساجد کا نقشہ بھی وہی تعلیم والا تھا وہی تہجد والا بھی، بعض اصحاب صفہ ہیں نو مسلموں کو مدینہ لاتے اور مدینہ والے کھلاتے اخراجات دہرے ہوگئے بے اونٹ والوں کو اونٹ دلانا اب کمائی کم اخراجات زیادہ ہیں مال غنیمت سے بہت زیادہ اخراجات ہیں، ۲۵ سال محنت کی دوسروں پر محنت کی مکارم اخلاق آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور شام کی طرف رخ کر گئے اب خدا ان پاکیزہ لوگوں کو دے گا اب تو صرف عمرؓ والی بات چل رہی ہے کہ وظیفہ ملے تو ہم کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبرؓ کا زمانہ یاد کرو زمین کھود کر پودا لگا پانی دے بعد میں پھل آئے گا اگر کہا کہ پھل دو تو کہاں سے پھل ملے گا، عمرؓ والا نقشہ بنیادی طور پر نہیں ہے نتیجہ کا دور ہے، پھل آیا ہے ۲۵ سال اصل دور ہے بعض درخت دادا بوئے گا پوتا کھائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخت لگایا ابوبکرؓ نے تکمیل کی عمرؓ کے زمانہ میں پھل کھائے محنت تو جاتی رہی عمرؓ والا عمل کیا، اب مال تو نہیں ہے تو بھیک مانگتے ہیں اس وقت تو سب کنگال ہیں روپیہ پہلے ہرقل و کسریٰ کے پاس تھا اور آج امریکہ و روس کے پاس مال ہے باقی سب کنگال ہیں تاجر زمیندار سب کنگال ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشے پر محنت کرنا سیکھو تو غریبوں کو دینا آئے گا پھر خدا دیں گے زیادہ اچھی صورت یہ ہے کہ اللہ ان کو اسلام دیں وہ ہمارے مشورے پر مال خرچ ہو اگر وہ مال ہمارے پاس آئے تو دین اتنا پکا نہیں ہے ہماری سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ قومیں اور ملک ہدایت پر آئیں، ہمارے مشورے سے مال غرباء پر لگے انصار سے معاہدہ کیا تھا کہ دنیا میں نہ ملے گا جنت ملے گی (۱۲) اب اگر یہ نقشہ تو پلٹ جائے اتنا کہنے کے بعد بھی رات گزار کر صبح چل دو گے، ۱۵ دن سے مالیات کا خرچہ چل رہا ہے تم نے افلاس والے صحابہؓ کے قصے سنے دوسروں پر لگاتے تھے اب مالیات کے دروازے کھلے اب عمرؓ نے رجسٹر بنوائے اور سب کے نام اور وظیفے لکھے اب یہ نقشہ آیا ہے اسے سب ٹھیک جانتے ہیں اب کھیت بیچ کر کام نہیں کرتے ہیں اتنا لمبا کام ہوا ابتداء سفر سب سے پہلے مولانا اسمعیل صاحبؒ دادا صاحب امیر تھے ان کے والد نواب ٹونک کے ساتھ تھے عربی تھے یہ گھرانہ مال دار تھا دستاویزیں بھی ہمارے پاس تھی جھنجھانہ پر اکثر زمین کا رقبہ مولوی اسمعیلؒ کے نام تھا لیکن ان کے پاس دولت تھی کہ ادعیہ مسنونہ میں احسان کی صفت حاصل تھی بارہ تسبیحیں وغیرہ نہ کی تھی دعائیں پڑھتے تھے اور احسان کی صفت پیدا کر دی خدا کا دھیان تھا اخیر زمانہ میں گنگوہیؒ کو خط لکھا کہ میں نے ذکر نہ کیا ہے اجازت ہو تو کروں جواب ملا کہ مقصود حاصل ہے، تبلیغ کی نقل وحرکت سے ہمارا نام چلا پھر بھی دعا منگوانے آتے ہیں تو احسان کی صفت والوں کے پاس کتنے حضرات آئے تھے۔

مولوی اسمعیلؒ شہرت سے گھبراتے تھے اپنے کو مجمع سے چھپانے کے لئے یہاں آگئے اور دو روپیہ والی امامت کی امام اور موذن بنے حوض کے پاس بنگلہ تھا ظفر کے زمانے ۱۸۵۷ء کے پہلے کا قصہ ہے یہاں بنگلہ تھا شاہی خاندان میں ملازمت ہوئی یہاں سسرال تھی مرزا ثریا جاہ تھے فارسی زبان مادری تھی تو امام موذن شاہزادوں کے معلم تھے سبق پڑھایا تو گھر پر بچوں سے پوچھا جاتا تو فارسی نہ آئے ہٹا دیتے تھے، مولوی اسمعیلؒ نے حقیقی فارسی بتائی قابلیت تسلیم ہوئی جم گئے مرزا ثریا جاہ کے بچوں کو پڑھانا شروع کیا (خاندانی بچوں کو) موذن کی حیثیت تھی اسی زمانہ میں اپنا قافلہ حج کا بھی نواب ٹونک کا قافلہ بھی تھا اذکار سے متاثر ہوئے دونوں ایک قافلہ بنا اس حج کے وقت ۱۸۵۷ء کا واقعہ ہوا، واپسی کے وقت راستے میں خطرہ کی بات کا پتہ چلا کہ پھانسی کا خطرہ ہے فرمایا کہ یہ نمک حرامی ہے موت کے وقت ان کے پاس رہوں گا دہلی آگئے مرزا الہٰی بخش کے بھی وارنٹ آئے انگریز سے ملے ہوئے نہ تھے غلط مشہور ہے کہ ملے ہوئے تھے مرزا ہوشیار تھے جب دیکھا کہ ملک ہاتھ سے گیا تو جو محقق ہو وہ خود انگریز سے کہتے تھے کہ فلاں بات یوں ہے، اس سے رسوخ ہوا بہت سوں کو پھانسی سے بچایا غداری کی وجہ سے چھوٹے ہوں یہ بات نہیں ہے پھانسی کا حکم تو ہو چکا تھا دو آبہ میں مجذوب نے کہا کہ مسجد کے ملا سے دعا کرا اسی حجرہ پر دعا کے لئے مولوی اسمعیلؒ سے کہا سر پیر پر رکھ دیا انھوں نے منع کیا پھر ڈانٹ کر سچی توبہ کروائی یہی ہماری پکار ہے کہ سچی توبہ کرو، صرف توبہ تو سچی توبہ نہیں ہے شراب کے مٹکے توڑے زنا وغیرہ سے سچی توبہ کی اسی مسجد میں روئے کچھ دن بعد آیا کہ پھانسی میں توقف ہوا اسی بنگلہ میں قرآن شریف حفظ کیا، اب جائیداد ضبط کی اور پھانسی موقوف ہوئی یوں چھوٹے۔

حضرتؒ نے کہا کہ اس واقعہ کے بعد مولوی اسمعیلؒ اپنے استاذ کے پاس جو مظاہر حق کے مصنف تھے ان کے پاس گئے تو پوچھا کہ کیا بتایا کہ جان بچی جواب دیا کہ استغفار کرایا ہے اچھل پڑے اللہ نے الہام کیا اب شیخ بن گئے سارے خاندان کے

بچے جمع ہوئے مدرسہ بنا جب سے آج تک چندہ نہیں ہوا پھر مولوی اسمعیلؒ چھٹے ماہ جھنجھانہ جاتے اپنی نقدی اس مدرسہ میں لگاتے تھے پھر مولوی نور محمد نے بھی ایسا نہ کیا، دہلی میں چار فرقے تھے سب ان سے جڑے تھے پھر حضرتؒ کا زمانہ آیا جھنجھانہ والوں نے ساری زمین دبالی پھر بھائی ظہیر کا دور دورہ ہوا کاغذات بنائے حضرت جیؒ سے کہا کہ عدالت میں صرف ایک دفعہ حاضری دوز مین ملے گی حضرتؒ نے کہا کہ توجہ تو تبلیغ میں لگ رہی ہے زمین میں توجہ لگ جائے گی اس قربانی سے تبلیغ کا کام چل رہا ہے جب حضرتؒ نے مکاتب کا ارادہ کیا پھر وعظوں کا سلسلہ پھر یہ تبلیغ اماں جی کا یعنی اپنی بیوی کا سارا زیور لے کر روپیہ لیا مکاتب بنائے، کام اس طرح ہوتا ہے آج زیور بیچ کر جانا سمجھ میں نہیں آتا خدا کے کام اپنی چیز کی قربانی پر ہے مالیات پر نہ چلیں گے مفاد حاصل کرنے کے لئے تو ساری دنیا ہے لیکن مفاد قربان کر کے دوسروں پر لگانا اب بھی قربانی کے پرتو پڑتے ہیں دیر ہوگئی ہے۔

عمرؓ کے پاس دو لاکھ روپے ملے ابو ہریرہؓ لانے والے سے کہا کہ پاک بھی ہے کہا پاک ہے ارے دیہاتی غلط تو نہیں کہہ رہا ہے تجھے گنتی تو آتی نہیں ہے کہا کہ صحیح ہے کہیں نیند تو نہیں ہے چلا جا صبح کو پوچھوں گا ابو ہریرہؓ نے گنا تو ساری رات نہ سوئے کروٹ بدلتے رہے مال کی وجہ سے نیند نہ آئی نیند کیسے آتی مال آ گیا کیا اطمینان ہے کسی مصرف میں خرچ کے بغیر خرچ نہ ہو جائے، بات بات میں دین ٹپکتا ہے صبح کی نماز کے بعد فرمایا آج وہ چیز آ گئی جو اسلام میں نہ آتی تھی رائے یہ ہے کہ ناپ کر سب تقسیم کر دوں لوگوں نے کہا کہ نو مسلم زیادہ آئیں گے اور مال بھی زیادہ آئے گا لہٰذا رجسٹر بناؤ نام لکھ کر دو تا کہ حساب رہے مشورہ دو کہ ابتداء کس سے کی جائے رائے ملی کہ پہلے آپ کا خاندان پھر دوسرے کو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے ابتداء ہوگی بنو ہاشم سے ابتداء ہوئی مشورہ میں علیؓ نے کہا کہ ہر سال خرچ کر دو روک کر نہ رکھو، عثمانؓ نے کہا کہ مال زیادہ آئے گا نظام بنا کر دو تا کہ سب کو مل سکے لکھت پڑھت ہونی چاہئے، ولید بن ہشامؓ نے کہا کہ صحابہؓ کو مال ملا لیکن حساب کا پتہ نہیں ہے آج حساب جانتے ہیں لیکن مال تو نہیں ہے میں ملک شام گیا تھا وہاں رجسٹر تھے، عمرؓ نے ایسا ہی کر دیا اب علیؓ کے بھائی عقیلؓ کو بلا کر رجسٹر کا کام حوالے کیا۔

عمرؓ کا نمبر تیسرے نمبر پر آیا جتنا نمبر اول ہوگا مال زیادہ ملے گا اپنی ترتیب تیسرے نمبر پر آئی تو بیسویں نمبر پر لے لیا، عمرؓ کے خاندان والے آئے اور کہا کہ آپؓ خلیفہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ابو بکرؓ کے خلیفہ ہیں تو تیسرے نمبر پر رہو تو جواب دیا کہ اے خاندان والو میری پیٹھ پر رکھ کر کھانا چاہتے ہو میری نیکیاں جاویں اور تمہیں کھانا ملے ہرگز ایسا نہ ہوگا نسب نامے سے نام آئے گا پہلے نہ آئے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باپ کی اولاد پھر دادا کی اولاد، بنو جہم اور بنو عدی اخیر میں آتے ہیں دور جا کر ملتے ہیں میرے دو ساتھی مجھ سے جا چکے ان کی موافقت کرنی ہے دنیا کی فضیلت اور آخرت کی امید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہے، لہٰذا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جتنا قریب ہے شریف ہے ورنہ دور ہے حضرت آدم علیہ السلام تک پہنچنے میں چند باپوں کا فرق رہے گا تو شرافت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب والا اشرف ہوگا، اس کے باوجود عجمی اگر اچھا عمل لایا تو قیامت میں عربوں میں سے اونچا ہوگا اچھے عمل سے جنت ملے گی (۱۳) بعد میں ابو بکرؓ اور علیؓ کے نزدیک سب مالیات برابر برابر تقسیم، عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر قتال کیا انہیں زیادہ ملے (۱۴)

الغرض تفریق ہوا ایک روایت ہے کہ عمرؓ نے ابوبکرؓ کی رائے پر رجوع کیا اگلے سال زندہ رہا تو ابوبکرؓ کی طرح مساوات کروں گا(۱۵) تقسیم کے بعد کچھ مال باقی رہا تو عباسؓ نے کہا کہ میں آپ کا چچا ہوں اکرام کرو بچا ہوا مال مجھے دیدو، عمرؓ نے اجازت لے کر مال دیا(۱۶)، عمرؓ کے پاس مال آیا تو اجازت چاہی کہ عائشہؓ کو اول اجازت ملی تو دیدیا، عائشہؓ نے دیکھا کہ بھائی مال ہے تو دعا کی کہ اے اللہ آئندہ سال تک مجھے زندہ نہ رکھ دنیا آنے لگی عائشہؓ زندہ رہیں دوسری عورت کی دعا قبول ہوئی اور مرگئی مال بوریوں میں آتا تھا آٹے دال کی طرح بوریوں میں آیا تھا آج تو چونی میں چاندی بھی نہیں ہے اس وقت تو موٹے درہم پر چاندی تھی بہت سے گئے آئے تو پوچھا کہ کیا عمرؓ نے غلہ بھیجا؟ جواب ملا کہ چاندی ہے تو کیا عمر رضی اللہ عنہ کو تقسیم کرنے کے لئے میں ہی ملی تھی یہ زینب رضی اللہ عنہا تھیں جواب ملا کہ یہ آپؓ کا حصہ ہے قلق ہوا مال پر کپڑا اڑ لوادیا بے دیکھے ہاتھ ڈلوا کر تقسیم کروادیا اور دعا مانگی اگلے سال وظیفہ ملنے تک مجھے موت آجائے دنیا آنے لگی زینبؓ کا انتقال ہوا(۱۷)، ابوبکرؓ نے انسؓ کو عامل بنایا عمرؓ کے زمانے میں آئے سب مال انہیں کو دیدیا(۱۸) علیؓ نے سال بھر میں تین دفعہ تقسیم کیا چوتھی دفعہ آیا کہ لے لو میں خازن نہیں ہوں قاسم ہوں مال لے جاؤ جن رسیوں میں مال آیا وہ بھی تمہاری ہیں(۱۹) اب تو سب لالاجی بن گئے خرچ نہیں کرتے ہیں۔

---

(۱) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۱۹۵ جلد ۲

(۲) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۱۵۶ جلد ۱

(۳) رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۳۶ جلد ۱

(۴) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۵۴ جلد ۲

(۵) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۵۳ جلد ۲

(۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۵۷ جلد ۱

(۷) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۵۵۸ جلد ۱

(۸) حوالہ سابق

(۹) حوالہ سابق

(۱۰) حاشیہ طحطاوی صفحہ ۶ جلد ۱

(۱۱) رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۸۵ تا ۲۰۲ از منصور پوری جلد ۲

(۱۲) بخاری صفحہ ۶۲۰ جلد ۲

(۱۳) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۱ جلد ۲

(۱۴) حوالہ سابق

(۱۵) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۸۱ جلد ۲

(۱۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۸۲ جلد ۲

(۱۷) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۳۰۱ جلد ۲

(۱۸) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۲۸۲ جلد ۲

(۱۹) کنز العمال صفحہ ۳۲۰ جلد ۲

ناپاک انسان پاک رب سے جڑے

{۲۹؍رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹؍اپریل ۱۹۵۸ء}

بعد عصر، بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

الغرض سارے زنا سے بچے گا نماز پر روئے تو زنا سے بچے گا آنکھوں کی، زبان، ہاتھ، پیر، دل کی ظلمت سے نماز گندی کی اس پر روئے تو گناہ سے اللہ بچائیں گے اور گناہ بھی اللہ کی طرف سے خیر ہو کر آتی ہے بشرطیکہ وہ کیفیت پیدا ہو گناہ بڑھے مگر ندامت اچھی ہے، آدم علیہ السلام صورت میں مجرم ہیں مگر جہاں آدم علیہ السلام کا قدم پڑتا تھا جنت کی برکتیں وہاں اترتی تھیں خدا کا حکم ٹوٹنے پر کیفیت پیدا ہوئی شیطان نے تو انا خیر منہ کہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں شیطان نے کہا کہ زندہ کو نہ مانا تو مردہ کو کیا مانوں گا، آدم علیہ السلام اتنے روئے کہ ساری دنیا والوں سے زیادہ روئے پانی بہتا تھا اور گارا ہوتا تھا اتنے چالیس سال روئے یہ حدیث میں ہے، یہ ندامت اچھی ہے جرم ہوا تھا ندامت اچھی ہے اگر طاعت کر کے شیطان بنا اور حکم توڑ کر ندامت سے آدم علیہ السلام بنا تو آدم شیطان سے اچھا ہے۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو بزرگو! اللہ نے انسان کو گندے قطرے سے بنایا ہے اور گندگی بھری ہے اس کے مقابل جس اللہ سے وابستہ ہونے کے لئے بنایا ہے وہ ضد ہے یہ گندہ ظلمت والا حقیر ہے وہ پاک نور والے عظیم ہیں، اب چھوٹے بڑے کا جوڑ کیسے پیدا ہوا اگر یہ چھوٹا چھوٹا سمجھے گا تو بڑے سے جوڑ ہوگا جتنا ناپاک ہے اتنا ناپاک جانے تو جوڑ ہوگا پاک سے، اگر ناپاکی بھول جائے تو پاک سے جوڑ نہ ہوگا اللہ نے نقشہ بتایا ہے کہ اگر حکم پورا کرو تو پاک ہو گے ہوا سر کی پاخانہ نکلا تو ظاہر ہوا کہ میں سارا ایسا ہوں اندر سے تو ایسا اب اگر پاک کرنا ہو سارا تو سارا پاخانہ کہاں سے نکالو گے اگر نکالو تو بھی چمڑہ منی سے بنا ہے لہٰذا پاک کے مناسب پاکی تو سب کی نہیں ہے لیکن ناپاکی تو ہے بس تم دھو دو بڑی گندگی پورے وجود کی گندگی کھلی ہے تو سارا بدن دھوڈالو یہ ساری نجاست کی جگہ نہیں پہنچا گندے وجود کے اوپر پانی پہنچا ہے اسی سے جوڑ ہوگا نماز پڑھ سکتے ہو اتنے کو ناپاک جانو، حکم ہے غسل کرو نماز پڑھو، نوالہ میں خوشبو تھی اب پاخانہ میں بدبو آئی ہے تو ہمارا وجود گندہ ہے اس گندگی کے ساتھ اس پاک سے جوڑ کیسے ہو اگر پاک کا کہنا پورا کرو اس کا نام برکت والا ہے پاکی حاصل کرنے کا حکم ہوا تھوڑی سی

پاکی آئی ناپاکی کا استغفار کر پھر ہوا سر کی پھر پاکی چلی گئی، اندر سے نہ نکلے تو پاک ہے وہیں دبی رہے تحریک نہ ہوا گر تیرے اندر تحریک ہوئی تو پاکی گئی، عورت دکھی شہوت سے دیکھا اندر تحریک کی جوش پیدا ہوا، منی نکلی تو پاکی ختم ہوگئی، اب قرآن نہیں چھوسکتا سجدہ نہیں کرسکتا (ا) گندہ مادہ باہر آگیا ہے گندگی وہاں سے سر کی ظہور میں آگئی اس کے حکم کو پورا کر، استنجاء کر، وضو کر، کاٹ کر مت پھینک کیوں کہ تیرے بس میں نہیں ہے کاٹے گا تو سلسلہ ہی ختم ہوجائے گا کہیں دور جگہ سے لے پالک لاوے گا سلسلہ نہ چلے گا خدا نے تجھے ناپاک بنایا ہے اب پاک سے جوڑ کیسے ہو؟ بس ناپاک اپنے کو ناپاک یقین کرے اور پاک سے وابستہ ہونے کی بیقراری ہو جتنا اپنی نسبت کو دبائے گا پاک سے جوڑ کرے دنیا میں تو اللہ نور پاکی برائی کو ظاہر نہیں فرمائیں گے عالم آخرت میں پاکی پتہ چلے گا یہی اجسام سے جنت میں خوشبو نکلے گی پسینہ خوشبودار ہوگا جنت میں ہوا چل کر خوشبو پھیلے گی کھانا ہضم ہوا (تو یہ گندگی اللہ کے درمیان حجاب ہوگی) یہ پاکی ہے اپنا وجود تو ناپاک ہے اس گندے کو گندہ جاننا چھوڑ دیں اور پاک سے وابستگی کا جذبہ نہ ہوتا یہ گندگی اللہ کے درمیان حجاب ہے، ہم میں پاکی نہ آئے گی اگر ذہن میں ہو کہ اللہ سے وابستہ ہونا ہے میری گندگی حجاب ہے اب حکم پورا کرے اس نے حکم دیا میں نے کیا وہ حکم پہلے اللہ سے نکلا نور تھا ہم میں سے نکلا تو ظلمت تھا، تعمیل میں نے کی ظلمت ہوئی ہم نے نماز پڑھی تو نور کو ظلمت بنایا ہے تعمیل میں نور کو ظلمت بنایا ہے ہماری ظلمت نے گھیر لیا ہے، امر الٰہی کو کالا کر دیا ہے ہم ناز کر رہے ہیں کہ روزہ نماز کیا حالانکہ حکم کو کالا کیا ہے کرنا ضرور ہے کیوں کہ حکم دیا ہے لیکن ہم اتنے کالے گندے ہیں کہ وہ حکم بھی کالا کیا ہے کرنا ضرور ہے کیوں کہ حکم دیا ہے لیکن ہم اتنے کالے گندے ہیں کہ وہ حکم بھی کالا گندہ ہوتا ہے لیکن پورا کرنا ہے کیوں کہ حکم ہے یہ میرا مزاج ہے کہ وہ حکم بدبودار بنتا ہے اب رونا چاہئے کہ ہائے میرے ہاتھ سے بدبو ہوئی میں روؤں گا تو وہ ہنسیں گے کہ میرے بندے میرے کہنے سے کرتے ہیں اور روتے ہیں خوش ہوتے ہیں یوں خدا سے تعلق ہوگا اگر اپنے کو اچھا جانا تو اول تو گندہ کیا پھر بھی اچھا جانا چوری اور سینہ زوری اللہ کے ہاں سے جوڑ نہ ہوگا چاہے جتنی بھی عبادت کرے جوڑ نہ ہوگا جب تک اپنی کمی پر نہ روئے صرف اس لئے روئے کہ مجھ سے حکم خراب ہوئے حکم پورا کرے اور اپنے اندر کی نوعیت کا خیال کر کے روئے حضرتؒ نے فرمایا کہ اللہ اس سے گناہ نہ کرائیں گے اللہ کو رونا اور بیقراری اچھی لگتی ہے ہر وقت آدمی میں خوف ہو کہ کہیں میں زمین میں نہ دھنس جاؤں، اگر طاعات میں یہ بات پیدا ہوئی تو معصیت سے اللہ محفوظ رکھیں گے ورنہ معصیت میں اللہ مبتلا کریں گے پھر بھی اگر رویا تو درجہ پائے گا جوڑ پیدا ہوگا پھر بھی احساس نہ ہوا تو خطرے میں ہے طاعت میں بھی رونے کی وجہ ہے روتا رہے کہ خدا کی شان کے مناسب نہ ہوا کہیں اللہ پکڑ نہ کریں یوں ڈرے، روئے، فخر نہ کرے تو تعلق پیدا ہوگا روزہ نماز کر کے رونا ہے حکم کی وجہ سے کیا چونکہ میں نے کیا تو ظلمت ہوئی نیکیاں کرے اور ڈرے ایمان والے سے غلطی سے زنا ہوجائے تو اسے پہاڑ نظر آتا ہے اگر نماز روزہ کو پہاڑ جاننے لگے اور روئے تو زنا سے بچے گا اگر روئے کہ آنکھ کو نماز میں خدا کی مرضی کے مطابق نہ رکھا اس پر روئے تو آنکھ زنا سے بچے گی۔

الغرض سارے زنا سے بچے گا نماز پر روئے تو زنا سے بچے گا آنکھوں کی، زبان، ہاتھ، پیر، دل کی ظلمت سے نماز

گندی کی اس پر روئے تو گناہ سے اللہ بچائیں گے اور گناہ بھی اللہ کی طرف سے خیر ہو کر آتی ہے بشرطیکہ وہ کیفیت پیدا ہو گناہ بڑھے مگر ندامت اچھی ہے، آدم علیہ السلام صورت میں مجرم ہیں مگر جہاں آدم علیہ السلام کا قدم پڑتا تھا جنت کی برکتیں وہاں اترتی تھیں خدا کا کا حکم ٹوٹنے پر کیفیت پیدا ہوئی شیطان نے توانا خیر منه (۲) کہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں شیطان نے کہا کہ زندہ کو نہ مانا تو مردہ کو کیا مانوں گا، آدم علیہ السلام اتنے روئے کہ ساری دنیا والوں سے زیادہ روئے پانی بہتا تھا اور گارا ہوتا تھا اتنے چالیس سال روئے یہ حدیث میں ہے (۳)، یہ ندامت اچھی ہے جرم ہوا تھا ندامت اچھی ہے اگر طاعت کر کے شیطان بنا اور حکم توڑ کر ندامت سے آدم علیہ السلام بنا تو آدم شیطان سے اچھا ہے شیطان کو عبادت کر کے یہ ذہن میں آیا کہ میں اچھا ہوں اپنے وجود کی طرف نگاہ کی عبادت سے بڑائی آئی، ندامت کا ذہن اس نے نہ بنایا روزہ رکھ کر اپنی بہتری کا خیال ہوا تو شیطانی خیال ہے لہٰذا اصل چیز رونا ہے اپنے کو برا جاننا حکم پورا کر کے نادم بنو، رمضان کی آخری ساعات ہیں رو پیٹ لو اور اب رونا پیٹنا کر لو روزہ اور تبلیغ میں رو لو کہ جو نیکی ہم نے کی اس میں بھی گناہگار ہیں اور گناہ تو بہت بڑے ہیں ہمارے قصور معمولی نہیں ہیں رو پیٹ لو اللہ سے مانگ لو۔

---

(۱) ترمذی صفحہ ۳ جلد ۱

(۲) سورۃ الاعراف: ۱۲

(۳) الرقۃ والبکاء صفحہ ۳۴۳ جلد ۱

حکم کی تکلیف ہی اصل عید ہے

{۳۰/رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰/اپریل ۱۹۵۸ء}

بعد فجر، بمقام: بنگلہ والی مسجد، نئی دہلی

اقتباس

اس عید کا خلاصہ یہ ہے کہ اس امت کا شعار ہے زمانہ جاہلیت میں کچھ تہوار تھے خوشیاں تھیں بے ہنگم خوشی تھی رنگ چھڑک لیا وغیرہ، بعض ایسے کہ خوشی میں کچھ مصالح ہیں کہ بہادر اسلاف کے نقشے رکھ لئے رگ پھڑکتی رہے انصار کی عید میں اسلاف بہادروں کے نقشے لاتے تھے تاکہ جنگ پرابھرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لکل قوم عیداً وھذا عیدنا' یہ ہماری عید ہے کہ خدا کے حکم کے پورا کرنے میں تکلیف اٹھانا یہ عید ہے اب بتاؤ جب خالی تھوڑا کھانا کھانا قربان کرنے پر عید آ گئی دنیا میں تو اتنی عید آئی کہ رات کھاتے تھے اب دن کو بھی کھاؤ گھر پر جا کر کھرپا (گھانس کھودنے کا آلہ) سنبھال لیا اور بھی بڑے بڑے احکامات ہیں جن میں روزے سے بھی زیادہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے وہ تکلیف اٹھائے تو بڑی عید ہوگی۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو بزرگو! دیکھو مسلمان کی سال بھر میں دو عیدیں آتی ہیں عید کے معنی خوشی کے ہیں لیکن اللہ نے ان دونوں خوشیوں کو تکلیفوں کے ساتھ جوڑا ہے گویا تکلیفوں میں خوشی ہے خدا کے حکم کے پورا کرنے میں خوشی ہے ایک رمضان کی عید ہے اللہ نے روزہ کا حکم دیا یہ پورا کیا جان پر خواہشات کے ٹوٹنے کی تکلیف اٹھاؤ رات کی نیند پر زد پڑی، دن کے کھانے پر زد پڑی، رات بھر کھانا دن میں نہ کھانا یہ تکلیف ہے رات کو نیند آتی ہے نشاط اور بھوک کا کھانا نہیں ہے بے وقت کھانا ہے اس لئے کھاتے ہیں کہ کل نہیں ملے گا یہ بھی تکلیف ہے کہ بغیر جی چاہے کھایا، میوات میں ہر جگہ کھاؤ یہ دباؤ کا کھانا ہے (میوات میں جماعت کا اکرام زیادہ ہوتا ہے، اکرام کی وجہ سے وہ حضرات جماعت سے کچھ نہ کچھ کھانے کا ہر جگہ اصرار کیا کرتے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے) رات کو بیس پڑھوائی جب کہ سارے سال میں چار پڑھنا مشکل تھا نیند کا غلبہ رہتا تھا ۲۰ پڑھوائی اس حکم میں تکلیف اٹھاؤ دن میں روزہ رکھوایا، صحابہؓ ۳۰ دن فاقہ کرتے تھے اب ایسا کہاں ہے صبح وشام اور پھر ناشتہ ہوتا ہے کئی وقت کھانے کی عادت ٹوٹی کسی کو سر میں درد پیچش ہوتی، آگے اعتکاف آیا تو اور تکلیف اٹھاؤ تب انھوں نے کہا کہ اب

خوشی کا دن آ گیا ایک خوشی تو روزانہ افطار کے وقت ہوئی، فرحۃ عند افطارہ (۱) اور ایک سب سے بڑی فرحت عید الفطر میں ہے، روزہ عند الغروب افطار تھا اور عید میں عند الطلوع افطار ہے میٹھی پھلکی کھاتے ہیں تو فرحۃ عند فطرۃ یفطر بھی آئے گا اس دن افطار کی خوشی زیادہ ہے کیوں کہ آج معمول کا کھانا ہے روزہ دار کی تو روز عید تھی غروب کا انتظار ہوتا تھا جیسے کہ چاند کا انتظار ہے گھڑی بار بار دیکھتے ہو آخری سورج ڈوبا روزہ کھلا عید ملی کھانے کا دروازہ اس وقت کھلا جب کہ کھاتے نہ تھے اور صبح والی افطار ہے، نئے کپڑے، اب خوشی اس بات کی ہے کہ خدا کا حکم پورا کرنے میں ہم نے تکلیف اٹھائی اس پر خوشی ہے دن کو روزہ رات کو تراویح ہے اس پر خوشی کا دن دیا، خلاصہ یہ کہ خدا کے حکم کو پورا کرنے میں تکلیف اٹھانا ایمان والے کے لئے عید و مسرت ہے اسی لئے خطبہ میں کہا جاتا ہے کہ **عید للابرار و عید للفجار** یہ عید مسلم کا ہے، یہود و نصاریٰ بھی چھٹی مناتے ہیں، چمار بھی عید کر رہے ہیں بتوں کے پجاری بھی اسے عید کہتے ہیں حالانکہ سب کی عید نہیں ہے ساری رات نماز پڑھنے والے بھی عید کہتے ہیں ساری رات سونے والے بھی عید کہتے ہیں، روزہ بے روزہ سب عید کہتے ہیں، **عید للابرار** نیک بختوں کی عید ہے، خدا کے مطالبوں میں پورا اترے ان کی عید ہے، **و عید للفجار** خدا کے حکم کو توڑنے والوں کے لئے دھمکی کا دن ہے خواہ خوشی مناوے، یوں لگاؤ کہ **فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہٖ** تو یہ اس کے ساتھ مل کر فرحت بنے گی فرحۃ کا ایک جوڑا ہے، (۱) افطار کے وقت (۲) اللہ کی ملاقات کا وقت ہے، (۲) افطار میں ہے جب اللہ کہیں گے کہ آجاؤ میرے پاس اب اللہ ماریں گے کہ تم تو فجار ہو تمہاری عید نہیں ہے دوزخی ہو عید تو ابرار کی ہے۔

اس عید کا خلاصہ یہ ہے کہ اس امت کا شعار ہے زمانہ جاہلیت میں کچھ تہوار تھے خوشیاں تھیں بے پینا خوشی تھی رنگ چھڑک لیا وغیرہ، بعض ایسے کہ خوشی میں کچھ مصالح ہیں کہ بہادر اسلاف کے نقشے رکھ لئے رگ پھڑکتی رہے انصار کی عید میں اسلاف بہادروں کے نقشے لاتے تھے تا کہ جنگ پر ابھرے، آپ ﷺ نے فرمایا **ان لکل قوم عیداً و ھذا عیدنا'** (۳) یہ ہماری عید ہے کہ خدا کے حکم کے پورا کرنے میں تکلیف اٹھانا یہ عید ہے اب بتاؤ جب خالی تھوڑا کھانا کھانا قربان کرنے پر عید آ گئی دنیا میں تو اتنی عید آئی کہ رات کھاتے تھے اب دن کو بھی کھاؤ گھر پر جا کر کھرپا (گھانس کھودنے کا آلہ) سنبھال لیا اور بھی بڑے بڑے احکامات ہیں جن میں روزے سے بھی زیادہ تکلیف اٹھانی پڑتی ہے وہ تکلیف اٹھائے تو بڑی عید ہوگی، ۲۵ سال حکم پورا کرتے تھے (یہ اشارہ ہے زمانہ نبوت اور حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت کی طرف) ۲۶ ویں سال عید آئی پچاسوں سال عید رہی (یہ اشارہ ہے دور عمریؓ اور اس کے بعد کی طرف) پہلے سینکڑوں دفعہ تین تین دن کے فاقے ہوتے تھے آج تو فقط روزہ میں ۱۴ گھنٹے کی بھوک حالانکہ عصر کی نماز تک ڈکار آتی ہے روزہ ہے لیکن فاقہ نہیں صبح سے زیادہ سحری میں کھایا شام کی روٹی خوب کھائی مغرب پڑھتے ہی کھالی، صبح شام کی ذرا سے بھوک کی خوف کے مارے اتنی کھائی دبا کر کھائی ہضم کی بھی فکر نہیں ہے حکم پورا کرنے میں تکلیف، کھانے کے آگے پیچھے کھانے میں تکلیف اٹھائی حالانکہ زمین دکان فیل نہیں ہوئی، عورتیں بیوی نہیں ہوئیں بچے یتیم نہیں ہوئے ہیں ذرا سوچو جس حکم کے پورا کرنے میں بچے یتیم بنتے ہوں بائیکاٹ ہوتا ہو وغیرہ تو اس پر کتنی بڑی عید ہوگی ۲۵ سال حکم پورا کرنے میں جو عید آئی تو ۲۲ سال تک عید رہی، عمرؓ کی

خلافت سے عثمانؓ تک عیدرہی ہے، دن رات عید ہے، ۲۲ سال عیدرہی ایک مہینہ روزہ رکھا تو ایک دن عید ہے ایک دن ۱۴ گھنٹے کا ہے ۱۴ گھنٹے کی عید ہوئی جب اس حکم کو پورا کیا تو ۲۲ سال کی عید ہوئی کہ کسی کھانے کا غم نہ تھا ۲۲ سال والی عید دور عمریؓ و دور عثمانؓ میں ہر ایک دوسرے سے خوش تھا برداشت تھی بدلے کا ارادہ نہ کیا، عثمانؓ کی شہادت کے بعد بدلہ کا وقت آیا، طاعون عمواس میں ۳۰ ہزار مرے احساس بھی نہ ہوا، (۴) ایک صحابیؓ نے غلط فہمی میں کس کر لاٹھی ماری مذاق ہیں آپ ﷺ کے زمانہ میں بھی مذاق کرتے تھے (حضرت نعیمانؓ جو مذاقی صحابی تھے انھوں نے ایک نابینا سے حضرت عثمان غنیؓ کے سر پر ایک لاٹھی لگوائی تھی) (۵) ابوبکرؓ اور نعمانؓ اور ایک صحابیؓ تینوں شام تجارت کے لئے گئے، ابوبکرؓ تجارت کے لئے گئے، نعمان نے صحابیؓ سے پکانے کو کہا انھوں نے کہا کہ سب مل کر کھائیں گے ابوبکرؓ کو آنے دو وہ تلخ زبانی کر گئے کہا کہ میرا ایک غلام ہے اچھا پکاتا ہے کام کرتا ہے لیکن عیب یہ ہے کہ اپنے کو آزاد کہتا ہے اسے بازار پھرانے لے گئے سودے سلف کی بات ہوئی سودا خریدا جیسے پیسے لینے کے لئے کوئی جاوے اور بٹھاوے بٹھا دیا اب دوکاندار کے پاس تھوڑی دیر انتظار کیا اب جانے لگے تو دوکاندار نے زبردستی بٹھا لیا، الغرض دوکاندار نے عیب جان لیا غصہ میں چلنے لگے تو تاجر نے پکڑ لیا اب ابوبکرؓ آئے تو نعمان نے قصہ سنایا کہ بیچا اب دوکاندار سے قصہ سنایا کہ مذاق ہوا ہے (۶)۔

مذاق (۲) مدینہ میں دیہاتی آیا اونٹنی باہر بٹھا کر مسجد میں آئے بعض صحابہؓ نے نعمانؓ سے کہا گوشت کھلا الغرض اونٹنی پر ہاتھ ڈالا ذبح کر ڈالا اب دیہاتی آیا اونٹنی کٹی دیکھی (نعمانؓ بھاگے پیچھے آپ ﷺ دوڑ رہے ہیں) وہ چیخا و امحمداہ! اب نعمانؓ بھاگے آپ ﷺ دوڑ کر آئے اونٹنی کٹی دیکھی نعمانؓ بھاگے آپ ﷺ پیچھے دوڑ رہے ہیں حتیٰ کہ آپ ﷺ کی چچازاد بہن کے مکان پر پہنچے کسی چیز کے پیچھے چھپ گئے، ایک صحابیؓ نے اشارہ کیا آپ ﷺ نے ہاتھ پکڑا تو مذاقی کی طرح صورت بنائی کہ صحابہؓ نے گوشت مانگا میں نے کھلایا تو مجھے پکڑوایا (۷)۔

مذاق (۳) نعمانؓ کا مذاق ہے ایک نابینا کو زور سے پیشاب لگا تو نکالا نعمانؓ نے مسجد نبوی کی بازار کی طرف منہ کر کے پیشاب کے لئے بٹھایا انھوں نے شروع کیا لوگوں پر چھینٹ پڑی تو لوگ دیکھ رہے تھے تب آواز لگی کہ کیا کر رہا ہے؟ اسے غصہ آیا تو کہا کہ اگر اللہ نے طاقت دی تو نعمانؓ کو پوری طاقت سے لکڑی ماروں گا، ایک دن عثمانؓ اکیلے مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے موتنے والے صحابیؓ بھی تھے نعمانؓ نے آواز دے کر پوچھا کہ کیا اپنی قسم پوری کرے گا؟ تو کہا ہاں، تو پکڑ کر عثمانؓ کے پیچھے کھڑا کیا نماز میں تھے زور سے عثمانؓ پر لکڑی ماری خون آیا نعمانؓ بھاگ گئے، اس دن صحابہؓ کو غصہ آیا بنوغفار کا قبیلہ ہتھیار لے کر آ گیا کہ آج نعمان کا گلا کاٹنا ہے عثمانؓ گر پڑے تھے سارے قبیلے کو اسی حالت میں بلا کر عثمانؓ نے کہا وہ نعمان بدری ہے اسے نہ مارو، (۸) ۲۲ سال کی عید تھی حکم پورا کرنے پر بچے یتیم ہوئے ایک حکم ۲۵ سال تک پورا کر رہے تھے ۲۲ سال کی عید آئی ایسے قصے ہیں کہ سر پھوٹا لیکن ہنس کر گزارا معاف کر دیا جیسے عید کے دن لڑائی نہیں کرتے تھے، ۲۲ سال عید کے تھے کسی کو کھانے پینے مکان کا غم نہیں کسی نے کہا میرے پاس اونٹنی نہیں ہے عید کے دن جس کے پاس پہنچا کھلائے گا عید ۲۲ سال کی عید تھی، ایک آدمی آیا مکہ والوں نے مشورہ کیا کہ سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ کسی نے ابن

جعفرؓ کے پاس پہنچایا کہا میرے پاس سواری نہیں ہے مال کی اونٹنی لدی تھی ۵۰ ہزار اشرفیاں لے کر اونٹ پر سفر کیا کرتے تھے تا کہ راستہ میں محتاج کو دیں وہ مال سے لدی ہوئی اونٹنی پر تھے تو پورے مال سمیت اونٹنی دیدی (۹)۔

سو قصے تو میں بتا سکتا ہوں عجب نقشہ تھا ۲۲ سال تک عید مناتے رہے، گورنر کے پاس آدمی فاقہ زدہ آیا ناک کا آدمی تھا مانگنا نہ چاہتا تھا بیوی نے فاقہ کی شکایت کی کہ جا کر گورنر سے مانگ تو کہا کہ دال آٹے کی بوری ملے گی ختم ہو جائے گی بیوی نے کہا کہ شاید نقدی ملے تجارت کریں گے اب وہ پہنچے یہ ۲۲ سال کے اندر کے قصے ہیں یہ بحیثیت مجموعی قصے ہیں بعد میں انفرادی قصے ہیں گورنر کے پاس پہنچے حذیفہؓ سلمان فارسیؓ جیسے گورنر نہ تھے دور عمری کے بعد کے گورنر کے پاس گئے خوش عیش تھے گورنر نے کہا کیوں آئے تو سوال نہ کر سکے گورنر نے کہا کہ یہ شرماتا ہے لہٰذا تم سب اٹھ کر چلے جاؤ اجنبی آدمی کے لئے سب کو اٹھا دیا یہ معمولی بات نہیں ہے اب کے اس نے پھر نہ کہا فرمایا کہ میرا بھائی منہ در منہ نہ بول سکے تو ساری روشنی گل کرو پھر بولے گا ناراض نہ ہوئے چپکے سے کہا کہ "محتاج" اندھیرے میں کہا اتنا دیندار تھا کہ میرے وکیل سے مل لینا ذاتی مال ملے گا، بیت المال نہ کہا وکیل نے کہا کہ مزدور لے آ اٹھے گا نہیں بیوی کی بات آ گئی کہ نقدی نہ ملے گی آٹا دال ملے گا ورنہ مزدور کیوں بلواتے بیوی پر غصہ آیا صرف آٹا دال ملے گا جھلا کر کہا کہ میرے پاس نوکر کہاں ہے میں جا رہا ہوں گورنر اتنا نیچے اترا ساری روشنی گل کی یہ فقیر تیز ہو رہا ہے نوکر نہیں ہے میں جا رہا ہوں فقیر ڈانٹ رہا ہے گورنر دب رہا ہے بیوی کو لتاڑا کہ تو نے ذلیل کیا باہر سے آواز آئی ۳۰ آدمی سب کے سروں پر گٹھڑ ہیں منہ چڑھا کر کہا کہ ڈال دو جاؤ کہا کہ ہم تو تمہارے غلام ہیں تو ۳۰ غلام کا مالک بنا یا اب گورنر کی قدر ہوئی ساری گٹھڑیوں میں درہم تھے یہ عید کے زمانے کے قصے ہیں اس حکم کی عید ہے کہ ۲۵ سال تک پورا کیا چاہے بھوک رہی بیمار رہے مرے ایک طرف زخم آئے، پھر حکم ہوا نکلے راستے میں ابوسلمہ ؓ زخمی تھے مر گئے حکم ہوا کہ جو احد میں تھے حمراء الاسد میں وہی چلیں نئے نہ چلیں سب زخمی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ہوش ہو کر گڑھے میں گرے ہیں نوے زخم طلحہؓ پر تھے ہر زخم موت کے لئے کافی ہے حکم ہوا کہ کفر پر رعب کا تقاضا یہ ہے کہ حمراء الاسد چلو وہاں ابوسفیان وغیرہ ٹھہرے ہیں اب تلاش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکرؓ وغیرہ کا سر کاٹنے عورتوں کو باندی بنانے کے لئے پھر ارادہ جنگ کیا واپسی کا ارادہ ہوا جس جماعت نے ابھی پسپائی دیکھی انھیں کو بڑھا رہے ہیں پاؤں کیسے رکھیں تندرست تھے زخمی ہوئے کسی کا ہاتھ پاؤں کٹا ہے انھیں کو بھیجا جا رہا ہے مزید نہ ہوئے تھے پاؤں کیسے اٹھے جو زخمی تھے وہی چلیں اب ابوسفیان کو بات پہنچی صحابہؓ جوش سے چلے ایک بھائی نے دوسرے سے کہا سواری نہ تھی کہا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم نہ ہوں؟ دونوں چلے اپنی کمر پر میں لادتا ہوں میرے زخم پر تکلیف ہوئی تو پیدل چلنے میں پھر چڑھانا، اسی طرح حمراء الاسد پہنچے (۱۰) اس طرح حکم پورا کیا تھا پانچ سو کے اندر کے قصے ہیں اسی طرح حکم پورا کیا تھا کہ ستر ستر کے درمیان زخم پر زخم گہرا تھا موت قریب تھی کان میں آواز پڑی یا اھل بدر یا للانصار پڑے تھے بے ہوش تھا آنکھ کھولی سر کنا شروع کیا ابن عمرؓ نے کہا کہ کیا کر رہا ہے مر رہا ہے کہا کہ میری قوم کو آواز لگی کہا کہ کچھ کر سکے، اسے آواز ہے کہا کہ یا للانصار کہا، ابن عمرؓ نے کہا کہ یا الاصحاء من الانصار مراد ہے کہا کہ عموم ہے گھسٹتے گھسٹتے آواز پر کھڑے ہوئے دعوت نہ ہو رہی تھی (۱۱) یہ مسیلمہ

کذاب کے ساتھ لاکھ سے زیادہ تھے صحابہؓ چند ہزار تھے جو مرتد شدہ توبہ کرتا تو خالدؓ والے لشکر میں ابوبکرؓ بھیجتے جب مصیبت آئی تو توبہ والے بھاگتے اب ماتھے پر تو نہ لکھا تھا کہ یہ انصار ہیں یہ توبہ والے ہیں اب پاؤں اکھڑنے لگے بعض گڑھے کھود کر چھاتی تک دبایا تا کہ بھاگ نہ سکیں ایک تو زید بن خطابؓ ہیں (۱۲) یمامہ کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو زیدؓ کی خوشبو آتی ہے یہ عمرؓ نے کہا بھائی کی خوشبو آتی ہے (۱۳) دوسرے سالم مولیٰ حذیفہؓ تھے (۱۴)، باقیوں نے دیکھا کہا کہ 'اخلصونا' پرانوں کو الگ الگ کرو حکم پورا کر رہے ہیں۔

کھیت دیکھ کر آج بھاگ رہے ہیں بچہ بیمار ہے تو بھاگ رہے ہیں بعضوں نے قربانی دی میواتی کو پکڑ لائے تبلیغ میں ایک دن کے لئے آیا بیوی حمل سے تھی تین چلہ کر کے گھر آیا ڈرتے ہوئے گھر آیا گھر کے آگے بچہ کھیلتا کودتا ملا اسی کا بچہ کھیل رہا تھا صحت اچھی، کولھوں پر چلتا تھا، اندر جا کر السلام علیکم کہا، وہ بیوی تو ہنسی خوشی سننا چاہتی تھی، وہ ڈر رہا ہے، الحمد للہ لڑکا ہوا، پیٹ میں درد ہوا، میں نے پڑوسن کو آواز دی، اسی میں بچہ پیدا ہوا، صاف میں نے کیا، اسی دن سے اچھا چل رہا ہے، ایسے پرانے ہیں تبلیغ میں پہلی کچھ جھلک ہے اسی سے یہ کام کچھ چل رہا ہے، الغرض پرانے الگ ہوئے یا للانصار پرانوں کو الگ کرنے کی آواز تھی صحابیؓ گھسیٹتے آگے چلے ابن عمرؓ کی نہ مانی اسی حالت میں منادی کے پاس ٹیک لگا کر کھڑا کیا یاللانصار کرۃ کیوم حنین '(۱۵) اب جوش آیا اب توبہ والے شرمندہ ہو گئے خواہ اللہ پکڑ نہ کریں مگر پکے وقت کے حکم کو جو پورا کرے وہ پکا ہے، صرف توبہ کی اللہ نے معاف کیا اگلے موقعہ پر بھی صرف توبہ کرے گا توبہ والوں کے بس میں جھٹکے نہیں ہیں مقابلے والے حکم پر جمنے والے ہیں توبہ والوں کو جنت تو ملے گی لیکن دنیا کے فتنوں کا توڑ نہ بنیں گے ہاں جو وقت پر کود پڑیں جان پر بنے اسے جھیل لیں ان سے کام ہوگا ان میں پوری طاقت ہوگی اب سب آگے بڑھے تو یہ ہوا کہ سوا لاکھ آدمی میدان چھوڑ کر بھاگے چند ہزار نے مقابلہ کیا کچھ قتل ہوئے کچھ بھاگے جھوٹے نبی کے پاس بھاگے قادیانی کی طرح مسیلمہ تھا، مسیلمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا کہتا تھا میں مسلم ہونے کو تیار ہوں مگر تمہارے بعد مجھے نائب بنانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جسے طے کرلیں پھر کہا کہ شہر تمہارے جنگل میرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تنکے کے برابر بھی نہ دوں گا، اسلام اللہ کے لئے لا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا اعلان کیا، ایک عورت نے بھی نبوت کا اعلان کیا دونوں کا بیاہ ہوا، اب ایسا بیاہ کرو کہ کسی نے ایسا نہ کیا ہو تو اسی کی عورت بھی نبی ہے اب بات نرالی ہو طے یہ کیا کہ اسلام پر چلے خرافات ملالی وحی بڑھالی چونکہ دو کا بیاہ ہوا نبی اور نبیہ ہیں، لہٰذا دونوں نے حصے کی ایک ایک کر کے دو نمازیں فجر وعشاء کی معاف ہیں تین پڑھو دد مہر میں معاف ہوئیں، اس کے ساتھ بھاگ کر ۴۰ ہزار قلعہ میں محصور ہوئے صحابہؓ نے قتل کا ارادہ کیا قلعہ مضبوط تھا پکے نے کہا کہ مجھے اندر ڈالو میں زنجیر کھولوں گا اونٹوں پر بٹھا کر ڈھال میں لے کر اندر پھینکا اندر ۴۰ ہزار تھے اس کے سامنے یہ ہے کہ زنجیر کھلی تو ۴۰ ہزار مریں گے نتیجہ یہ ہوا کہ زنجیر کھولی ۴۰ ہزار پر ایک غالب آیا مسیلمہ قتل ہوا، اس طرح محنت کی جب آواز پکوں کو لگوائی شام کا وقت تھا صحابیؓ کی آخری سانس تھی نام لیا تو کہا کہ کیا ہوا؟ کہا کہ خوش ہو جاؤ (مدہوش تھا) اللہ نے آنکھ ٹھنڈی کی مسیلمہ قتل ہوا اب شکر کر کے ہاتھ اٹھایا جان نکلی، اس طرح حکم پورا کیا ہے ۲۵ سال تک حکم پورا کیا ہے آواز لگ

گئی تو کچھ نہ دیکھیں گے سب چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے اس طرح ۲۵ سال دین پر محنت کی تو ۲۲ سال تک عید چلتی رہی اب یہ نمونہ آتا ہے کہ مہینہ بھر حکم پورا کیا تکلیف اٹھا کر سونا کھانا موقوف کیا آگے پیچھے کر دیا اس کی عید ایک دن ہے آخرت میں بھی ملے گی ۲۵ سال والے حکم کی تعمیل والی نہ ملے گی، رمضان عید تو اپنا ہی نقشہ ہے ساری امت میں چل رہی ہے بقر عید تو اصل کی قربانی کی یاددہانی کی عید ہے، مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ، وہ عید زوردار ہے یہاں تو روزہ رکھ کر عید ہے وہاں تو عید منا کر قربانی دو خدا کا حکم پورا کرنے کے لئے ایک آدمی نے اپنا سارا گھرانہ قربان کر دیا رمضان میں تو صرف ترتیب بدلی تھی بیوی وغیرہ سب ویسے ہی تھا وہاں تو باپ نے بیوی بچہ کو جنگل میں ڈالا سارے مسائل قربان کیا اسمٰعیل علیہ السلام کے بیاہ میں بھی شریک نہ تھے بلکہ بیوی کو آ کر طلاق دلوادی بنوجرہم قبیلہ میں بیاہ ہوا گھر تشریف لائے بہو تھی اسمٰعیل علیہ السلام شکار میں تھے حال چال پوچھے تو کہا کہ برا حال ہے شکار کر کے آٹھ دس دن میں کھلاتے ہیں پانی پر گزارہ ہے فرمایا کہ ایک آدمی نے سلام کہا ہے اور چوکھٹ خراب ہے اسے بدل دو اب اسمٰعیل علیہ السلام آئے تو ابوت نبوت کی مہک محسوس ہوئی زور سے مہک محسوس ہوئی تو پوچھا کہ کوئی آئے تھے۔

الغرض حلیہ بتایا ساری تفصیل کہا تو کہا کہ میرے باپ تھے عورت خراب ہے طلاق دیدے طلاق دیدی، بجائے بیاہ کے طلاق دلوادی سارے مسائل قربان کئے بیوی والے مسئلے قربان کئے حکم پورا کرنا تھا یہاں تو بھوک ہے دن میں نہ کمانا حقیقت میں ہم بھوکے نہیں رہتے ہیں وقت میں تبدیلی ہے اگر عادت ڈالدو تو کچھ بھی بھاری نہ ہوگا تکلیف عادت کی تبدیلی کی ہے عادت کا احساس ہوتا ہے بھوک کا احساس نہیں ہے، عادت ڈال دو کہ صرف رات کو کھائیں گے کچھ بھی بھاری نہ ہوگا تکلیف عادت کی تبدیلی کی ہے چائے پان زیادہ کھاتے ہیں 'یزداد فیہ رزق المؤمن' عادت پر چوٹ پڑتی ہے وہاں تو کھانے پینے ہی کو نہ تھا بڑی قربانی ہے قربانی عید ہے سارے مسلمانوں کو یاد دلایا کہ اپنی گھریلو چیز کو قربان کرو تو علو عزت گھریلو مسرتیں اس وقت ہوں گی گھر کے مسائل قربان کرو۔

دو عید ہیں (۱) ایک حال کا نقشہ ہے (۲) جن کی قربانی پر ہم ہیں، ان کی عید ہے بیوی بچے کو جنگل میں ڈالا، ابراہیم علیہ السلام کا مال کہاں لگ رہا ضیافت ان سے چلی ہے سب سے پہلے انھوں نے ضیافت کی، چونکہ عرب ان کی اولادیں ہیں اس لئے عربوں میں ضیافت ہے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوب تھا ایک میل کے اندر کے سارے آدمیوں کو کھلانا اللہ کے حکم سے ذمہ ہے اور بیوی بچے جنگل میں ہیں، شکار کے بعد میں کہا کہ کیسے گزاری ابراہیم علیہ السلام تو اس سے پہلے میں ڈال گئے تھے پانی پر گزری پیاس کی شدت میں پیر رگڑے اماں جان بھاگی اس پر اللہ خوش ہوا، جبرئیل نے پر مارا تو پانی نکلا (۱۶)، ہمارا تمہارا ذرات کا وجود اسی قربانی پر ہے، ہماری عزت بلندی صحت عزت کے سارے وجود ابراہیم علیہ السلام کی قربانی پر موقوف ہیں دو نقشے ہوئے تھوڑی قربانی دے کر چھوٹی عید ہے بڑی قربانی دے کر عید مناؤ چھوٹی قربانی دے کر وہ یہ ہے کہ تین چلے دو سال میں چلہ مہینہ میں تین دن ہفتہ میں ایک دن یہ چھوٹی عید آئے گی اگر بڑی عید چاہئے تو کیا کرو گے چار ماہ میں کھیت دو کان نہ اجڑے گا چھوٹی عید میں کچھ بھی نہیں اجڑتا ہے اس قربانی سے چھوٹی عید رمضان جیسی آئے گی اگر اپنے اندر ان سارے موعودات کو دیکھنا چاہتے

ہو جس کے لئے دنیا بے قرار ہے اطمینان، فرحت، باغ و بہار، سکھ، چین، مال و عزت وغیرہ کا وجود ہے۔
اب آگے بڑھو کہ جتنا وقت دین کی محنت کو چاہئے اتنا وقت لگاؤ ۸ ماہ تبلیغ ۴ ماہ کمائی میں لگاؤ، کمائی پر زد برداشت کرو جان پر مصیبت جھیلو اس پر سالوں صدیوں والی عید ملے گی ۲۵ سال سے ۲۳ سال کی عید ملی یہ اعلیٰ عید تھی ورنہ قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے مل رہا ہے ائمہ اربعہ اولیاءؒ وغیرہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے کھا رہے ہیں اب تک عید مل رہی ہے اب بتاؤ اگر اعلیٰ عید چاہئے تو ہر سال میں چار چھ ماہ لگا ڈالو کچھ اجڑے گا تو بہت سے لوگ طعنہ ماریں گے بعض لوگ منهم من قضىٰ نحبه' (۱۷) کہیں گے کسی نے ہلہ کر دیا تو کسی نے کہا اپنے کو ہلاکت میں ڈالا تو ابو ہریرہؓ (۱۸) نے کہا ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضاة الله، (۱۹) عمرؓ نے کہا عسىٰ رجل اشترىٰ لنفسه مرضاة ربه (۲۰) ایک قسم قربانی والوں کی ایسی ہو کسی سے کچھ نہ کہے بیوی بچوں پر گزر رہی ہے ان پر بڑی عید کے دروازے کھلیں گے اب چاہے چھوٹی عید والے بنو چاہے بڑی عید والے بنو عید والے نہ بنو چھوٹی عید میں صرف عادتیں بدلیں رمضان کا نقشہ ہے بڑی عید میں حج کا نقشہ ہے گھر اجڑے رب اللہ لا جلی (یعنی خدا یہ فرمادے کہ میری وجہ سے یہ نقصان ہوا ہے مطلب خدا کا اس قربانی کو قبول کرنا ہے) فرمادیں چھوٹی بڑی عید میں تین چلے تو مشترک ہیں بعد میں فرق پڑے گا۔

---

(۱) کنز العمال صفحہ ۴۴۸ جلد ۸
(۲) حوالہ سابق
(۳) کنز العمال صفحہ ۲۱۲ جلد ۱۵
(۴) الکامل فی التاریخ ذکر قدوم عمر الی الشام سے پہلے
(۵) الاصابہ صفحہ ۵۷۰ جلد ۳
(۶) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۷۶۶ جلد ۲
(۷) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۷۶۷ جلد ۲
(۸) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۷۶۸ جلد ۲
(۹) البدایہ والنہایہ صفحہ ۹۶ جلد ۸
(۱۰) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۴۳۱، ۴۳۲ جلد ۱
(۱۱) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۶۷۸ جلد ۱
(۱۲) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۶۷۶ جلد ۱
(۱۳) کنز العمال صفحہ ۷۵۶ جلد ۳
(۱۴) طبقات ابن سعد صفحہ ۸۸ جلد ۳
(۱۵) حیاۃ الصحابہ صفحہ ۶۷۹ جلد ۱
(۱۶) البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۹ جلد ۱
(۱۷) سورۃ الاحزاب: ۲۳
(۱۸) تفسیر طبری صفحہ ۲۴۹ جلد ۴
(۱۹) البقرہ: ۲۰۷
(۲۰) تفسیر طبری صفحہ ۲۴۹ جلد ۴

اطاعت نبوت اور نیابت نبوت

{ ۳۰؍رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰؍اپریل ۱۹۵۸ء }
قبل عصر خصوصی مجمع میں گفتگو

اقتباس

ایک تو اطاعت نبوت ہے اور ایک نیابت نبوت ہے ایک تو قیام حج ہے اور ایک حج ہے نیابت نبوت کی محنت کی لائن اقامت کی ہے مطیع کا درجہ نیچے کا ہے نائب کا درجہ اونچا ہے فرشتے مطیع ہیں لا یعصون اللہ ما امرھم اور انسان خلیفہ ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اطاعت سے نیابت میں پہنچے ہم اطاعت کرتے کرتے نیابت میں پہنچتے ہیں نائب بنتے ہیں اور فرشتوں نے کروڑوں سال عبادت کی نائب نہ بنے مطیع بنے گا تو نائب بنے گا اللہ نے طاعت میں نیابت رکھی ہے عبادت سے طاعت کی طاقت ہوگی آپ خدا کا سجدہ کرتے ہیں اس سے طاقت نیابت ہوگی تخلقو ابا خلاق اللہ نیابت ہے کھلانا پہنانا ہدایت دینا یہ نیابت ہے علم دینا سب نیابت علمک مالم تکن تعلم پہلے اللہ نے علم دیا نبی نے ساتھیوں کو اپنا علم دیا، روپیہ روٹی زمین کپڑا مکان دینا یہ نیابت ہے ماتھا ٹیکنا نیابت کی اصلیت پیدا کرنے کے لئے ہے خدا ساجد نہیں ہے مسجود ہے، سجدہ سے نیابت کی اصلیت پیدا ہوگی۔

بعد خطبۂ مسنونہ فرمایا کہ:

بھائی دوستو بزرگو! ایک تو اطاعت نبوت ہے اور ایک نیابت نبوت ہے ایک تو قیام حج ہے اور ایک حج ہے نیابت نبوت کی محنت کی لائن اقامت کی ہے مطیع کا درجہ نیچے کا ہے نائب کا درجہ اونچا ہے فرشتے مطیع ہیں لا یعصون اللہ ما امرھم (۱) اور انسان خلیفہ ہے، یہ دوسری بات ہے کہ اطاعت سے نیابت میں پہنچے ہم اطاعت کرتے کرتے نیابت میں پہنچتے ہیں نائب بنتے ہیں اور فرشتوں نے کروڑوں سال عبادت کی نائب نہ بنے مطیع بنے گا تو نائب بنے گا اللہ نے طاعت میں نیابت رکھی ہے عبادت سے طاعت کی طاقت ہوگی آپ خدا کا سجدہ کرتے ہیں اس سے طاقت نیابت ہوگی تخلقو ابا خلاق اللہ (۲) نیابت ہے کھلانا پہنانا ہدایت دینا یہ نیابت ہے علم دینا سب نیابت علمک مالم تکن تعلم (۳) پہلے اللہ نے علم دیا نبی نے ساتھیوں کو اپنا علم دیا، روپیہ روٹی زمین کپڑا مکان دینا یہ نیابت ہے ماتھا ٹیکنا نیابت کی اصلیت پیدا کرنے کے لئے ہے خدا ساجد نہیں ہے مسجود ہے، سجدہ سے نیابت کی اصلبت پیدا ہوگی۔

خلاصہ یہ نکلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کی ترقی ملی ایک نیابت ہے جیسے خدا کی نیابت ہے ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت خدا کی نیابت میں اخلاق ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اقامت ہے، میں حج کروں تو طاعت ہے نافرمانی نہیں ہے نبی

کی طاعت ہے لیکن یہ حج نیابت نہیں ہے یہ حج جہاں نہ ہوتا ہو وہاں ہو جہاں غلط ہوتا ہو وہاں صحیح ہو یہ نیابت نبوت ہے غلام نبی بہت ہیں، نائب نبی کم ہیں، اقامت میں نیابت ہے حج کرنے سے لاکھوں درجہ اونچا حج کے فریضہ کی شکلوں کو صحیح کرنا فکر کرنا لوگ اچھی نماز پڑھیں حج صحیح ہو ذکر کریں علم سیکھیں یہ محنت کہ حج کی شکل صحیح ہو یا جہاں نہ ہوتا ہو وہاں حج ہو ان دو محنتوں سے انسان نائب بنے گا، ہزاروں حج کرو مطیع بنو گے نیابت تو بڑی چیز ہے نائب تو خلفاء تھے علم دینے والے بھی نائب ہیں لیکن علم کا منشاء عمل ہے اگر عمل نہ ہو تو جس سے عمل آئے تو نیابت ہے کسی نے حج نہ کرنے کی وعید سنائی پھر گشت کر کے سمجھایا پھر حج قائم ہوا یہ سب نیابت ہے بعض دفعہ جنگ کرنی پڑے گی مسلمان حج کا انکار کریں تو لڑو مرنا مارنا کرو گے یہ جنگ مسلموں سے ہوگی یہ جنگ نیابت انبیاء علیہم السلام ہے، ابوبکرؓ نے زکوٰۃ پر جنگ کی نیابت نبوت ہے آگے چل کر نہ مانا تو ڈنڈے مارو یہ بھی نیابت ہے نیابت میں جتنی ترقی ہے غلامی میں ترقی نہیں ہے یہ دوسری بات ہے کہ غلامی سے نائب بنے گا مثلاً ایک میوات قوم پر ۱۵ دن گشت کیا اب ایک دفعہ میں ۱۳ سو جا رہے ہیں وہ ۱۵ دن نیابت کے ہیں حج جو کر کے آتے ہیں ذاتی عمل کیا ۷۰۰ حاجی پچھلے سال گئے ۱۲۵۔ ۱۲۵۔ ۲۵۰۔ ۷۰۰۔ ۱۲۵۰ جا رہے ہیں شاید اگلے سال ہزاروں تک ہوں گے سب جگہ یہی گھیریں گے، سارے میو حاجی ہوں گے تھوڑے دن میں شاید سارے جہاز میووں کے ہوں اب یہ کوشش کرو کہ خالی حج نہ رہے ہم نے حج اس لئے اٹھایا تاکہ اقامت دین ہو حاجی اقامت دین کا ذریعہ بنے تارے اور سورج کا فرق ہے، هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ (۴) بنے کہنا پڑا بعد میں منہ موڑ لیا اتنا فرق اقامت دین اور دین میں ہے، اس میں بمبئی وغیرہ حج میں جانے والا نہ جانے والا سب آئیں گے جو چیز جتنی بڑی ہوتی ہے اللہ اسے اتنا عام اور آسان کرتے ہیں۔

مدنیؒ ذکر کو فرماتے تھے کہ عام ہے وضو بے وضو ہر وقت کر سکتے ہیں اس واسطے پاکی کی قید نہ رہی سوتے جاگتے کھاتے پیتے ذکر کر سکتے ہیں اس سے استنباط کر کے کہتا ہوں کہ حج مشکل ہے اقامت حج اپنے گاؤں میں بھی ہو سکتی ہے، حج مضمون میں خلاصہ یہ نہیں ہے کہ فقط بندرگاہ پہنچو بلکہ ہر جگہ محنت کرو سارے ہند میں خط بھیجو تو جتنے حاجی ہیں اتنے حاجی روکنے پڑیں گے ہاں جہاں حاجی جمع ہو ریل پکڑتے ہوں وہاں محنت ہو دہلی کلکتہ لکھنو ہے ناگپور ہے ان جگہوں پر جماعتیں پڑ جائیں (کیوں کہ عموماً ان ہی مقام سے اس وقت حج کا سفر ہوتا تھا) وہاں والوں سے کہو کہ حاجیو میں کام کرنا ہے جتنا زیادہ کماتے ہیں دماغ خراب ہوتا ہے یکسوئی کے ساتھ سن بھی نہیں سکتا ہے حج کے سفر میں دماغ ٹھکانے آئے گا وہ سمجھا ہے کہ جتنا کماؤں گا مال ملے گا حالانکہ کنگال بنے گا فقیر و بخیل بنے گا خدا کی دین کی محنت سے سخی اور غنی بنے گا ہم باولے ہیں جو تبلیغ میں جاتے ہیں تو روپیہ کم ہوگا، خود تو کنگال کا کام کرتے ہیں اور دعا کرواتے ہیں تم کنگال کا کام چھوڑ دو تبلیغ میں نکلو پھر دعا کرو۔

---

(۱) سورۃ التحریم: ۶

(۲) احیاء العلوم صفحہ ۲۸۲ جلد ۴

(۳) سورۃ النساء: ۱۱۳

(۴) سورۃ الانعام: ۷۸